
ہٹلر کی واپسی
علیم الحق حقی

پُرہجوم کو ئنز لر ریسٹورنٹ کے پرائیویٹ روم میں ہونے والی پریس کانفرنس سے نکل کر وہ سڑک پر آیا تو خود کو بہت بلند .... فاتح تصور کر رہا تھا۔ وہ جولائی کی سہ پہر تھی۔ زندگی سے بھرپور ڈاکٹر عتیق الرحمان نے جو اب سر عتیق الرحمان تھا' کشادہ فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ گذشتہ سال ہی اسے سر کا خطاب دیا گیا تھا۔ یہ گذشتہ دس سال میں پانچواں موقع تھا کہ وہ مغربی برلن آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا حاصل حیات کام اب کلائمیکس پر پہنچ رہا ہے۔ وہ ایک عظیم اسرار کی پردہ کشائی کے بہت قریب تھا۔ وہ اپنے پروجیکٹ کو ایک نہایت کامیاب اختتام دینے والا تھا۔ بلکہ عین ممکن تھا کہ وہ پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دے۔

وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کرائسٹ چرچ کالج میں جدید تاریخ پڑھاتا تھا۔ اس نے کالج سے کچھ عرصے کی چھٹی لے لی تھی تاکہ اس تحیر خیز سوانح حیات کو مکمل کر سکے۔ اڈولف ہٹلر کی موت کو چالیس سال ہو چکے تھے۔ اتنے ہی عرصے سے فیورر کی شاندار کہانی اسے لکھنے پر اکسا رہی تھی۔ بالآخر ڈاکٹر رحمان نے اپنی چودھویں تصنیف .... ہٹلر کے نام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے اس تصنیف کا نام "ہر ہٹلر" رکھا تھا مگر اسے یہ احساس بھی ہو گیا تھا کہ اس عمر میں وہ ریسرچ اور تحریر دونوں سے اکیلا نہیں نمٹ سکے گا۔ (اب اس کی عمر 67 سال تھی) چنانچہ اس نے اپنی 31 سالہ بیٹی سارہ کو مجبور کیا تھا کہ وہ اس پروجیکٹ میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ سارہ بھی آکسفورڈ میں ہسٹری کی لیکچرار تھی۔ ابتدا ہی سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سارہ سے بہتر کوئی معاون اسے نہیں مل سکتا تھا۔

بیس سال پہلے اپنی بیوی کی حادثاتی موت کے بعد ڈاکٹر رحمان نے ہی بیٹی کو پالا تھا۔

عالمانہ تجسّس سارہ کو ورثے میں ملا تھا اور اس کو کتابوں کا شوق تھا اور باپ سے وہ بے تحاشا محبت کرتی تھی شاید یہی چیز اسے تاریخ کی طرف لے گئی۔ اس نے جرمنی کی جدید تاریخ میں سپیشلائز کیا تھا اور جرمن زبان بھی روانی سے بولتی تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کی معما شخصیت سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ اس دلچسپی کے سلسلے میں وہ دو بار یورپ کے ساتھ مغربی برلن آچکی تھی مگر اس بار سر رحمان اسے نوٹس کو ترتیب دینے اور فائنل کرنے کے کام میں اُلجھا کر اکیلے ہی چلے آئے تھے۔ یہ ان کا ریسرچ کے سلسلے میں شاید آخری' اہم اور فیصلہ کن دورہ تھا مغربی برلن کا۔

یہ آخری جھٹکا.... آخری کوشش تھی' جس کا مقصد اڈولف ہٹلر اور اس کی صرف ایک دن کی بیوی لیکن پرانی محبوبہ ایوا براؤن کی موت کے اسرار کو سمجھنا تھا۔ ان دونوں نے پرانی ریش چانسلری کے قریب واقع فیورر بنکر کی زیر زمین گہرائی میں 30 اپریل 45ء کو موت کو گلے لگایا تھا۔

دو ماہ پہلے سر رحمان اور سارہ نے مغربی برلن میں عینی شاہدوں سے گفتگو اور مشرقی برلن میں میڈیکل رپورٹس اور فوٹو گرافس کے معائنے کے بعد ہٹلر کی موت کے بارے میں اب تک کے سوانح نگاروں اور مؤرخوں کی تحقیق کو درست تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ رپورٹیں اور فوٹو گراف سر رحمان کے دوست اور ہم پیشہ اوٹو بلوباخ کی درخواست پر روسیوں نے فراہم کیے تھے۔ وہ دونوں مطمئن آکسفورڈ واپس آ گئے تھے۔ جرمنی میں ان کی اس بایو گرافی کی اشاعت سے پہلے ہی زبردست شہرت ہو رہی تھی۔

وہ مطمئن واپس آئے اور بایو گرافی کے آخری مرحلے میں مصروف ہو گئے۔ ان کا طویل کام اب اختتام کو پہنچ رہا تھا مگر پھر ڈاکٹر رحمان کو مغربی برلن سے ایک حیران کن اور ڈسٹرب کر دینے والا خط موصول ہوا۔ اس غیر متوقع خط نے انہیں کام جاری رکھنے سے روک دیا۔ انہیں کام موقوف کرنا پڑا۔

وہ خط ڈاکٹر میکس تھیسِل کی طرف سے تھا' جس نے ہٹلر کا آخری دندان ساز ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر عتیق الرحمان کی ہٹلر پر اہم ترین بایو گرافی کے بارے میں اخبار میں پڑھا تھا۔ وہ ان چند زندہ لوگوں میں سے تھا' جو ہٹلر سے ذاتی طور پر ملے تھے.... اور واقف تھے۔ اس نے لکھا تھا کہ اس حیثیت سے یہ اس کی ذمے داری ہے کہ اس بایو گرافی کو اب تک شائع ہونے والی ہٹلر کی سوانح سے زیادہ درست اور مبنی بر حقائق

ہونے میں مدد دے۔

اور خط کے آخر میں ڈاکٹر میکس تھیسِل نے صحیح معنوں میں دھماکہ کیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہٹلر اور ایوا براؤن کے معاملے میں تاریخ اب تک دھوکے میں ہے.... غلطی پر ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ہٹلر اور ایوا براؤن نے 30 اپریل 45ء کو فیورر بنکر میں خود کشی نہ کی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں نے پوری دنیا کو بے وقوف بنا دیا ہو اور ڈاکٹر تھیسِل کے پاس یہ ثابت کرنے کے لئے مواد موجود تھا۔

ابتدائی جھٹکے کے بعد سر رحمان نے عالمانہ انداز میں سوچنا شروع کیا۔ سارہ نے اسے یاد دلایا کہ ہٹلر اور ایوا کی موت کے بعد سے اس طرح کے نظریات کا سلسلہ آج تک نہیں رکا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ دونوں آج بھی زندہ ہیں مگر وہ نیم دیوانے لوگ ہیں اور شاید ڈاکٹر تھیسِل بھی ایسا ہی نیم دیوانہ ہے۔ اس نے یہ سب کچھ ہٹلر کے دوسرے سوانح نگاروں سے بھی کہا ہوگا۔ اگر اس کی بات میں وزن ہوتا تو دوسرے سوانح نگاروں نے اسے نظرانداز نہ کیا ہوتا۔ سارہ نے باپ سے کہا کہ وہ بھی اسے نظرانداز کر دے۔

لیکن وہ خط سر رحمان کے لئے خلش بن کر رہ گیا۔ وہ کاملیت پسند آدمی تھے اور انہیں یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ ان کی علمیت پر کوئی حرف آئے۔ انہوں نے ڈاکٹر میکس تھیسِل کے خط کو کئی بار پڑھا اور قائل ہو گئے کہ لکھنے والے کے خلوص اور سچائی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس سے ملنا ضروری ہے۔

مگر اس سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر تھیسِل کے بارے میں تفتیش کر ڈالی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ ڈاکٹر تھیسِل درحقیقت ہٹلر کا آخری دندان ساز تھا۔ آخری چھ ماہ کے دوران اس نے کئی بار فیورر کا علاج کیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ڈاکٹر تھیسِل ابھی زندہ تھا۔ اس کی عمر 80 سال تھی اور وہ پریشان کن خط اس نے ہی لکھا تھا۔ خط کے آخر میں اپنے دستخط کے نیچے اس نے بڑے بڑے ہندسوں میں اپنا ٹیلی فون نمبر بھی لکھا تھا۔ جیسے چیلنج کر رہا ہو۔

سر رحمان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس نمبر پر اس سے رابطہ کریں۔

فون خود ڈاکٹر تھیسِل نے ہی ریسیو کیا تھا۔ اس کی آواز میں ٹھہراؤ اور گہرائی تھی اور لہجے میں خود اعتمادی۔ اس نے وثوق سے کہا کہ جس ثبوت کا اس نے خط میں تذکرہ کیا

ہے' وہ اس کے پاس موجود ہے لیکن وہ فون پر تفصیلی گفتگو نہیں کر سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ سر رحمان اس سے مغربی برلن میں اس کے گھر پر آ کر ملیں اور خود ہی فیصلہ کریں۔

سر رحمان کا تجسس کہیں کا کہیں پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کرلی۔

تین دن پہلے وہ تنہا مغربی برلن پہنچے۔ وہ برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں رُکے پھر وہ فوراً ہی ڈاکٹر تھیسل سے ملنے چلے گئے۔ ملاقات دوستانہ انداز میں ہوئی اور گفتگو قائل کر دینے والی تھی۔ سر رحمان کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ انہیں ایک بہت بڑی بین الاقوامی حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کا موقع مل رہا تھا لیکن اس پردہ کشائی کے لئے ضروری تھا کہ وہ فیورر بنکر کے پہلو میں کھدائی کریں' جہاں کبھی باغیچہ ہوتا تھا۔ وہ باغیچہ' جہاں مؤرخین کے مطابق ہٹلر اور ایوا براؤن کی باقیات دفن کی گئی تھیں۔ ایک مسئلہ تھا' وہ جگہ برلن کو تقسیم کرنے والی دیوار کے مشرقی برلن والی سائڈ پر تھی۔ درحقیقت وہ سیمنٹ کی دیوار اور خاردار تاروں کی باڑھ سے گھرا ہُوا "نو مینز لینڈ" تھا جس کی نگرانی مشرقی جرمنی کی فوج کرتی تھی۔ وہاں جانے اور کھدائی کرنے کے لئے مشرقی جرمنی کی حکومت سے اجازت لینا تھی۔ دوسرے لفظوں میں روس سے اجازت لینی تھی اور روسی ہٹلر کی موت کے باب کو بہت پہلے بند تصور کر چکے تھے۔ خوش قسمتی سے مشرقی برلن میں سر رحمان کا ایک کام کا دوست موجود تھا۔

برسوں پہلے لندن کے سیوائے میں جدید مؤرخین کی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں ڈاکٹر رحمان اور مشرقی جرمنی کے پروفیسر اوٹو بلوباخ ایک ہی پینل پر تھے۔ ان دونوں کے درمیان بہت کچھ مشترک تھا۔ دونوں کو ہٹلر اور جرمنی کی تیسری جمہوریہ کے عروج و زوال میں خصوصی دلچسپی تھی۔ ڈاکٹر رحمان نے اوٹو بلوباخ کی اپنے گھر پر مہمانداری کی تھی۔ بعد میں کئی بار وہ مشرقی برلن میں ملے تھے۔ خط و کتابت نے ان کی دوستی کو اور مستحکم کر دیا تھا۔ اِدھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشرقی جرمنی میں بلوباخ کی پوزیشن مستحکم ہو رہی تھی۔ اب وہ وزراء کی کونسل میں گیارہ نائب وزرائے اعظم میں سے ایک تھا۔

جو کام سر رحمان کو درپیش تھا' اس میں بلوباخ ہی ان کی مدد کر سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پرانے دوست سے رابطہ کیا۔ بلوباخ کے انداز میں گرمجوشی تھی۔ جو درخواست سر رحمان نے کی' وہ غیر معمولی تھی' تاہم بلوباخ نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں پوری کوشش کرے گا۔

اور پچھلی رات بلوباخ نے سر رحمان کو مطلع کیا کہ انہیں کھدائی کی اجازت مل گئی ہے۔

سر رحمان کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ انہوں نے فون پر سارہ کو اطلاع دی۔ سارہ بھی خوش ہو گئی۔ سارہ پروفیسر تھیسل سے ملاقات اور اس اہم ثبوت کے بارے میں جاننا چاہتی تھی لیکن سر رحمان نے کہا کہ یہ بات فون پر نہیں کی جا سکتی۔ وہ برلن سے واپسی پر ہی بتائیں گے "میں کل کھدائی شروع کروا رہا ہوں اور ابھی مجھے پریس کانفرنس کرنی ہے"۔

"کیا؟" دوسری طرف سے سارہ نے حیرت سے کہا۔

"پریس کانفرنس۔ ٹیلی وژن' ریڈیو اور ویسٹ برلن کے چند رپورٹرز ہوں گے اور بس"۔

"لیکن کیوں پاپا؟ آپ تو کچھ معاملے کی پبلسٹی کے قائل ہی نہیں ہیں"۔

"میں تمہیں وجہ بتاتا ہوں" سر رحمان نے بڑے تحمل سے کہا۔ "اب جبکہ پروفیسر تھیسل کی تھیوری کو چیک کرنا ہے تو میرا خیال ہے ایسے کچھ لوگ ابھی زندہ ہیں جو ہٹلر کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ اس پبلسٹی کے نتیجے میں ممکن ہے کہ وہ سامنے آنے کی ہمت کریں اور ہمیں مزید معلومات حاصل ہو جائیں .... سارہ! میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب ہٹلر پر حرفِ آخر ثابت ہو"۔

"پاپا! .... میں نہیں چاہتی کہ آپ پریس کانفرنس کریں۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ سب کچھ پبلک کے سامنے آئے۔ میں کیسے سمجھاؤں آپ کو۔ دیکھئے آپ کی ایک ساکھ ہے .... عالمگیر شہرت! آپ کو سچے مؤرخ کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آپ اسے داؤ پر کیوں لگا رہے ہیں؟ ڈاکٹر تھیسل کی تھیوری غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسا ہُوا تو اس پبلسٹی کے بعد آپ کی پوزیشن کیا ہو گی؟ کیونکہ ڈاکٹر تھیسل کی تھیوری اب تک کے تمام حقائق کی نفی کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہٹلر نے 45ء میں فیورر بنکر میں خود کو شوٹ کیا اور ایوا براؤن کو سائنائیڈ دیا تھا۔ ان کی لاشوں کو باہر لا کر نذرِ آتش کرتے دیکھا گیا تھا۔ یہ اب تک مسلمہ حقائق ہیں"۔

سر رحمان ہچکچائے۔ پانچ سال کے اس عرصے میں انہیں اپنی بیٹی سے کام کے سلسلے

میں بھی اختلاف نہیں ہوا تھا پھر انہوں نے کہا "سارہ! اب میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا"۔

کھدائی کے لئے انہوں نے اوبرساٹ کنسٹرکشن کمپنی کو فون کر دیا تھا پھر انہوں نے پریس کانفرنس بلائی۔ اسے انہوں نے بارہ رپورٹرز تک محدود کر دیا۔ چار ٹی وی اور ریڈیو کے نمائندے تھے۔ باقی معتبر اخبارات اور رسائل کے نمائندے۔

پریس کانفرنس کامیاب ثابت ہوئی۔ سر رحمان ایک گھنٹے تک بغیر مداخلت کے بولتے رہے پھر انہوں نے رپورٹرز کو سوال کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ ہٹلر اور ایوا براؤن کی موت کے سلسلے میں آخری بار تحقیق کے لئے برلن آئے ہیں۔ ایک نئی شہادت نے انہیں اس جگہ کی کھدائی پر مجبور کر دیا ہے' جہاں ہٹلر اور ایوا براؤن کی باقیات کو دفن کر دیا گیا تھا۔ ان سے اس نئی شہادت کے بارے میں سوال کئے گئے تھے لیکن انہوں نے ڈاکٹر میکس تھیسل کا نام نہیں ظاہر کیا۔

اب پریس کانفرنس کے اختتام پر وہ مطمئن تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اگر کچھ اور عینی گواہ موجود ہیں تو یہ پبلسٹی انہیں سامنے آنے پر اکسائے گی۔

وہ ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑے کرفرسٹن ڈم کی چہل پہل دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ یہ پوری دنیا میں ان کا سب سے پسندیدہ مقام تھا۔ زندگی سے بھرپور۔ پھر انہوں نے چہل قدمی کا فیصلہ کیا۔ ان کا ہوٹل زیادہ دور نہیں تھا۔ انہوں نے سوچا "اپنے کمرے میں جا کر ہٹلر کے فیورر بنکر کے تعمیراتی پلان کا جائزہ لیں گے تاکہ کل کھدائی کے لئے تیار ہو جائیں"۔

وہ گہری سانس لے کر کیمپنسکی کارنر کیفے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بغلی سڑک تھی جس پر ہوٹل کا مرکزی دروازہ تھا۔

کارنر پر پہنچ کر انہوں نے سڑک پار کی اور کیفے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ داہنی سمت مڑے' جدھر ہوٹل کا دروازہ تھا۔ اسی لمحے انہوں نے کسی کو اپنا نام پکارتے سنا یا پھر وہ ان کا وہم تھا۔ بہرحال انہوں نے غیر ارادی طور پر پلٹ کر دیکھا لیکن وہاں انہیں بھاری ٹرک کی آہنی گرل کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ بغلی سڑک پر مڑتے ہوئے اس ٹرک نے سب کچھ چھپا لیا تھا۔

اچانک ٹائر چلائے اور ٹرک فٹ پاتھ کی طرف مڑا۔ اونچے فٹ پاتھ پر چڑھتے ہوئے ٹرک اوپر کو اچھلا۔ کارنر پر رکھے ہوئے پیتل کے گملے گر گئے۔ باہر بیٹھ کر کھانا کھانے والے

گاہک گھبرا کر بھاگے لیکن سر رحمان کو اس واقعے کے اچانک پن نے مفلوج ہو جانے کی حد تک خوفزدہ کر دیا تھا۔

ٹرک کی بہت بڑی آہنی گرل پوری قوت سے ان کے جسم سے ٹکرائی۔ ان کے قدم اکھڑے' وہ فضا میں اچھلے اور چہرے کے بل بغلی سڑک پر گرے۔ انہیں نہ پوری طرح ہوش تھا نہ ہی پوری طرح نظر کام کر رہی تھی۔ بس اتنا احساس تھا کہ جسم کے اندر شدید ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے اور وہ خون میں نہا گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا سر اٹھانے کی کوشش کی مگر انہیں ایک بار پھر ٹرک کی گرل اور اس کے بڑے بڑے پہیے اپنی طرف بڑھتے نظر آئے.... بہت نزدیک۔ ٹرک پلٹ کر سڑک پر آ رہا تھا۔

انہوں نے بڑی کوشش کر کے نقاہت بھرے انداز میں ایک ہاتھ اٹھایا' جیسے ٹرک کو روکنے کی کوشش کر رہے ہوں مگر اگلے ہی لمحے پہیے ان پر چڑھ گئے۔ ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آئی اور پھر ہر طرف ابدی تاریکی چھا گئی۔

--------*

سارہ کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس کا دوست' اس کا ساتھی' اس کا باپ منوں مٹی کے نیچے سلا دیا گیا تھا۔ وہ جو زندگی کے ہر معاملے میں اس کا مشیر تھا' اسے اکیلا چھوڑ گیا تھا۔

وہ خوفناک خبر اسے فون پر ملی تھی۔ مغربی برلن کی پولیس نے اسے مطلع کیا تھا "مس سارہ رحمان!"

"جی ہاں!"

"یہاں ایک افسوسناک حادثہ ہوا ہے۔ ایک ٹرک نے آپ کے والد سر رحمان کو کچل دیا ہے۔ وہ موقعے پر ہی ختم ہو گئے۔ مجھے افسوس ہے.... بے حد افسوس ہے"۔

دوسری طرف سے اور بھی بہت کچھ کہا گیا مگر سارہ کچھ نہ سن سکی۔ وہ شاک کی حالت میں تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس کی زندگی کا بدترین' خوفناک ترین لمحہ تھا اور کوئی ایسا شخص بھی میسر نہیں تھا جس کے کندھے پر سر رکھ کر رو سکے۔ جمیل بھی نہیں تھا!

جمیل سے وہ ڈیڑھ سال پہلے ملی تھی۔ سارہ کو تیسری جمہوریہ کے عروج و زوال کی ڈاکومنٹری فلم لکھنے اور میزبانی کے فرائض انجام دینے کے لئے بی بی سی والوں نے لندن بلایا

تھا۔ جمیل احمد اس فلم کو پروڈیوس کر رہا تھا۔ اس فلم کی عکس بندی کے دوران وہ دونوں بہت قریب ہو گئے۔ سارہ نے سر رحمان کو جمیل کے بارے میں بتا دیا۔ سر رحمان نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ انہیں بیٹی کی خوشیاں بہت عزیز تھیں۔ وہ اسے ہنستا بستا دیکھنا چاہتے تھے۔

مگر پھر جمیل ایک ابھرتی ہوئی انگریز اداکارہ جولی اینڈریوز کے چکر میں پڑ گیا۔ پہلے اس نے سارہ سے ملنا کم کیا اور پھر یہ سلسلہ بالکل ہی موقوف ہو گیا پھر اچانک اخبارات میں خبر چھپی کہ جمیل احمد نے اپنی بیوی سے طلاق حاصل کر کے جولی اینڈریوز سے شادی کر لی ہے۔ سارہ کے لئے وہ دوہرا شاک تھا۔ جمیل نے اسے بتایا تک نہیں تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔

سارہ کے لئے وہ بہت بڑی توہین تھی۔ کئی دن تک تو اسے باپ کا سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی مگر پھر اسے قرار آ گیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اندھیرے میں رہتی اور عین وقت پر اسے جمیل کے شادی شدہ ہونے کا علم ہوتا تو وہ زیادہ بڑا صدمہ ہوتا۔ یہ تو مقام شکر تھا کہ وہ اندھے کنویں میں گرنے سے بچ گئی تھی لیکن اذیت میں تو وہ پھر بھی رہی۔ زخم البتہ آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا۔ وہ جان گئی کہ یہ اذیت محبت سے محرومی کی نہیں' بلکہ یہ زخم انا سے اٹھنے والی ٹیسیں ہیں۔ وہ درحقیقت جمیل کو نہیں چاہتی تھی۔ اسے شادی کی' اپنا گھر بسانے کی اور اپنے بچوں کو پالنے کی آرزو تھی۔ وہ بس منظر تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ وہ کالج میں لیکچر دینے سے' بند کمروں میں تحقیقاتی کام کرنے اور کتابیں لکھنے سے جان چھڑانا چاہتی تھی۔ جمیل احمد تو بس ایک وسیلہ تھا۔ بلکہ اب تو وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ جمیل سے شادی اس کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی۔ سو وہ آہستہ آہستہ جمیل کو بھولتی گئی۔ وہ نئے جوش و خروش سے ہٹلر کی بائیوگرافی کی تکمیل کے لئے مصروف ہو گئی۔ یوں وہ کتاب اور سر رحمان پھر اس کی زندگی کا محور و مرکز بن گئے۔

سر رحمان کی موت کی اطلاع ملنے کے بعد وہ برلن جانا چاہتی تھی۔ باپ کی لاش اٹھانے کے لئے لیکن ہوش مند بہی خواہوں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ کسی نے اسے برلن فون کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے برلن کے مرکزی پولیس اسٹیشن فون کیا۔ اس کی کال چیف آف پولیس ولف گینگ شمٹ کو ٹرانسفر کر دی گئی۔ چیف نے انگریزی میں بات کی تھی۔ اس کے انداز میں گرم جوشی تھی۔ اس نے سارہ کو حادثے کی تفصیل سنائی۔ اس

نے بتایا کہ ٹرک ڈرائیور یقیناً نشے میں دھت ہو گا۔ وہ بہرحال حادثے کے بعد رکا نہیں۔ گاڑی کے متعلق متضاد بیانات سامنے آئے۔ اس لئے کہ راہ گیر بوکھلا گئے تھے۔ کوئی بھی ٹرک کو پوری توجہ سے نہیں دیکھ سکا۔ "ہم ٹرک اور ڈرائیور کو تلاش کر رہے ہیں لیکن کامیابی کا امکان کم ہی ہے .... مجھے بہت افسوس ہے" —— چیف شمٹ نے آخر میں کہا۔

اس عرصہ بحران میں سر رحمان کی سیکریٹری پامیلا سارہ کے بہت کام آئی۔ سر رحمان کی لاش لندن لائی گئی۔ وہیں ان کی تدفین ہوئی۔

اور اب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ سر رحمان منوں مٹی کے نیچے سکون کی نیند سو رہے تھے۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام نامکمل تھا اور سارہ اکیلی تھی' بالکل اکیلی!

چند روز بعد اس کے نام دو خط آئے۔ ایک مشرقی برلن سے اور دوسرا مغربی برلن سے پوسٹ کیا گیا تھا۔ سارہ کو حیرت ہوئی کہ جرمنی سے کون اسے خط لکھ سکتا ہے؟ اس نے پہلے وہ خط کھولا جو مشرقی برلن سے آیا تھا۔ وہ ایک صفحے کا خط تھا۔ لیٹر ہیڈ پر پروفیسر اوٹو بلوباخ کا نام تھا۔ بلوباخ سارہ کو یاد تھا' اس کے باپ کے اچھے دوستوں میں سے ایک۔ وہ مؤرخ تھا۔ ہٹلر اور تیسری جمہوریہ پر ایکسپرٹ .... اور اب وہ مشرقی جرمنی کا نائب وزیراعظم تھا۔ اسی نے سر رحمان کو فیورر بنکر کے نواح میں کھدائی کی اجازت دلوائی تھی۔ سارہ پروفیسر بلوباخ سے ایک بار ملی تھی۔ وہ خالص جرمن تھا مگر بے حد مہذب اور مہربان۔

اوٹو بلوباخ نے بے حد خلوص اور سچائی سے تعزیت کرتے ہوئے سر عتیق الرحمان کی حادثاتی موت کو دنیائے علم کا بہت بڑا نقصان قرار دیا تھا۔ اس نے آخر میں لکھا تھا——

"مجھے سر رحمان نے بتایا تھا کہ تم اور وہ اب اس کتاب کی تکمیل کے بہت قریب ہیں' جو ان کے خیال میں ان کے لئے باعث افتخار ہوتی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے باپ کی بیٹی اور بذات خود ایک محترم مؤرخ ہونے کے ناتے اس کتاب کے سلسلے میں اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔ مجھے تین سال پہلے کی وہ ملاقات خوب اچھی طرح یاد ہے' جب مشرقی برلن میں تم بھی اپنے والد کے ساتھ تھیں۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ ہمارے درمیان اسی بائیوگرافی کے متعلق بات ہوئی تھی جس کا اب صرف اختتام رہ گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم پہلی فرصت میں اپنے عظیم باپ کے اس عظیم کام کو شایان شان طریقے سے مکمل کرو گی۔ یہ تمہارے جینئس سکالر باپ کا حق ہے کہ اس کی یہ تصنیف عوام و خواص تک

کتابی شکل میں پہنچے۔ مجھ سے کسی تعاون کی ضرورت ہو تو بلا تکلف کال کر لینا"۔

اس خط نے سارہ کے دل کو چُھو لیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خط اسے زندوں کی دنیا میں واپس لے آیا۔ غم سے نڈھال سارہ نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا کہ اس بائیوگرافی "ہر ہٹلر" کو اس کی ضرورت ہے۔ بلوباخ نے اسے اس کا فریضہ ہی نہیں یاد دلایا تھا' اس پر بھرپور اعتماد کا اظہار بھی کیا تھا کہ وہ اس کتاب کو مکمل کر سکتی ہے۔

خط کو تہہ کر کے لفافے میں رکھنے کے بعد اس نے دوسرا لفافہ چاک کیا۔ یہ خط مغربی برلن کے ایک مؤقر روزنامے "برلن مورجن پوسٹ" کے لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کیا گیا تھا۔ سارہ کی نظر سب سے پہلے خط کے آخر میں دستخط پر گئی۔ لکھنے والے کا نام پیٹر شنز تھا۔ نام اس کے لئے جانا پہچانا نہیں تھا۔ لکھا تھا:

"ڈیئر مس رحمان! آپ مجھے نہیں جانتیں۔ تاہم میں ڈاکٹر سر عتیق الرحمان کی موت پر آپ سے دلی افسوس کا اظہار کر رہا ہوں۔ مجھے کبھی سر رحمان سے ملاقات کا شرف تو حاصل نہیں ہُوا لیکن موت سے چند منٹ پہلے تک میں ان کی پریس کانفرنس میں شریک تھا۔

سر رحمان نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا تھا کہ وہ اپنی اور آپ کی مشترکہ تصنیف ہٹلر کی بائیوگرافی ہر ہٹلر کے اختتام کو فی الوقت التوا میں ڈال رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ہٹلر کی زندگی کے آخری لمحات کے بارے میں مزید کچھ چھان بین کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگرچہ تمام مؤرخ اور ہٹلر کی تمام سوانح اس امر پر متفق ہیں کہ ہٹلر اور ایوا براؤن نے 45ء میں فیورر بنکر میں خودکشی کی تھی تاہم ایک ایسی شہادت سامنے آئی ہے جس کی رُو سے اس بات کا امکان موجود ہے کہ ہٹلر شاید وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تصدیق یا تردید کی غرض سے انہوں نے فیورر بنکر سے متصل باغیچے کے مقام پر کھدائی کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ انہوں نے ایسے لوگوں سے اپیل کی تھی کہ جو ہٹلر کے متعلق ذاتی طور پر معلومات رکھتے ہوں' وہ سامنے آئیں اور اس سلسلے میں تعاون کریں۔ ایسے لوگ برسٹل ہوٹل میں ان سے ملاقات کریں۔

اس اعلان کے بعد اخبار نویسوں نے ان سے سوالات کیے۔ بیشتر سوال اس شخص کی شناخت سے متعلق تھے' جس نے انہیں مذکورہ شہادت فراہم کی تھی اور یہ کہ شہادت کی نوعیت کیا ہے لیکن سر رحمان نے اس سلسلے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔

پریس کانفرنس کے اختتام کے بعد وہ یہ کہہ کر ریسٹورنٹ سے نکلے کہ اب وہ اگلے روز کی تیاری کی غرض سے ہوٹل جا رہے ہیں۔ ان کے نکلنے کے ذرا بعد مجھے احساس ہُوا کہ میں ان سے ایک بات پوچھنا بھول گیا ہوں۔ سو میں تیزی سے ریسٹورنٹ سے نکلا۔ مجھے بھاگنا پڑا۔ کارنر پر مجھے ان کی جھلک نظر آئی تھی۔ میں کارنر پر پہنچا تو وہ سڑک کراس کرنے کے بعد بغلی سڑک پر مڑنے والے تھے۔ میں نے چیخ کر انہیں آواز دی۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے آواز سنی تھی۔ بہرحال یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس کے بعد سب کچھ بہت تیزی سے ہُوا۔

میں نے نیلے رنگ کے ایک بہت بھاری ٹرک کو ڈگمگاتے ہوئے اس بغلی سڑک پر مڑتے دیکھا۔ ٹرک اچانک اور ڈگمگایا اور فٹ پاتھ پر چڑھ گیا۔ ٹرک کے سامنے والی گرل سر رحمان کے جسم سے ٹکرائی اور انہیں فضا میں اُچھال دیا۔ وہ سڑک پر گرے۔ وہ یقیناً بہت زخمی ہوں گے لیکن بات یہیں تک رہی ہوتی تو آج وہ یقیناً زندہ ہوتے۔ انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ٹرک پھر کسی شرابی کی طرح ڈگمگایا اور اسی طرف لپکا' جہاں آپ کے والد گرے تھے۔ اگلے ہی لمحے ٹرک پوری طرح ان کے جسم پر سے گزر گیا۔ اس سے پہلے کہ مجھ سمیت وہاں موجود لوگ سنبھلتے' ٹرک تیز رفتاری سے نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

شاید میں ان کی طرف لپکنے والوں میں سب سے پہلے ان تک پہنچا تھا۔ یہ طے ہے کہ ٹرک کی دوسری ٹکر ان کے لیے مہلک ثابت ہوئی تھی۔ پولیس اور ایمبولینس کی آمد سے پہلے ہی وہ دم توڑ چکے تھے۔

میرے لیے یہ سب کچھ دُہرانا بے حد تکلیف دہ ہے لیکن میں ایسا ایک خاص وجہ سے کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر سر رحمان کی موت کو ایک حادثہ قرار دیا گیا ہے .... میرے اپنے اخبار میں بھی لیکن جو کچھ میں نے دیکھا.... اپنی آنکھوں سے' وہ اس کی نفی کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں دیدہ و دانستہ ٹرک سے کچلا گیا تھا۔ جس وقت ٹرک بظاہر بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر چڑھا' اس کی رفتار بے حد کم تھی۔ اتنی کم کہ اس میں ٹرک کے بے قابو ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور جس وقت وہ پہلی بار آپ کے والد سے ٹکرایا تو وہ رفتار پکڑ رہا تھا اور انداز ایسا تھا جیسے ٹرک نے آپ کے والد کو خاص طور سے نشانہ بنایا ہو۔

پھر جب ڈرائیور اسے دوبارہ سڑک پر لایا تو آپ کے گرے ہوئے والد کو دیکھ چکا تھا اور یقیناً انہیں بچا سکتا تھا لیکن اس نے اس بار انہیں پوری طرح کچل دیا اور اس کے بعد اس نے ٹرک پوری رفتار سے دوڑا دیا۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ ٹرک اول و آخر پوری طرح اس کے قابو میں تھا۔

میں یہ حلفیہ نہیں کہہ سکتا.... اور ثابت بھی نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے' وہ حادثہ ہی ہو لیکن میں نے جو دیکھا' جو محسوس کیا' وہ آپ کو بتانا میرا فرض تھا۔ پولیس کو یہ بتانا بے سود تھا۔ میرے پاس ثبوت کوئی نہیں اور اخبار نویس ہونے کے ناتے پولیس یہی سمجھتی کہ میں مفروضے گھڑ کر اپنے اخبار کے لیے سنسنی خیز اسٹوری بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں خاموش رہا۔

لیکن آپ کو یہ سب کچھ بتانا ضروری تھا۔ ممکن ہے میرا شک آپ کی نظر میں کسی وجہ سے معقول ثابت ہو۔ کیا پتا ڈاکٹر رحمان کے دشمن بھی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا زخم کُریدا۔ کبھی برلن آنا ہو تو اخبار کے دفتر میں مجھ سے رابطہ کیجیے گا۔ مجھے خوشی ہو گی۔

خلوص کیش۔ پیٹرشنر"

سارہ دیر تک وہ خط لیے بیٹھی رہی۔ اس خط نے اس کے اعصاب ہلا کر رکھ دیے تھے قتل! وہ جانتی تھی کہ اس کا باپ بے حد شریف النفس اور بہت پیارا آدمی تھا۔ ایک اسکالر' جس کا روئے زمین پر ایک بھی دشمن نہیں تھا۔ کم از کم اس کے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

لیکن ایک پروفیشنل صحافی' جو اس حادثے کا عینی شاہد تھا اسے حادثہ نہیں قتل قرار دے رہا تھا۔ تو کیا وہ پاگل تھا؟ نہیں .... خط کا لہجہ اس کے خلوص کا مظہر تھا۔ بلکہ وہ یقیناً اچھا آدمی تھا ورنہ اتنی زحمت کیوں کرتا۔

اب سارہ کا ذہن صاف ہو رہا تھا.... بہتر طور پر کام کر رہا تھا۔

سوال یہ تھا کہ اس کے باپ کو اگر قتل کیا گیا تو کیوں؟ اس کے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں تھی۔ اس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی۔ لیکن وہ سوچتے سوچتے ٹھٹکی۔ ہاں .... سر رحمان کے پاس ایک چیز تھی۔ منفرد اور قیمتی۔ اس سے وہ چیز چھیننے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔ سر رحمان کے پاس ایک شہادت تھی .... ایک یقین تھا کہ اڈولف ہٹلر ۳۰ اپریل ۱۹۴۵ء کو نہیں مرا تھا۔

ممکن ہے' کوئی نہیں چاہتا ہو کہ یہ بات ثابت کی جائے!

سارہ نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اب تک وہ اپنے باپ کی معاون تھی۔ جونیئر پارٹنر۔ فیصلے سر رحمان کرتے تھے مگر اب وہ اکیلی تھی۔ فیصلے بھی اسے ہی کرنے تھے۔ اسے اپنے باپ کی جگہ لینی تھی۔ اس کے کام کو مکمل کرنا تھا۔ اس کے لیے اسے مغربی برلن جا کر ڈاکٹر میکس تھمیل سے ملنا تھا۔ اسے پروفیسر اوٹو بلوباخ اور اس رپورٹر پیٹر سے ملنا تھا۔ اسے حقیقت معلوم کرنا تھی۔ اگر پیٹر کی بات میں صداقت تھی تو وہ خود بھی خطرے میں تھی۔ اسے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔ تو پھر وہ خود کیوں نہ قاتل کو ایک اور کارروائی کرنے کی دعوت دے۔ یوں وہ دو معمے حل کر سکتی تھی۔ ایک باپ کی موت کا اور دوسرا اڈولف ہٹلر کے بچ نکلنے کے مفروضے کا!

--------*

سر عتیق الرحمان کی موت اور بیٹی کے اس عہد کو کہ وہ ہٹلر کی بائیوگرافی مکمل کرے گی' دنیا بھر کے اخبارات میں جگہ ملی۔ وہ کوئی بڑی خبر نہیں تھی لیکن تقریباً ہر جگہ اس میں دلچسپی لینے والے موجود تھے۔

لینن گراڈ کے آرٹ میوزیم ہری میج کے نئے کیوریٹر نکولس کیرخوف نے پراودا کے اندرونی صفحے پر وہ خبر پڑھی۔ نکولس نے جماہی لی۔ اس خبر میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ وہ سر رحمان کو جانتا تھا۔ بس وہ اتنا جانتا تھا کہ وہ ہٹلر کے بارے میں ایک تحقیقی کتاب لکھ رہا تھا۔ ہٹلر کی وجہ سے اس نے وہ خبر پڑھ بھی لی تھی۔

کیرخوف کو زمانہ طالب علمی سے فاشسٹ عفریت ہٹلر سے خصوصی دلچسپی تھی۔ نکولس کیرخوف آرٹ کا ایکسپرٹ تھا۔ اسے ہمیشہ حیرت ہوتی تھی کہ ہٹلر جیسا جنونی شخص بھی ایک زمانے میں آرٹسٹ رہا تھا۔ ہٹلر نے واٹر کلر اور آئل میں خاصی تصویریں بنائی تھیں اور اسے تعمیرات اور موسیقی سے بھی محبت تھی۔ روس کی مٹی کو لہو میں گوندھنے والا قاتل .... اور آرٹسٹ! کیسا ناقابل یقین تضاد تھا۔ ہٹلر کی دہری شخصیت کو سمجھنے کی غرض سے کیرخوف نے ہٹلر کے آرٹ کے نمونے جمع کرنے شروع کر دیے تھے۔

جیسے لوگ ڈاک ٹکٹ' پرانے سکے اور دوسری چیزیں جمع کرتے ہیں' ویسے ہی کیرخوف ہٹلر کی ڈرائنگز اور پینٹنگز جمع کرتا تھا۔ ہٹلر کی آٹھ تصویریں اسے روس میں ملی تھیں۔ تین مشرقی برلن اور چار ویانا سے ہاتھ لگی تھیں۔ ان کے اس نے فوٹوگراف

حاصل کر لیے تھے۔ تاکہ انہیں اسٹڈی کر سکے پھر چھ ماہ پہلے وہ ہری میج کا نگراں مقرر ہوا تو اس نے وہ پینٹنگز مستعار لے لیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہ کیوں جمع کر رہا ہے۔ شاید کسی مضمون کے لیے .... یا صرف دکھانے کے لیے۔ مقصد ابھی تک اس پر واضح نہیں ہوا تھا۔ بس وہ اتنا ہی جانتا تھا کہ اس کے پاس ہٹلر کی پندرہ پینٹنگز ہیں .... اور وہ اور بھی جمع کرنا چاہتا ہے۔

اس اعتبار سے کیرخوف کے لیے وہ ایک سنسنی خیز دن تھا۔ اتفاقاً اسے ہٹلر کی سولہویں پینٹنگ دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ ایسی تصویر جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایک ہفتہ پہلے اسے کوپن ہیگن سے ایک خط موصول ہوا تھا۔ جارجیو رکی نامی اطالوی نژاد امریکن شخص نے وہ خط لکھا تھا۔ جارجیو ناروے کے ایک جہاز رائل وائی کنگ اسکائی میں اسٹیورڈ کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس کے پاس معمولی تصاویر کا چھوٹا سا ذخیرہ تھا۔ حال ہی میں وہ مغربی برلن گیا۔ وہاں اسے ایک اچھی ساکھ والی گیلری سے ایک بغیر دستخط کی تصویر ملی، جسے اڈولف ہٹلر سے منسوب کیا گیا تھا۔ جارجیو کو یقین نہیں تھا کہ وہ ہٹلر کی بنائی ہوئی ہے پھر اس کی نظر ایک رسالے میں شائع ہونے والے ایک مضمون پر پڑی۔ مضمون نازی آرٹ کے متعلق تھا۔ اس میں ہٹلر کی ابتدائی پینٹنگز کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔ اس میں ان لوگوں کا تذکرہ بھی تھا، جنہیں ہٹلر کی فنکارانہ کاوشوں پر ایکسپرٹ سمجھا جاتا تھا۔ ان میں نکولس کیرخوف کا نام بھی تھا۔

جارجیو کا جہاز لینن گراڈ پر دو دن کے لیے رکنے والا تھا۔ اس کے خیال میں یہ کیرخوف کو ہٹلر کی وہ تصویر دکھانے اور اس پر رائے لینے کا اچھا موقع تھا۔ جارجیو نے امید ظاہر کی تھی کہ کیرخوف اسے تھوڑا سا وقت دے سکے گا۔ اس کے جواب میں کیرخوف نے جارجیو کو ٹیلی گرام کیا تھا کہ اسے جارجیو سے مل کر خوشی ہوگی۔ اس کے بعد کیرخوف نے لینن گراڈ کے کسٹم آفس کو جارجیو کے سلسلے میں ہدایات دی تھیں۔

اور آج جارجیو رکی لینن گراڈ پہنچنے والا تھا۔ کیرخوف نے اپنی میز پوری طرح صاف کر دی۔ وہ جارجیو کی آمد کا بے چینی سے منتظر تھا۔

یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ کیرخوف چالیس سال کی عمر میں ہری میج جیسے روس کے سب سے بڑے میوزیم کا نگراں بن گیا تھا۔ اسے ہری میج سے پہلی ہی نظر میں عشق ہو گیا تھا۔ ہری میج کی پانچ عمارتیں تھیں۔ ونٹر پیلس، چھوٹا ہری میج، بڑا ہری میج، ہری میج تھیٹر اور نیا

ہری میج۔ پہلی چار عمارتیں دریائے نیوا کے مغربی کنارے پر ایک قطار میں تھیں۔ کیرخوف کو فنڈز کی ضرورت تھی۔ وہ ونٹر پیلس پر نیا رنگ و روغن کرانا چاہتا تھا۔ وہاں دفاتر تھے لیکن فنڈز جتنے بھی تھے آرٹ کے شہ پاروں کے حصول میں صرف ہو جاتے تھے۔ ویسے میوزیم شہ پاروں کے لحاظ سے بہت مال دار تھا۔ وہاں بڑے بڑے آرٹسٹوں کی نادر پینٹنگز موجود تھیں۔

کیرخوف نے اپنے پہلے چھ ماہ میں تمام شاہ پاروں کو ترتیب سے رکھنے کے کام پر توجہ دی تھی۔ اس نے میوزیم میں موجود آٹھ ہزار روغنی تصاویر کا نیا کیٹلاگ تیار کرایا۔ وہ پہلی نمائش کے لیے ضروری تھا۔ کیرخوف سوچتا رہتا تھا کہ پہلی نمائش کو کسی غیر معمولی ترکیب سے اتنا مقبول بنائے کہ اس کے بعد ہری میج کی نمائشوں میں لاکھوں افراد اشتیاق سے آئیں۔

دروازے پر ہلکی سی دستک نے اسے چونکا دیا پھر اس کی سیکریٹری نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا "مسٹر رکی تشریف لے آئے ہیں جناب ...."

"انہیں بھیج دو" کیرخوف نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

چند لمحے بعد جارجیو رکی کمرے میں داخل ہوا۔ تصویر اس کی بغل میں دبی ہوئی تھی۔

"مسٹر کیرخوف، میں جارجیو رکی ہوں" اس نے کیرخوف کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

کیرخوف نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا "مجھے خوشی ہے کہ آپ آئے" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا "تشریف رکھئے۔ کیا پئیں گے؟ پیپسی، واڈکا، کافی .... جو آپ کہیں"۔

"جی شکریہ۔ مگر میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا" جارجیو نے مسکراتے ہوئے کہا "خود میرے پاس بھی وقت زیادہ نہیں ہے"۔

جارجیو نے تصویر اپنی گود میں رکھ لی "گیلری والوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ تصویر ہٹلر ہی کی بنائی ہوئی ہے مگر دستخط نہ ہونے کی وجہ سے مجھے سستی مل گئی۔ اب یہ فیصلہ تو آپ کریں گے کہ ایسا ہے یا نہیں؟"

کیرخوف کا تجسس سے برا حال تھا۔ "آپ مجھے دکھائیں تو؟"

اس دوران رکی نے لپٹا ہوا کاغذ کھول کر تصویر نکال لی تھی "میں نے اسے فریم سے نکال لیا تھا" اس نے کہا اور تصویر کیرخوف کی طرف بڑھا دی۔

کیرخوف نے دودھیا روشنیاں آن کیں اور تصویر کا جائزہ لیا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ تصویر کا سائز ۱۲ x ۱۵ ہے۔ وہ کینوس پر ڈارک آئل سے بنائی گئی تھی۔ وہ کسی موسم زدہ سرکاری عمارت کی پینٹنگ تھی۔ لگتا تھا' آرٹسٹ نے سڑک کے دوسری طرف سے عمارت کو دیکھ کر کینوس پر پینٹ کیا ہے۔ وہ چھ منزلہ' پتھر کی عمارت تھی۔

"شاید' کوئی سرکاری عمارت ہے" کیرخوف نے کہا "اور یہ ہٹلر کی بنائی ہوئی ہو سکتی ہے۔ لینز' ویانا اور میونخ میں اس نے عمارتوں کو پینٹ کرنے میں بہت دلچسپی لی تھی لیکن یہ عمارت میں نہیں پہچانا' اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ "تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ یہ کیا ہے؟"

"اس کے متعلق تو گیلری والے بھی یقین سے نہیں بتا سکتے"۔ رکی نے جواب دیا "لیکن یہ انہوں نے یقین سے کہا کہ یہ ہٹلر کی بنائی ہوئی تصویر ہے"۔

"اور اس یقین کی وجہ؟"

"انہوں نے کہا کہ یہ وہ ظاہر نہیں کر سکتے۔ تصویر انہیں اسی شرط پر دی گئی تھی" رکی ہچکچایا "میرا خیال ہے' تصویر بیچنے والا ہٹلر کے اس دور اور اس تصویر سے اپنا تعلق چھپانا چاہتا ہو گا"۔

"ہاں' ممکن ہے" کیرخوف نے کہا۔ وہ تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا "ویسے ہٹلر نے عام طور پر اتنے بڑے کینوس پر پینٹ نہیں کیا تھا۔ اندازہ ہے کہ اس نے تین سو کے لگ بھگ تصویریں پینٹ کی تھیں مگر بچی کم ہی ہیں۔ جوانی میں اس نے لنز میں کچھ ڈرائنگ کیں۔ وہاں وہ ہائی اسکول میں پڑھتا تھا پھر ۱۹۰۷ء میں وہ ویانا گیا۔ اکیڈمی آف فائن آرٹس میں داخلے کے لیے۔ وہاں دہرا ٹیسٹ ہوتا تھا۔ پہلے تو ہٹلر کو تصویر کشی کرنے کو کہا گیا۔ دوسرے حصے میں اس کے تخیل کو آزمایا گیا۔ اس کی ڈرائنگ کو غیر تسلی بخش قرار دیا گیا۔ ایک سال بعد ہٹلر دوبارہ داخلے کی غرض سے آیا۔ وہ جو نمونے لایا تھا' انہیں مسترد کر دیا گیا اور اس بار ٹیسٹ لینے کی زحمت بھی نہیں کی گئی"۔

"چنانچہ وہ سیاست داں بن گیا" رکی نے تبصرہ کیا۔

"نہیں۔ لیکن وہ تلخ ہو گیا۔ اس نے داخلہ نہ ملنے کو یہودیوں کی سازش قرار دیا۔ بہرحال وہ پینٹ کرتا رہا۔ اسی پر اس کی گزر اوقات ہوتی تھی۔ اس نے پوسٹ کارڈ سائز میں واٹر کلر کا کام کیا۔ اصل پوسٹ کارڈز کی نقول بنائیں۔ اس کا ایک دوست تھا۔ وہ پچاس فیصد پر وہ تصویریں فروخت کرتا پھرتا تھا"۔

"اس نے بڑی تصویریں پینٹ نہیں کیں؟"

"ہاں۔ کچھ پوسٹ کارڈ سائز سے ڈبل .... اور کچھ اسی سائز کی آئل' جیسی تم لائے ہو۔ بلکہ اس نے کچھ پوسٹرز بھی بنائے۔ وہ دس سے پندرہ ڈالر تک دلا دیتی تھیں۔ انسانوں کو وہ محسوس ہی نہیں کر سکتا تھا مگر اس کے پاس عمارتوں کے لیے بہت اچھی نگاہ تھی۔ وہ میونخ گیا تو اس نے خود کو تعمیراتی پینٹر کی حیثیت سے رجسٹر کرایا"۔ کیرخوف نے کچھ توقف کیا "ہٹلر کے ذوق کے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ ممکن ہے' یہ ہٹلر نے پینٹ کی ہو" کیرخوف ہاتھ میں تصویر لے کر کھڑا ہو گیا "ایک منٹ"۔

اس نے اپنی سیکریٹری کے کمرے کا دروازہ کھول کر پکارا "سونیا.... کامریڈ زورین کو یہ تصویر دکھاؤ" اس نے پینٹنگ سیکریٹری کو دی "اس سے کہنا کہ یہ بغیر دستخط کی تصویر ہٹلر کی ہو سکتی ہے۔ مجھے اس پر اس کی رائے درکار ہے" پھر وہ اپنی میز کی طرف لوٹ آیا "میری طرح کامریڈ زورین کو بھی ہٹلر کی اولین جوانی کی حماقتوں میں خصوصی دلچسپی ہے۔ ہٹلر عمارتوں کو بڑے شوق سے پینٹ کرتا تھا۔ اقتدار میں آنے کے بعد اس نے بیشتر تصویریں تلف کرا دیں لیکن ہٹلر اپنے کام سے ناخوش نہیں تھا۔ ایک بار اس نے اپنے آرکیٹیکٹ البرٹ اسپیئر کو اپنا ایک چرچ کا کینوس دیا' جو اس نے ۱۹۰۹ء میں پینٹ کیا تھا۔ اپنے کچھ اور پسندیدہ کینوس اس نے گوئرنگ اور مسولینی کو بھی دیے تھے"۔

جارجیو رکی آگے کی طرف جھک آیا "تو آپ کا خیال ہے کہ یہ مستند طور پر ہٹلر کی بنائی ہوئی تصویر ہے؟"

"اس میں ہٹلر کے برش کی تمام خصوصیات موجود ہیں سب سے پہلی بات یہ کہ یہ ایک عمارت کی تصویر ہے۔ پھر یہ اسٹائل ہٹلر کا ہے۔ ہٹلر فوٹوگرافک انداز کو بہت سراہتا تھا۔ اسے حقیقت پسندانہ قرار دیتا تھا۔ حالانکہ ایسے فن میں تخیل کا رنگ' جدت اور ندرت بالکل نہیں ہوتی ہے۔ ہاں دوست' میرے خیال میں یہ تصویر ہٹلر کی بنائی ہوئی ہے"۔

"مجھے امید ہے" رکی نے نروس انداز میں کہا۔ وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ حملہ آنے ہی والا ہے۔

دس منٹ تک کیرخوف رکی کو ہٹلر کے عہد کے فن کے متعلق بتاتا رہا پھر دروازے

پر دستک ہوئی۔ کیرخوف نے اپنی سیکریٹری سے تصویر لی۔ ساتھ میں ایک نوٹ بھی تھا۔ کیرخوف نے اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد نوٹ پڑھا اور سرہلاتے ہوئے بولا "میرا ایکسپرٹ بھی اس تصویر کے سلسلے میں مجھ سے متفق ہے لیکن اتنے سرسری معائنے پر سوفیصد یقین سے نہیں کہا جاسکتا" اس نے تصویر رکی کی طرف بڑھائی

رکی نے کہا "میں شکرگزار ہوں۔ اس کا صلہ...."

"کچھ بھی نہیں" کیرخوف مسکرایا "مجھے تو خوشی ہے کہ مجھے ہٹلر کی ایک اور پینٹنگ دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ کو ہٹلر کے ذخیرے میں اضافہ مبارک ہو"۔

رکی نے تصویر لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا' میرے پاس ہٹلر کا کوئی ذخیرہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے ہٹلر کے آرٹ سے کوئی دلچسپی بھی نہیں۔ بلکہ آپ چاہیں تو روسی سنگی شبیہہ کے بدلے یہ تصویر رکھ سکتے ہیں"۔

کیرخوف کے پاس روسی آئیکنز کی کوئی کمی نہیں تھی! اس نے رکی کو ایک اوسط درجے کا آئیکن دے کر وہ تصویر لے لی۔ "لیکن ایک بات ہے" اس نے کہا "آپ مجھے مغربی برلن کی اس گیلری کا نام ضرور بتادیں' جہاں سے آپ نے تصویر خریدی تھی"۔

"اس وقت تو مجھے گیلری کا نام یاد نہیں۔ برلن کے ڈاؤن ٹاؤن کے علاقے میں تھی وہ" اس نے ذہن پر زور دینے کی کوشش کی پھر اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا "خیر.... رسید تو میرے پاس ہے۔ اس پر نام مل جائے گا۔ میں واپس پہنچتے ہی آپ کو خط لکھ دوں گا"۔

"یاد رکھئے گا۔ یہ ضروری ہے"۔

جارجیورکی کے جانے کے بعد کیرخوف تصویر دیکھتا اور مسکراتا رہا۔ اس وقت اسے ایک اچھوتا خیال سوجھا تھا۔ اس سے ہری میچ کی نمائش کو پبلسٹی ملتی' اس کی مقبولیت بڑھتی۔ اس نے سوچا کہ ٹاپ فلور پر وہ ہٹلر کی تصویروں کے لیے جگہ مخصوص کردے گا .... اور وہاں بینر لگے گا.... فاشسٹ قاتل اڈولف ہٹلر کا فن .... اور وہاں چاروں دیواروں پر پینٹنگز کے ساتھ ہٹلر کی مچائی ہوئی تباہی کے فوٹوگراف ہوں گے .... تباہ شدہ عمارتیں' لاشوں کے انبار' ہٹلر کے عقوبت خانوں کی تصویریں۔ اور ان کے درمیان ہٹلر کی بنائی ہوئی پینٹنگز!

ہری میچ کے نگراں کی حیثیت سے اس کی پہلی نمائش دھوم مچادے گی.... لوگ اسے کبھی نہیں بھولیں گے!

لیکن ایک بات تھی۔ ہٹلر کی اس تازہ پینٹنگ کو جو اسے جارجیورکی سے ملی تھی' لاکھوں افراد ہٹلر کے کام کی حیثیت سے دیکھیں گے۔ ان میں کوئی ایک ایسا بھی ہوسکتا ہے جو اس کے حقیقی ہونے کا ثبوت طلب کربیٹھے۔ یہ پوچھے کہ یہ عمارت کون سی ہے اور کس شہر میں' کہاں واقع ہے؟

اس کے لیے کچھ کرنا تھا۔ فوری طور پر! نکولس کیرخوف کی یادداشت میں ایک نام گونجا.... پروفیسر اوٹو بلوباخ۔ اس نے اس کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا۔ وہ ہٹلر اور اس کی تیسری جمہوریہ پر اتھارٹی مانا جاتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں اس کی مدد کرسکتا تھا۔ اگلے ہفتے کیرخوف اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ سالانہ تعطیلات گزارنے کے لیے سوشی جارہا تھا .... یعنی کام اور آسان ہوگیا۔ وہ بیوی اور بیٹے کو پہلے ہی بھیج دیتا اور خود ایک ہفتہ پہلے مشرقی برلن میں گزارتا.... بلوباخ سے ملاقات کرتا۔ تصویر پر اس کی رائے اور معلومات حاصل کرنے کے بعد بیوی بیٹے سے جاملتا۔ کام کا کام' تفریح کی تفریح۔

وہ خوش تھا.... بہت خوش!

--------*

احمد جاہ' جاہ ایسوسی ایٹس' آرکیٹیکٹ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اس کی سیکریٹری اس کے سامنے کافی کی پیالی اور لاس اینجلز ٹائمز کا تازہ شمارہ رکھ رہی تھی۔ "میں نے آپ کی میز صاف کردی ہے"۔ وہ بولی "تاکہ آپ خاتون کے لیے تیار ہوجائیں"۔

"کون خاتون؟" احمد جاہ نے حیرت سے پوچھا۔

"لاس اینجلز میگزین کی رپورٹر' جو آن سائرز۔ وہ سوا دس بجے آئے گی۔ وہ جنوبی کیلی فورنیا کے بڑے آرکیٹیکٹس پر فیچر لکھ رہی ہے"۔

"میں تو بھول ہی گیا تھا" احمد جاہ بڑبڑایا۔

سیکریٹری آئرین کے جانے کے بعد اس نے کافی کا گھونٹ لیا اور اخبار کی طرف متوجہ ہوگیا پھر اس نے اپنا پائپ سلگایا۔ اسی لمحے صفحہ نمبر پانچ پر اس کی نظر ایک خبر پر ٹھہر گئی۔ وہ ڈاکٹر سرعتیق الرحمان کی تدفین کی خبر تھی۔ ساتھ ہی اس حادثے کی تفصیل بھی تھی' جس میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

اسی لمحے آئرین نے انٹرکام پر مس سائرز کی آمد کی خبر دی۔

"آئرین .... تمہیں معلوم ہے کہ سررحمان کا برلن میں ایک حادثے میں انتقال ہوگیا

ہے؟ میں نے تو ابھی پڑھا ہے...."

"جی.... مجھے تو معلوم نہیں تھا"۔

"یقین نہیں آتا۔ یہ تو سب کچھ بدل کر رہ گیا ہے۔ مجھے تو جمعے کو آکسفورڈ جا کر ان سے ملنا تھا"۔

"جی.... آپ کی ریزرویشن میں کرا چکی ہوں"۔

"اب میں کیا کروں؟" احمد جاہ نے بے بسی سے کہا "خیر.... اس انٹرویو کے بعد اس سلسلے میں بات کریں گے۔ تم ایک منٹ بعد مس سائزز کو بھیج دو"۔

وہ بیٹھ کر اس مسئلے پر غور کرتا رہا۔ وہ اپنے فاضل وقت میں پچھلے تین سال سے ایک کتاب پر کام کر رہا تھا۔ وہ ایک ضخیم کتاب تھی' جس میں تصویریں بھی تھیں۔ ان کا عنوان تھا.... ہزار سالہ تیسری جرمن جمہوریہ میں تعمیرات۔ اس میں ہٹلر کے عہد میں یورپ میں تعمیر ہونے والی تمام عمارتوں کی تصاویر تھیں۔ ان میں بہت سی تو اب ملبے کا ڈھیر تھیں مگر پرانی تصویریں بہرحال مل گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ان عمارتوں کے مکمل نقشے بھی تھے جو ہٹلر جنگ جیتنے کے بعد تعمیر کرانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کے لیے احمد جاہ بطور خاص جرمنی گیا تھا اور ہٹلر کے سب سے پسندیدہ آرکیٹیکٹ البرٹ اسپیئر سے ملا تھا۔ اس کی مدد سے معلومات مکمل ہوئی تھیں۔ اس کتاب کے لیے اسے نیویارک میں ایک اچھا پبلشر بھی مل گیا تھا۔ اس نے کتاب مکمل کرنے کے لیے اسے ایک تاریخ بھی دے دی تھی۔ احمد جاہ کو یقین تھا کہ وہ کتاب تعمیراتی دنیا میں اس کی ساکھ میں اضافے کا سبب بنے گی۔

اپنے نوٹس کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی نظر سے ایک اہم بات گزری۔ اسپیئر نے اپنے ایک قابل اعتماد ساتھی کو ہٹلر کے لیے سات عمارتیں تعمیر کرنے کا کام سونپا تھا۔ اپنے لے آؤٹ کو چیک کرتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ ڈیزائن تو دور کی بات ہے' اس کے پاس ان سات عمارتوں کے فوٹوگراف بھی نہیں ہیں۔ ان کے بغیر اس کا کام نامکمل تھا۔ پبلشر اس کتاب کی نازی عہد کی تعمیرات پر واحد اور ہر اعتبار سے مکمل کتاب کی حیثیت سے پبلسٹی کر رہا تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ اس کے لیے کتاب مکمل کر کے دینے کی تاریخ میں اب صرف تین ماہ رہ گئے تھے۔

پوری کوشش کے باوجود احمد جاہ ان عمارتوں کی ڈرائنگ تو کیا' اسپیئر کے اس ساتھی کا

نام بھی معلوم نہیں کر سکا تھا' جسے ان سات عمارتوں کا کام سونپا گیا تھا پھر اسے سر رحمان کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ایسے آدمی ہیں' جو ہٹلر کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ اس نے اس سلسلے میں سر رحمان سے مدد کی درخواست کی۔ انہوں نے بخوشی اسے آکسفورڈ میں اپنے گھر پر ملاقات کا وقت دے دیا۔ احمد جاہ کا ارادہ تھا کہ آرکیٹیکٹ کا نام معلوم کرنے کے بعد وہ مغربی برلن جا کر اس آرکیٹیکٹ سے ملے گا اور اگر وہ زندہ نہ ہوا تو اس کی فیملی سے وہ ڈیزائن مانگ لے گا۔

مگر اب سر رحمان کی موت کے بعد وہ پھر اندھی گلی میں کھڑا تھا۔

دروازہ کھلا اور آئرین کی آواز نے اسے چونکا دیا "مسٹر جاہ' لاس اینجلز میگزین کی مس جوآن سائزز آ گئی ہیں"۔

جوآن سائزز نے اپنا ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھتے ہوئے احمد جاہ سے مزاج پرسی کی "امید ہے' آپ کو ٹیپ ریکارڈر پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اس میں غلط فہمی کا امکان نہیں رہتا"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں آپ کو گفتگو ٹیپ کرنے دوں گا۔ آپ مجھے پائپ پینے کی اجازت دیں" احمد جاہ نے شگفتگی سے کہا۔

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔ ہلاکت تو آپ ہی کے حصے میں آئے گی...." جوآن نے مسکرائے بغیر کہا پھر اس نے ٹیپ ریکارڈر کو چیک کیا۔ اسے سیٹ کرنے کے بعد اس نے اپنے پرس سے سوالات کا صفحہ نکالا "میں جنوبی کیلی فورنیا کے اہم آرکیٹیکٹس پر ایک طویل آرٹیکل کر رہی ہوں۔ میں نے آپ پر ریسرچ کی اور آپ اس آرٹیکل میں شمولیت کے اہل ثابت ہوئے"۔

"بڑی مہربانی آپ کی"۔

"تو پھر شروع کروں؟ آپ بھی بہت مصروف آدمی ہیں"۔

"جی ضرور...."

"آپ آرکیٹیکٹ کب بنے؟ جب آپ فوج میں گئے' اس وقت تو نہیں تھے؟"

"فوج سے نکلنے کے بعد میں کالج میں گیا تو مجھے تعمیرات میں دلچسپی پیدا ہو گئی"۔

"تو اس سے پہلے کی بات کریں نا۔ آپ ویت نام میں دو سال رہے؟"

احمد جاہ کا موڈ بگڑنے لگا "جی ہاں"۔

"آپ کو فوج میں بھرتی کیا گیا تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟؟"

"بیس سال" احمد جاہ نے کہا "اور بھرتی ہونے میں حب الوطنی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ویت نام کا مسئلہ کیا ہے۔ بس حکم حاکم مرگ مفاجات والی بات تھی۔"

"پھر؟"

"میں چوبیسویں کورپس میں ایک انجینئرنگ گروپ سے وابستہ ہیلی کاپٹر پائلٹ تھا" احمد جاہ جیسے کہیں کھو گیا "ہم آرٹلری اور ایم پی بٹالین کے ساتھ تھے۔ لاؤس سرحد کے پاس کوانگ تری صوبے میں ہم نے ایکشن دیکھا۔ ہمارے ساتھی خاصی تعداد میں ہلاک اور زخمی ہوئے۔ میرا ہیلی کاپٹر گرا لیا گیا تھا۔ چنانچہ میں نے پرواز سے زیادہ وقت اپنی ایم ۱۶ رائفل کے ساتھ گزارا پھر میری ٹانگ میں بم کا ایک ٹکڑا لگا۔ سرجری کے بعد ۷۱ء کے اواخر میں مجھے ڈسچارج کر دیا گیا۔"

"اب آپ کی ٹانگ کا کیا حال ہے؟"

"ہفتے میں تین بار پانچ میل کی جاگنگ کرتا ہوں۔ ۳۶ سال کی عمر میں بالکل فٹ ہوں۔ جنگ کے بعد میں نے برکلے میں یونیورسٹی آف کیلی فورنیا میں داخلہ لیا۔ وہیں مجھے تعمیرات سے دلچسپی ہوئی۔"

"تعمیرات ہی کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ میرے والد انجینئر تھے" وہ کہتے کہتے رکا۔ پھر بولا "نہیں۔ بات کچھ اور تھی۔ زمانہ جنگ کے کچھ محسوسات تھے۔ میں نے زندگی کے دو برس تخریب کاری میں گزارے تھے۔ توڑ پھوڑ میں حصہ لیا۔ ردعمل کے طور پر مجھ میں فوری طور پر تعمیر کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔"

جو آن سائزر اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی' بالآخر اس نے پوچھا "واقعی؟ یہی بات تھی؟"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ تہذیب کا یہی تقاضا.... یہی مطلب ہے۔ ہر تباہی کے بعد انسان فوری طور پر تعمیر کی طرف راغب ہوتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ برکلے میں اسکول آف آرکیٹیکچر ہے۔ میں نے چار سال وہاں تعلیم حاصل کی اور تعمیرات کی ڈگری لی۔"

"پھر آپ نے اپنا آفس کھول لیا؟"

"نہیں۔ ایک دم تو یہ ممکن نہیں تھا۔ دو سال کی اپرنٹس شپ کرنی پڑتی ہے۔ اس کے بعد اسٹیٹ بورڈ گریجویٹ کا امتحان لیتا ہے۔ ایک ہفتے ڈیزائن اور ڈرائنگ کا امتحان ہوتا ہے پھر آدھا دن زبانی امتحان۔ میں نے وہ امتحان پاس کیا اور آرکیٹیکٹ بن گیا۔"

"اپنے ابتدائی پروجیکٹس کے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"ابتدا میں آسان کام کیا۔ ایک کیمونٹی سینٹر' ایک بینک اور ایسے ہی کچھ کام پھر ایک صاحب نے مجھ سے اپنا ساحلی بنگلہ بنوایا۔ اس کے بعد کام چل نکلا۔"

"آپ کو یہ آفس قائم کیے کتنا عرصہ ہوا ہے؟"

"اوں.... ہوں.... چھ سال ہو گئے۔"

جو آن نے اپنے پرس میں سے نوٹس سے ملتی جلتی کوئی چیز نکالی اور اس کا جائزہ لینے کے بعد بولی "ہماری فائلیں بتاتی ہیں کہ اپنا بزنس شروع کرنے کے چار سال بعد آپ نے شادی کر لی۔"

احمد ہچکچایا "جی ہاں۔ لگتا ہے' آپ نے مجھ پر خاصا ہوم ورک کیا ہے۔"

"ویلیری گرانج.... ارب جی چارلس گرانج کی بیٹی۔ درست ہے نا؟"

"درست ہے" احمد جاہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"گذشتہ سال آپ کی طلاق ہو گئی؟"

"یہ تو سب کو معلوم ہے۔"

"آپ نے دوبارہ شادی کی؟"

"جی نہیں۔"

"آپ مجھے اپنی شادی.... اپنی طلاق کے متعلق کچھ بتائیں گے؟ انسانی نوعیت کی جزئیات.... پرسنل ٹچ اسٹوری میں جان ڈال دیتا ہے۔ کچھ بتائیے نا!"

احمد جاہ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ اسے بہت کچھ بتا سکتا تھا لیکن وہ چھپنے کے لیے نہیں تھا۔ اپنی مختصر ازدواجی زندگی کے بارے میں وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس نے خود سے عہد کیا تھا۔ اس نے کبھی کسی کے سامنے ویلیری کا نام بھی نہیں لیا تھا۔ سوچا بھی نہیں تھا لیکن اب وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے ویلیری کو پہلی بار دیکھا تو اس کی نگاہیں خیرہ ہو گئی تھیں۔ وہ بے حد حسین' بے حد مہذب اور

شاندار لڑکی تھی۔ وہ اپنی قسمت پر نازاں تھا کہ ویلیری نے اس جیسے عام آدمی کا انتخاب کیا ہے۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ سب آغاز ہی سے غلط ہے۔ ویلیری کوئی دیانتدار لڑکی نہیں تھی۔ اسے تفریحات کے سوا کسی چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ وہ سطحی لڑکی تھی۔ باپ کی دولت نے اسے بگاڑ دیا تھا۔ تقریبات میں شرکت کرنے کے سوا اسے کوئی کام نہیں تھا۔ وہ اخبارات کے افواہی کالموں کی زینت بنی رہتی تھی۔

دوسری طرف چارلس اپنے داماد کو اوپر لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے کچھ کا کچھ بنا دینا چاہتا تھا لیکن احمد جاہ اپنے بل بوتے پر کچھ بننے کا خواہاں تھا اور اپنے اس مؤقف میں بے حد غیر لچک دار تھا۔ جبکہ ویلیری اس کی معمولی آمدنی پر روپیٹ کر گزارا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اسے مجبور کرتی رہی اور وہ انکار کرتا رہا۔ ویلیری کے لیے احمد جاہ اور اس کا آفس باعث شرمندگی تھا اور احمد جاہ اس کی بے راہ روی سے عاجز تھا۔ وہ جسے رسوائی سمجھتا تھا' ویلیری اسے شہرت قرار دیتی تھی۔

اور سب سے بڑھ کر مذہب کا فرق تھا' جسے احمد جاہ نے ابتدا میں کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

طلاق کے بعد احمد جاہ کو کام کے سوا کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہی پھر اسے ہٹلر کے عہد کی تعمیرات کا آئیڈیا سوجھ گیا۔ اس نے فرصت کی ساعتیں اس کتاب کے نام کر دیں۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ عورتوں کو ٹھیک طرح سے سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

جو آن سائرز نے اسے چونکا دیا "آپ نے جواب نہیں دیا میری بات کا۔ آپ اس سلسلے میں کچھ کہیں گے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"اپنی شادی اور طلاق کے متعلق بتائیں۔ یہ خاصا رنگین پس منظر ہو گا۔"

احمد جاہ تن کر بیٹھ گیا۔ اسے اس جارحیت پسند رپورٹر پر غصہ آ رہا تھا "خاتون.... آپ ایک آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے میرا انٹرویو لے رہی ہیں۔ شوہر کی حیثیت سے نہیں۔ اب آپ اِدھر اُدھر کی کوئی بات نہیں کریں گی۔ اپنے موضوع پر بات کریں ورنہ گڈ بائی۔"

جو آن پریشان ہو گئی کہ اسٹوری ہاتھ سے نہ نکل جائے "آئی ایم سوری! آپ ٹھیک

کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ میری نیت خراب نہیں تھی لیکن اب ذاتی نوعیت کے سوال نہیں کروں گی۔"

احمد جاہ پُرسکون ہو گیا۔ لڑکی کافی معقول تھی "ٹھیک ہے' اور پوچھو؟"

"پچھلے چھ برسوں کی بات کریں۔ یہ سب کچھ آپ نے تنہا کیا ہے؟"

"نہیں .... یہ ایک آدمی کے بس کا کام نہیں۔ آئرین میری سیکریٹری اور بک کیپر ہے۔ دو اور افراد بھی ہیں۔ میں مؤکلوں سے ملتا ہوں۔ اسٹرکچر کا ڈیزائن میں کرتا ہوں پھر فرینک کی باری آتی ہے۔ وہ ڈیزائنر نہیں' پروفیشنل ڈرافٹس مین ہے۔ گراہم جنرل کنسٹرکٹر ہے۔ انجینئرنگ اس کا شعبہ ہے۔ وہ بلیو پرنٹس کے مطابق تعمیر کرتا ہے۔"

"فرض کریں' میں آپ سے ایک مکان تعمیر کرانا چاہتی ہوں؟ اب آپ کیسے اسٹارٹ لیں گے؟"

احمد جاہ چند لمحے سوچتا رہا "دیکھیں' میں خود کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرتا ہوں۔" بالآخر اس نے کہا "مکان تو آپ کی خواہش کے مطابق بنے گا۔ آرکیٹیکٹ تو آپ کی خواہش کے مطابق ہی عمل کرے گا۔ مجھے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ میرے کلائنٹ کے ذہن میں کیا ہے۔"

"میں تو سمجھی تھی کہ اس فیلڈ میں تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کے زیادہ مواقع ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہے" جاہ نے اسے یقین دلایا "مجھے ایک بار معلوم ہو جائے کہ آپ کیا چاہتی ہیں پھر میں تخلیق کے شعلے کے بھڑکنے کا انتظار کرتا ہوں۔ میں رقبے کو ذہن میں رکھ کر اس کی کمپوزیشن کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں کلائنٹ کی خواہشات کو بہتر طور پر عملی شکل دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک بار تخلیقی جوہر متحرک ہو جائے تو میں کام شروع کر دیتا ہوں لیکن میں سب کچھ اپنے کلائنٹ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ عام طور پر چار ہفتے میں میرا آئیڈیا اور فرینک کا ہنر کاغذ پر نمودار ہو جاتا ہے۔"

کچھ دیر اِدھر اُدھر کے سوالات ہوتے رہے پھر جو آن نے پوچھا "آپ اس کے علاوہ بھی کچھ کام کرتے ہیں؟ مثلاً لیکچر دینا؟"

"نہیں۔ لیکن لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"لکھنا.... کیا؟ کوئی کتاب چھپی ہے آپ کی؟"

"پہلی کتاب تقریباً تیار ہے" احمد جاہ نے کہا پھر اس نے جو آن کو اپنی کتاب کے متعلق بتایا۔ اس نے اسے اپنا کام دکھایا۔ جو آن نے کہا کہ موضوع بالکل نیا ہے۔

"مجھے دوسری جنگ عظیم نے ہمیشہ انسپائر کیا ہے" احمد جاہ نے بتایا "آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے میں نے ہٹلر نے جو کچھ بنایا یا وہ جو کچھ بنانا چاہتا تھا' اس پر فوکس کیا۔ میں اس سلسلے میں جاننا چاہتا تھا۔ میں نے کتابوں کی جستجو کی مگر کتابیں نہیں ملیں۔ چنانچہ میں نے خود اس موضوع پر کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا۔"

"اس لیے تو نہیں کہ آپ کو نازی تعمیرات اچھی لگتی تھیں؟"

"نہیں۔ بلکہ اس لیے کہ مجھے نازی تعمیرات سے نفرت تھی۔ ہم اسے فاشسٹ آرکیٹیکچر کہتے ہیں۔ یہ طرز تعمیر گمنام اور بدصورت ہے۔ اس میں نہ کوئی تشخص ہے نہ رومانویت' نہ جذبہ' نہ ولولہ" اس نے جو آن کو اپنا پورٹ فولیو کھول کر عمارتوں کے فوٹوگراف' ماڈلز اور ڈرائنگز دکھائیں۔ ان میں وہ عمارات بھی تھیں' جنہیں ہٹلر فتح یاب ہونے کے بعد تعمیر کرانا چاہتا تھا "ہٹلر کو عمارتوں کا بڑا پن بہت اچھا لگتا تھا۔" احمد جاہ نے اپنی بات جاری رکھی "ہٹلر نے پرانی چانسلری کو دیکھتے ہی ناپسند کر دیا۔ اس کے خیال میں وہ صابن کی فیکٹری کے لیے زیادہ مناسب عمارت تھی۔ وہ نئی چانسلری کو شاہانہ انداز میں بنوانا چاہتا تھا اور اسپیئر نے اسے ایسا ہی بنایا۔ کورٹ روم کے دروازے سترہ فٹ اونچے تھے۔ فرش موزائیک کا تھا۔ گیلری بہت بڑی تھی۔ چار سو اسی فٹ لمبی۔ ہٹلر کی اپنی اسٹڈی بہت وسیع و عریض تھی۔ فرش ماربل کا تھا۔ ہٹلر نے قالین بچھانے کی اجازت نہیں دی۔ اس کا کہنا تھا "سفارت کاروں اور سیاست دانوں کو پھسلنے والی سطح پر چلنے کی مشق کرنا چاہیے۔"

احمد جاہ نے صفحے پلٹ کر نئی چانسلری کے اندر اور باہر کے فوٹوگراف دکھائے "ہٹلر کو یہ بہت پسند تھی۔ اس نے اسپیئر سے کہا۔ سفارت کار اسے دیکھیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ خوف کیا ہوتا ہے؟ اور یہ دیکھو' اسپیئر نے اس پر کیا تبصرہ کیا تھا۔ میں اسی پر اپنی کتاب کا اختتام کروں گا۔"

جو آن نے جھک کر ہٹلر کے معمار خاص اسپیئر کا وہ تبصرہ پڑھا' لکھا تھا "جو کچھ تعمیر نہیں کیا گیا' وہ بھی آرکیٹیکچر کی تاریخ کا حصہ ہے۔ اس میں اس عہد کی روح ہے" جو آنا سائرز اب احمد جاہ کو احترام سے دیکھ رہی تھی "یہ واقعی زبردست پراجیکٹ ہے" اس نے

کہا "یہ کب شائع ہو گی؟"

"مکمل ہونے کے بعد۔ ابھی کچھ صفحات باقی ہیں۔ اگلے موسم بہار میں اسے شائع ہو جانا چاہیے۔"

"وش یو گڈ لک" جو آن بولی "اگر میں اگلے ہفتے فوٹوگرافر کو لا کر اس کے کچھ صفحات کی تصویریں بنوالوں تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟"

"میں شاید موجود نہ ہوں اور یہ کاپی میں ساتھ لے کر جاؤں گا" احمد جاہ نے بتایا "لیکن آئرین کے پاس ڈپلی کیٹ کاپی موجود ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گا۔"

جو آن کے جانے کے بعد احمد جاہ میز پر پورٹ فولیو پھیلائے ورق گردانی کرتا رہا۔ وہ اپنے اس کام سے بہت خوش تھا لیکن آخر کے خالی صفحات دیکھ کر اسے پھر اپنا مسئلہ یاد آ گیا۔ سر رحمان اب اس دنیا میں نہیں تھے کہ ان صفحات کو بھرنے میں اس کی مدد کر سکتے۔

اس نے اخبار اٹھایا۔ جو آن سائرز کی وجہ سے وہ پوری خبر نہیں پڑھ سکا تھا۔ اس نے خبر کا باقی حصہ پڑھنا شروع کیا۔ آخر میں وہ چونکا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔

لکھا تھا.... "مس سارہ رحمان' سر رحمان کی بیٹی' ہٹلر کی بائیوگرافی "ہر ہٹلر" کے سلسلے میں باپ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اب وہ تنہا اس کتاب کو مکمل کریں گی۔"

احمد جاہ کے دل میں پھر سے امید جاگ اٹھی۔ مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔ سارہ رحمان یقیناً اپنے باپ کے کام سے اور اس کے ذرائع سے واقف ہو گی۔ وہ یقینی طور پر بتا سکے گی کہ سپیئر کے دس معاونین میں سے کس کو وہ کام سونپا گیا تھا.... اور کس کے پاس ان سات عمارتوں کے نقشے ہوں گے۔

وہ چند لمحے ہچکچایا۔ اتنے بڑے صدمے کے فوراً بعد لڑکی کو یہ زحمت دینا مناسب نہیں تھا مگر پھر اسے خیال آیا کہ اس کے پاس کتاب مکمل کرنے کے لیے موجود مہلت بہت کم ہے۔

اس نے آئرین سے آکسفورڈ میں سر رحمان کے گھر کا نمبر ملانے کو کہا۔ چند منٹ بعد آئرین نے اسے انٹرکام پر بتایا کہ سارہ رحمان موجود نہیں ہے لیکن ان کی سیکریٹری پاملا بیلر سے بات ہو سکتی ہے۔ "ٹھیک ہے انہی سے بات کرا دو" احمد جاہ نے کہا اور ریسیور

اٹھایا۔

"مس ٹیلر! میں لاس اینجلز سے احمد جاہ بات کر رہا ہوں۔ ممکن ہے، آپ میرے نام سے واقف نہ ہوں۔ حال ہی میں، میں نے سر رحمان سے ہٹلر کے سلسلے میں مدد چاہی تھی۔ میں ہٹلر کے عہد کی تعمیرات پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ سر رحمان نے مجھے ملاقات کا وقت بھی دیا تھا مگر اب..... میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ مجھے کس قدر افسوس ہے۔"

"جی مسٹر جاہ، مجھے یاد آگیا آپ کا اپائنٹ منٹ مگر....."

"میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے وہی مدد مس سارہ سے بھی مل سکتی ہے" احمد جاہ کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا "مجھے احساس ہے کہ اتنی جلدی یہ نامناسب....."

"مجھے یقین ہے کہ سارہ بھی آپ سے تعاون کریں گی۔"

"یہ بتائیں کہ وہ کس وقت واپس آئیں گی؟"

یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ وہ آج ہی مغربی برلن کے لیے روانہ ہوئی ہیں" دوسری طرف سے پاملا ٹیلر نے کہا "وہ کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچانا چاہتی ہیں۔"

"برلن میں وہ کتنے دن قیام کریں گی؟"

"یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن کم از کم دو ہفتے انہیں وہاں ضرور رہنا ہو گا۔"

"یہ تو اور اچھا ہے۔ میں ان سے وہیں مل لوں گا۔ مجھے یہ بتائیں گی آپ کہ ان کا قیام کہاں ہو گا؟"

پاملا چند لمحے ہچکچائی "اصولاً مجھے یہ بات....."

"پلیز مس ٹیلر، مجھے یقین ہے کہ مس رحمان اعتراض نہیں کریں گی۔ سوچیں تو، ان کے والد نے بھی ملاقات کے لیے مجھے وقت دیا تھا۔"

"بات ٹھیک ہے۔ وہ برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں قیام کریں گی۔"

"شکریہ مس ٹیلر۔ شاید کبھی آپ سے بھی ملاقات ہو جائے۔ تھینک یو اینڈ گڈبائی۔" ریسیور رکھنے کے بعد احمد جاہ نے آئرین کو اگلے روز مغربی برلن کی فلائٹ پر سیٹ ریزرو کرانے کی ہدایت دی "اور ہاں، برلن فون کر کے برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں بھی میرے لیے کمرہ ریزرو کرا دینا۔" اس نے کہا۔

--------*

ٹووالیون نے سر رحمان کی موت کی خبر، ہٹلر کی بائیوگرافی کے حوالے کے ساتھ، پیراگوئے میں پڑھی۔ سر رحمان کا نام اسے جانا پہچانا لگا لیکن اب اسے ہٹلر کی بائیوگرافی سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اس خبر کو نظرانداز کر کے دوسری خبریں پڑھنے لگا۔

ٹووا کا تعلق اسرائیلی انٹیلی جنس موساد کے اس یونٹ سے تھا، جس کا کام بچ نکلنے والے نازیوں کو تلاش کر کے ٹھکانے لگانا تھا۔ پیراگوئے، چلی، ارجنٹائن اور برازیل ایسے ملک تھے، جہاں نازیوں نے پناہ لی تھی۔ مگر اب ٹووا محسوس کرتی تھی کہ یہ شکارگاہیں نازی شکار سے خالی ہوتی جا رہی ہیں۔ بچنے والے نازیوں کی عمریں اب ستر بلکہ اسی سے تجاوز کر رہی تھیں۔ وہ ایک ایک کر کے مرتے جا رہے تھے۔

ٹووا بنیادی طور پر صحافی تھی۔ تین سال پہلے وہ تربیت مکمل کرنے کے بعد موساد میں شامل ہوئی تھی۔ مگر اخبار کی جاب اب بھی برقرار تھی۔ اکثر وہ صحافت کو آڑ کے طور پر استعمال کرتی تھی۔ اس روز اسے بین شرٹاک سے ملنا تھا، جو جنوبی امریکا کے چار ملکوں میں موساد کا چیف تھا۔

ٹھیک ڈیڑھ بجے بین شرٹاک ہوٹل پہنچ گیا۔ ان دونوں کو لنچ ساتھ کرنا تھا۔ ٹووا نے روم سروس فون کر کے اپنے کمرے میں ہی کھانا منگوایا۔ ٹووا اس اطلاع پر کہ آشوٹز، برکیناؤ کے عقوبتی کیمپ میں تین لاکھ اسی ہزار بے قصور افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے والا نازی ڈاکٹر جوزف مینگل پیراگوئے میں کہیں چھپا ہوا ہے، پیراگوئے پہنچی تھی اور اب اسے بین شرٹاک کو رپورٹ دینا تھی۔

"اگر تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے تو میں کھانے کے دوران ہی رپورٹ پیش کر دوں؟" ٹووا نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ بتاؤ، جوزف مینگل یہاں، اس ملک میں موجود ہے؟"

"سب لوگ یہی کہتے ہیں مگر مجھے یقین ہے۔ مقامی لوگ اس قسم کے دعوے کرنے کے عادی ہو گئے ہیں" ٹووا نے کہا "ہر شخص کہتا ہے کہ میں خود مینگل سے ملا ہوں۔"

"اور کسی کا کچھ پتا چلا؟"

"مجھے ہینرک مُلر کے بارے میں بھی الرٹ رہنے کو کہا گیا تھا۔ اس کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پیراگوئے میں ہے۔ افواہ ہے کہ وہ دوسری جنگ عظیم کے بعد روس چلا گیا تھا اور کے جی بی سے منسلک ہو گیا تھا۔"

"اور ہٹلر کے متعلق کیا خیال ہے؟" بین نے اچانک پوچھا۔

"ہٹلر کہاں سے درمیان میں آگیا؟"

"یہاں .... پیراگوئے میں کسی نے ہٹلر کو دیکھنے کا دعویٰ نہیں کیا؟"

"کیوں مذاق کر رہے ہو بین۔ سب جانتے ہیں کہ ہٹلر نے ۴۵ء میں خودکشی کر لی تھی۔"

"سب کا یہ خیال نہیں ٹووا" بین شرٹاک نے سرد لہجے میں کہا "کبھی ڈاکٹر سر عتیق الرحمان کا نام سنا ہے؟"

"ہاں۔ آج ہی اخبار میں ان کی تدفین کی خبر پڑھی ہے لیکن کیوں؟"

"سر رحمان ہٹلر کی بائیوگرافی لکھ رہے تھے .... "ہر ہٹلر" کسی ذریعے سے انہیں پتا چلا کہ ہٹلر نے بنکر میں خود کو شوٹ نہیں کیا تھا۔ سر رحمان اس معاملے کی تحقیق کے لیے مغربی برلن گئے۔ انہوں نے بنکر کے پہلو میں باغیچے کی کھدائی کی اجازت لی کھدائی سے ایک دن پہلے انہیں ایک ٹرک نے کچل دیا۔"

"حقیقی حادثہ؟"

"یہ ہمیں نہیں معلوم۔"

"اطلاع دینے کا شکریہ۔ مگر مجھ سے اس کا تعلق؟"

"آج صبح مجھے گولڈنگ کی طرف سے ایک کوڈ پیغام ملا ہے۔ گولڈنگ مغربی برلن میں موساد کا چیف ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سارہ رحمان نے باپ کا کام تنہا ہی مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ وہ آج ہی مغربی برلن پہنچی ہے۔ برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں اس کا قیام ہے" بین کہتے کہتے رکا۔ وہ ہچکچا رہا تھا "مجھے احساس ہے کہ تم نے یہاں سخت وقت گزارا ہے۔ تھک گئی ہو گی۔ اب تمہیں تل ابیب جانا چاہیے لیکن ...."

"تم چاہتے ہو کہ میں برلن چلی جاؤں؟"

"گولڈنگ کی یہ خواہش ہے۔ موساد کا ڈائریکٹر بھی یہی چاہتا ہے۔ تم اس شہر سے واقف ہو۔ جرمن ہونے کے ناتے جرمن تمہاری مادری زبان ہے اور تم جانتی ہو کہ ہٹلر کے بارے میں جاننا ہمارے لیے کتنا ضروری ہے۔ تمہیں برلن میں کم از کم ایک ہفتہ گزارنا ہو گا۔"

"مجھے کرنا کیا ہو گا؟"

"سارہ رحمان سے ملنا اور یہ معلوم کرنا کہ اس کے باپ کو کیا کچھ معلوم ہوا تھا اور یہ کہ ہٹلر کی موت کے بارے میں وہ کیا جانتی ہے۔ تمہیں اپنا صحافی والا کور استعمال کرنا ہو گا .... واشنگٹن پوسٹ والا۔ تم سارہ سے انٹرویو کرنے کی کوشش کرو۔"

"لیکن بین' تم بھی جانتے ہو کہ وہ اس مرحلے پر رپورٹرز کو کچھ بھی نہیں بتائے گی۔"

"اس کے باپ نے تو پریس کانفرنس کر ڈالی تھی۔"

"ہاں۔ مگر اس کے انجام پر بھی تو غور کرو۔"

"ٹھیک کہتی ہو مگر تمہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے۔ کسی بھی طرح مل بیٹھو اس سے۔ معلوم کرو کہ وہ کیا جانتی ہے۔ ٹووا' اگر ہٹلر بچ نکلا ہے تو ...."

"میں سمجھ رہی ہوں۔"

"کل ہی چلی جاؤ۔ برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں ہی تمہارا قیام ہو گا۔ سارہ سے قریب رہنے کی کوشش کرنا" بین نے اسے ریزرویشن تھمائی "وش یو گڈ لک۔"

------*

مغربی برلن میں صبح کے دس بجے تھے۔ آسمان ابر آلود تھا۔ ایولین ہوفمین کیفے ولف سے نکلی۔ اسٹریس مین اسٹراسے اور این ہالٹراسٹراس کے کارنر پر بک اسٹور کے قریب کھڑے ہو کر اس نے گہری سانسیں لے کر تازہ ہوا پھیپھڑوں میں بھری۔ اب جو کچھ اسے سہ پہر تک کرنا تھا' وہ بائیس برس سے اس کا معمول تھا۔

ایولین کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اب وہ جوان تو نہیں ہو سکتی تھی لیکن اسے دیکھ کر کوئی اس کی عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ باوقار تھی۔ اس کے چہرے پر جھریاں بری نہیں لگتی تھیں۔ اپنے بلونڈ بال اب اس نے براؤن رنگوا لیے تھے۔ اس کا ذہن بالکل ٹھیک کام کرتا تھا۔ یادداشت اب بھی بہت اچھی تھی۔ البتہ اس کی چال میں فرق پڑا تھا۔ یہاں وقت نے اسے نقصان پہنچایا تھا۔ اب وہ سنبھل کر اور آہستگی سے قدم اٹھاتی تھی۔

اس نے قریب کی ایک بیکری سے چھوٹے کیک پیک کرائے۔ باکس پر اس نے ربن بندھوایا' جیسے وہ تحفہ ہو۔ دکان سے نکل کر وہ سڑک کی طرف چل دی۔ اس کے ایک ہاتھ میں پرس تھا اور دوسرے میں کیک کا پیکٹ۔ ایکانسٹرپلاٹز پر رک کر اس نے برلن مورجن پوسٹ کی ایک کاپی طلب کی۔ مورجن پوسٹ ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے برلنرز

سٹنگ کی ایک کاپی خریدلی۔ یہ اخبار وہ کم ہی خریدتی تھی۔ اخبار لے کر وہ بس اسٹاپ کے شیڈ کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ وہاں اسے ۲۹ نمبر بس کا انتظار کرنا تھا' جو اسے بیس منٹ میں کوڈیم پہنچا دیتی۔

بس میں بیٹھ کر اس نے اخبار پڑھنا شروع کیا۔ شہ سرخی تھی کہ امریکا کے کاؤبوائے صدر نے مزید نیوکلیئر میزائل مغربی جرمنی بجھوائے ہیں۔ خبر کے ساتھ تصویریں بھی تھیں۔ ان کے وارہیڈز کا رخ روس کی طرف تھا۔ یہ بات ایولین کے لیے طمانیت خیز تھی۔ وہ امریکیوں اور روسیوں سے یکساں طور پر نفرت کرتی تھی پھر وہ یونہی بے دھیانی سے اخبار کی ورق گردانی کرتی رہی۔ اچانک ایک چھوٹی سی سرخی نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ خبر لندن سے جاری ہوئی تھی۔ خبر کے مطابق ریان اور میکسویل لمیٹڈ نامی پبلشنگ کمپنی نے اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ ہٹلر پر سر عتیق الرحمان اور سارہ رحمان کی بائیوگرافی "ہر ہٹلر" ضرور شائع ہو گی۔ اس بائیوگرافی کی تکمیل سر رحمان کی بے وقت حادثاتی موت کی وجہ سے کھٹائی میں پڑ گئی تھی مگر اب سارہ رحمان نے خود ہی باپ کے کام کو مکمل کرنے کا اعلان کیا ہے.....

خبر پڑھتے ہی غیر ارادی طور پر ایولین کا منہ بن گیا۔ اس نے جھنجلا کر پوری خبر بھی نہیں پڑھی اور اخبار کو تہ کر کے اپنے پرس میں ٹھونس لیا۔

کوڈیم پر وہ بس سے اتری اور مینس بی اسٹراس تک چند بلاک کا فاصلہ پیدل طے کیا۔ وہاں وہ چھ منزلہ عمارت تھی' جس کے ایک اپارٹمنٹ میں اس کے سب سے قریبی اعزا رہتے تھے۔ تیسری منزل پر جدید طرز کے اس بڑے اپارٹمنٹ میں اس کی چہیتی کلارا فائی بگ اپنے شوہر فرانز فائی بگ کے ساتھ رہتی تھی۔ کلارا ایک ایڈورٹائزنگ فرم میں بحیثیت آرٹسٹ جز وقتی کام کرتی تھی۔ فرانز ایک اسکول میں جدید تاریخ پڑھاتا تھا۔ کلارا کی ماں لیزل اپاہج تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت وہیل چیئر پر گزرتا تھا۔ وہ بیٹی اور داماد کے ساتھ ہی رہتی تھی۔

لیزل اچھے دنوں میں ایولین ہوفمین کی خادمہ رہی تھی۔ اس نام کی اس کی دو خادماؤں میں وہ پہلی تھی۔ وہ عمر میں ایولین سے تین سال چھوٹی اور رشتے میں اس کی دور کی کزن تھی۔ اپنی طویل خدمات کے صلے میں اسے اس کی بیٹی اور داماد کے لیے وہ مہنگا اپارٹمنٹ خرید کر دیا گیا تھا۔

ایولین کے پاس اب اس فیملی کے سوا کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ اس دن کا..... اور اس فیملی سے ملاقات اور چائے پر گپ شپ کا انتظار کرتی تھی۔ عام طور پر وہ بہت ہنسی خوشی وہاں جاتی تھی مگر اس روز بس کے سفر کے دوران وہ بجھ گئی تھی۔ وہ اپارٹمنٹ پہنچی تو اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

اندر' اپارٹمنٹ کے پارلر میں خوشی کا سماں تھا۔ فرانز تو اسکول گیا ہوا تھا لیکن پُرکشش کلارا نے آنٹی ایولین کو بانہوں میں بھینچ لیا۔ لیزل اپنی وہیل چیئر پر بیٹھی یوں مسکرا رہی تھی جیسے کوئی راز اس کے لبوں میں تحرک رہا ہو۔

"بتاؤ..... اپنی آنٹی ایولین کو بھی بتاؤ" لیزل چہکی۔

کلارا ایولین کو اپنی بانہوں میں جھلا رہی تھی اس نے اسے ایک جگہ ٹھہرایا اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھا "آنٹی..... میں ماں بننے والی ہوں" اس کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

ایولین کو یوں گھمائے جانے پر چکر آ رہے تھے مگر اس نے کلارا کو بانہوں میں جکڑا اور اسے چومتی چلی گئی "خدا کا شکر ہے میری جان" اس نے سرگوشی میں کہا۔

ایولین نے تو اب آس چھوڑ دی تھی۔ کلارا کی شادی دیر میں ہوئی تھی..... تیس سال کی عمر میں اور شادی کو پانچ سال ہو چکے تھے۔ چند اور برس گزر جاتے تو شاید یہ ممکن ہی نہ رہتا مگر اب ۳۵ سال کی عمر میں..... بالآخر۔

کلارا چائے بناتے ہوئے گنگناتی رہی تھی۔ ایولین نے اپنا لایا ہوا تحفہ..... کیک کا پیکٹ کھول لیا تھا۔ وہ ہر ہفتے کچھ نہ کچھ ضرور لاتی تھی۔ آج ایولین کا جی چاہا کہ کاش وہ کوئی ایسا تحفہ لائی ہوتی' جو یادگار اور ساتھ رہنے والا ہوتا مگر پھر اسے یاد آیا کہ وہ کلارا اور فرانز کے لیے قیمتی تحفے کیوں نہیں لائی۔ اس لیے کہ پچھلی بار ان کی شادی کی پہلی سالگرہ کے موقعے پر وہ ایک اہم تحفہ لائی تھی۔ اس پر ان کا ردعمل کچھ اچھا نہیں تھا۔ اس نے انہیں اپنے بیش بہا یادگاروں کے ذخیرے میں سے ایک بے حد قیمتی چیز ایک وراثت انہیں دی تھی۔ ایک پُرشکوہ سرکاری عمارت کی حقیقت پسندانہ آئل پینٹنگ! کلارا نے تو اسے سراہا تھا لیکن اس کا شوہر فرانز اپنی بدمزگی اور ناپسندیدگی کو نہیں چھپا سکا تھا "اچھی ہے" اس نے کہا تھا "لیکن اس میں سختی ہے۔ یہ مجھے تیسری جمہوریہ کی تصویروں کی یاد دلاتی ہے۔ بہرحال شکریہ آنٹی ایولین"۔

بعد میں ایولین نے قیمتی تحائف لانے موقوف کر دیے تھے۔ تب سے اب تک وہ بس چاکلیٹ' کیک' پیسٹریاں یا پرفیوم لے آتی تھی۔ آج وہ پیسٹریاں لائی تھی۔ کلارا گنگناتے ہوئے پیسٹریوں کی پلیٹ اس کی اور لیزل کی طرف بڑھا رہی تھی پھر کلارا اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ کلارا کو والہانہ نظروں سے تکتی رہی۔ وہ اس کی خوشی سے اپنے لیے خوشی کشید کر رہی تھی۔ کلارا بتا رہی تھی کہ یہ خبر سن کر فرانز کتنا خوش ہوا تھا پھر وہ ناموں کے بارے میں بھی تبادلہ خیال کرنے لگی کہ بیٹا ہوا تو کیا نام رکھا جائے اور بیٹی ہو تو کون سا نام مناسب رہے گا۔

ایولین کی نظر مینٹل پر رکھے ہوئے کلاک پر تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ولف گینگ شمٹ کتنا مصروف آدمی ہے۔ ہر ہفتے کے اس لنچ پر وہ اسے انتظار کرانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس دوران وہ سوچتی رہی کہ اگلے ہفتے وہ آنے والے بچے کے لیے چیزیں لائے گی۔ اسے یقین تھا کہ ہونے والے ماں باپ ان تحفوں کو خوش دلی سے قبول کریں گے۔

ٹھیک پونے بارہ بجے ایولین اپارٹمنٹ سے نکلی۔ وہ کوڈیم واپس آئی اور پھر میپس گیوٹ اسٹیوب کی طرف چل دی۔ یہ وہ ریسٹورنٹ تھا جہاں وہ اور شمٹ برسوں سے ہر ہفتے لنچ کرتے آئے تھے۔ ریسٹورنٹ کے پاس پہنچ کر ایولین نے دیکھ لیا کہ شمٹ پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہے۔ برلن کے چیف آف پولیس کی سیاہ مرسیڈیز وہاں موجود تھی۔ ڈرائیور اسٹیرنگ وہیل کے پیچھے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس کار کو دیکھ کر ایولین کو ہمیشہ اپنی خوش قسمتی کا احساس ہوتا تھا کہ اسے کیا بااختیار' طاقت ور اور قابل اعتماد دوست ملا ہے۔

ایولین کو یاد تھا شمٹ نے پولیس فورس میں معمولی پوزیشن سے اسٹارٹ لیا تھا۔ وہ اپنی کوششوں اور ہنرمندی کے زور پر اس عہدے تک پہنچا تھا۔ شکست خوردہ فوج سے ڈسچارج ہونے کے بعد شمٹ نے برلن پولیس میں ملازمت کے لیے درخواست دی تھی۔ نئی جمہوری حکومت درخواستوں کے بارے میں خوب چھان بین کرتی تھی لیکن شمٹ کی کارکردگی ایس ایس بلیک شرٹ کی حیثیت سے بھی اور طویل عرصے سے خفیہ طور پر اینٹی نازی ہونے کی حیثیت سے بھی ایسی نہیں تھی کہ اسے نظرانداز کیا جا سکتا۔ وہ کاؤنٹ وان اسٹافن برگ کے ماتحت افسروں میں سے ایک تھا اور کاؤنٹ نے جولائی ۴۴ء میں راسٹن برگ میں ہٹلر کو بم سے اڑانے کی کوشش کی تھی۔ شمٹ سازشیوں میں واحد آدمی تھا' جو سزا سے بچ نکلا تھا۔ نازیوں نے سازش کرنے والوں کے لیے جو جال بچھائے تھے وہ ان

سے صاف بچ نکلا تھا۔ یوں وہ اینٹی نازی ہیرو بن گیا تھا۔ سوا اسے برلن پولیس میں ملازمت دینے سے کون انکار کر سکتا تھا۔ دس سال پہلے وہ چیف آف پولیس بن گیا.... اور اب تک وہ اسی عہدے پر کام کر رہا تھا۔ کلارا اور کزن لیزل کو چھوڑ کر باہر کی دنیا میں صرف شمٹ ایسا تھا' جس پر ایولین انحصار کرتی تھی۔

ریسٹورنٹ میں شمٹ کے لیے ٹیبل مخصوص تھی۔ وہ باقاعدگی سے یہاں لنچ کرتا تھا۔ ایولین کو دیکھ کر شمٹ تیزی سے اپنے قدموں پر کھڑا ہوا۔ وہ بے حد قوی الجثہ آدمی تھا۔ اس کا گنجا سر چمک رہا تھا۔ بازوؤں کی مچھلیاں قمیض کے کپڑے سے لڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اب اس کا پیٹ بھی کچھ نکل آیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس روز بھی وہ یونیفارم میں نہیں تھا۔ بلکہ نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھے۔

ایولین اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ "تم آرڈر دے چکے ہو؟" اس نے ہمیشہ کی طرح پوچھا۔

"جی ہاں"۔ شمٹ نے جواب دیا۔

"اور ولف گینگ' کیسے ہو تم؟"

"بالکل فٹ' ہمیشہ کی طرح۔ تم اپنی سناؤ ایفی؟"

اس وقت زندہ لوگوں میں شمٹ وہ واحد انسان تھا' جو ایولین کو اس کے پرانے پیار کے نام سے پکارنے کی جرأت کر سکتا تھا اور ایولین کا وجود اس کے منہ سے ایفی سن کر گرم جوشی سے بھر جاتا تھا۔ "میرے پاس تمہیں سنانے کے لیے ایک شاندار خبر ہے" ایولین نے کہا "کلارا ماں بننے والی ہے"۔

شمٹ کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے ایولین کا ہاتھ تھام لیا "مبارک ہو ایفی۔ میں جانتا ہوں' تمہارے لیے یہ بات کیا معنی رکھتی ہے"۔

"میرے لیے یہ سبھی کچھ ہے۔ میں اس مبارک باد پر تمہاری شکرگزار ہوں ولف گینگ"۔

"تو بالآخر تم نانی بننے والی ہو"۔

ایولین نے ادھر ادھر دیکھا "رشتے کی نانی کہو" اس نے شمٹ کی تصحیح کی۔

"تم کہتی ہو تو یہی سہی"۔

"تم جانتے ہو ولف گینگ کہ بہتر یہی ہے"۔

ولف گینگ شمٹ نے سر کو اقراری جنبش دی "ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے"۔
ویٹر کھانا لے آیا۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ کھانے کے دوران شمٹ نے پوچھا "آج کا اخبار پڑھا تم نے؟"

"تمہارا اشارہ شاید ہٹلر کی بائیوگرافی کی طرف ہے۔ ہاں' میں نے پڑھ لیا ہے کہ اب اس کی بیٹی یہ کتاب مکمل کرے گی۔ مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ یہ تو ہونا ہی تھا"۔

شمٹ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ "یہ تازہ ترین خبر نہیں ایلی۔ سارہ رحمان برلن پہنچ چکی ہے اور جانتی ہو' کیوں؟ وہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ فیورر بچ نکلا تھا اور بچ نکلا تھا تو اس کی زندگی کا اختتام کب' کہاں اور کیسے ہوا؟"

ایولین نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا' کیسی حماقت کر رہی ہے لڑکی"۔

وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ کھانے کے بعد' رخصت ہونے کا وقت آیا تو پھر یہ موضوع چھڑا۔ ایولین نے اٹھتے ہوئے اس انداز میں کہا' جیسے اچانک کوئی خیال آیا ہو۔

"یہ سارہ رحمان کیا کرتی ہے' کس راز سے پردہ اٹھاتی ہے' یہ جاننا خاصا دلچسپ ہو گا"۔

شمٹ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "تم فکر مت کرو ایلی۔ ہمیں سب معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کس سے ملی ہے اور کس موضوع پر بات کی ہے۔ یہ معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ہمیشہ تمہارے اعتماد پر پورا اترا ہوں۔ اب بھی تم مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو"۔

"تم بہت اچھے دوست ہو ولف گینگ" ایولین نے محبت سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا پھر وہ چلی گئی۔

آدھے گھنٹے بعد وہ بس سے الیکانسٹر پلائز پر اتری۔ اس نے سڑک پار کی اور کارنر کی بک شاپ سے گزر کر بڑھتی گئی۔ بالآخر وہ کیفے ولف میں داخل ہو گئی۔ کیفے میں ادھر ادھر بکھری ہوئی تمام میزیں خالی تھیں۔ ایولین کیفے کے دور افتادہ حصے کی طرف چل دی۔ ایک گھومنے والے دروازے سے گزر کر وہ کچن میں پہنچی۔ وہاں معمول کے مطابق دو گارڈز کی ڈیوٹی تھی۔ وہ دونوں باورچی کی وردیوں میں تھے۔ ان میں ایک معمر اور ایولین کے لیے جانا پہچانا تھا۔ دوسرا جوان تھا' جسے ایولین نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ایولین نے ان کی طرف ایک مسکراہٹ اچھالی اور آگے بڑھتی گئی۔

جوان گارڈ نے یوں ہاتھ بڑھایا جیسے ایولین کو روکنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر اس کے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس نے گزرتی ہوئی ایولین کے سامنے مسکراتے ہوئے سر کو خم کر دیا۔

ایولین ہوفین نے کچن کے اس طرف موجود دروازہ کھولا۔ وہاں زینہ تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ دروازہ اس کے عقب میں بند ہو گیا۔

جوان گارڈ نے اپنے ساتھی سے احتجاج کرتے ہوئے کہا "خاتون نے شناختی کارڈ نہیں دکھایا تھا۔ تم نے اسے کیوں جانے دیا؟"

اس کے معمر ساتھی نے سر جھٹکا "تم یہاں نئے ہو ہینس۔ تم شاید جنوبی امریکا سے آنے والے آخری گروپ کے ساتھ آئے ہو۔ ہے نا؟"

"ہاں۔ اور مجھے کہا گیا تھا کہ یہاں آنے والے ہر شخص کے لیے شناختی کارڈ دکھانا ضروری ہے"۔

"سوائے اس خاتون کے" معمر گارڈ نے کہا۔

"وہ کیوں؟ یہ خاتون تھی کون؟" جوان گارڈ نے پوچھا۔

معمر گارڈ مسکرایا "پیٹھ پیچھے ہم اسے زندہ دل بیوہ کہتے ہیں"۔

"زندہ دل بیوہ!"

"اس لیے کہ پرانے دنوں میں اس کا محبوب کم ہی اس کے ساتھ ہوتا تھا اور یہ بہت زیادہ تنہا ہوا کرتی تھی"۔

"اس کا اصل نام کیا ہے؟" جوان گارڈ نے جھنجلا کر پوچھا۔

معمر گارڈ نے اس کی طرف جھکتے ہوئے بہت دھیمی آواز میں کہا "ابھی تمہیں ایوا براؤن کے دیدار کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پورا نام ایوا براؤن ہٹلر۔ ہاں دوست' تھرڈ ریش.... تیسری جمہوریہ میں خوش آمدید۔

--------*

سارہ رحمان کو برسٹل ہوٹل کیمپنسکی میں تیسری منزل پر سوئٹ نمبر ۳۲۹ ملا تھا۔ وہ بہت اچھا سوئٹ تھا۔ اس میں چھوٹا سا سٹنگ روم تھا' جو اس کے کام کے لیے بے حد مناسب تھا۔ بیڈروم بڑا تھا اور اس میں ڈبل بیڈ موجود تھا۔ اٹیچڈ باتھ روم تھا۔ ایک ٹی وی سیٹ بھی تھا۔

میز پر اس کے لیے ایک پیغام رکھا تھا۔ وہ برلن مورجن پوسٹ کے رپورٹر پیٹر کا پیغام

تھا جو سر رحمان کے حادثے کا عینی شاہد تھا۔ سارہ نے اس کے خط کا جواب دیتے ہوئے اسے اپنی برلن آمد کے متعلق بتایا تھا۔ وہ ذاتی طور پر اس سے مل کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے خط میں اس خواہش کا اظہار بھی کیا تھا۔ پیٹر کا پیغام تھا کہ وہ دو بجے اسے فون کرے گا اور اگر بات نہ ہو سکی تو خود اس کے سوئٹ آکر اس سے ملاقات کرے گا۔

مہلت خاصی تھی۔ سارہ نے اپنا سامان قرینے سے رکھا۔ کپڑے نکال کر الماری میں لٹکائے پھر اپنی کتابیں اور فائلیں سلیقے سے رکھیں۔ ان میں "ہر ہٹلر" کے آخری باب کے سلسلے میں ضروری حوالے تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ باتھ روم میں ہر طرف آئینے ہی آئینے تھے۔

سارہ اب سوچ رہی تھی کہ کیا وہ باپ کا چھوڑا ہوا کام تنہا مکمل کر سکے گی۔ پیٹر کار آمد ثابت ہو سکتا تھا۔ ایک صحافی ہونے کے ناتے وہ اسے نئی راہیں سجھا سکتا تھا پھر ڈاکٹر میکس تھیسل تھا۔ جسے یقین تھا کہ ہٹلر جنگ کے بعد بھی زندہ رہا ہے.... اور ہو سکتا ہے کہ اب بھی زندہ ہو۔ اس کے علاوہ مشرقی برلن کا پروفیسر اوٹو بلوباخ تھا جو اسے فیورر بنکر کے باغیچے میں کھدائی کی اجازت دلوا سکتا تھا۔ وہ اتنی اکیلی بھی نہیں تھی۔ باپ نے اس کے لیے نامکمل کام ہی نہیں' مدد کے لیے بھی بہت کچھ چھوڑا تھا۔

وہ نہا کر کپڑے بدل کر تیار ہوئی تھی کہ پیٹر آ گیا۔ وہ چھوٹے قد کا فربہ اندام شخص تھا۔ اس کی مونچھیں گھنی تھیں اور آنکھیں چھوٹی اور چمک دار۔ اس کے ہاتھ میں سگریٹ تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لیکن سارہ نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سنجیدہ طبع آدمی ہے۔

"مسٹر پیٹر' مجھے خوشی ہے کہ تم آئے" سارہ بولی "کھانا کھاؤ گے! میں روم سروس کو فون کر دیتی ہوں"۔

"میں لنچ کر چکا ہوں۔ آپ اپنے لیے آرڈر دے دیں"۔

"میں نے جہاز پر کچھ کھا لیا تھا۔ فی الحال تو بھوک نہیں ہے۔ کچھ پیو گے؟" سارہ نے کہا "ٹی وی پر کچھ بوتلیں اور برف رکھی ہے۔ اپنی مدد آپ۔ میں تو پیتی نہیں ہوں"۔

ٹی وی پر اسکاچ' واڈکا اور گلابی شراب کی ایک بوتل رکھی تھی۔ پیٹر نے اپنے لیے اسکاچ کا ایک جام بنایا پھر وہ کاؤچ کی طرف بڑھ گیا۔ سارہ اپنی کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ وہ بھی

دوسرے سرے پر بیٹھ گیا۔

"سب سے پہلے تو میں اس خط پر تمہارا شکریہ ادا کروں گی"۔

"کاش' اس نے آپ کو پریشان نہ کیا ہو' پیٹر نے کہا "مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ خط مجھ پر قرض ہے"۔

"نہیں۔ مجھے تو اس خط نے حوصلہ دیا"۔

"میں آپ کے والد کے حادثے کی تفصیل کے متعلق کہہ رہا ہوں.... اور اپنے خیال کے متعلق کہ وہ حادثہ نہیں قتل تھا"۔

"مجھے اس سے بھی خوشی ہوئی۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ اصل میں کیا ہوا تھا" سارہ ہچکچائی "تو آپ کے خیال میں وہ اتفاقی حادثہ نہیں تھا؟"

"دیکھیے.... یقین سے کوئی کیسے کہہ سکتا ہے۔ مجھے تو وہ دیدہ و دانستہ حرکت لگی تھی لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے برلن پولیس سے بات کی؟"

"ہاں۔ چیف آف پولیس شمٹ سے بات ہوئی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ٹرک اور ڈرائیور کو تلاش کر رہے ہیں لیکن کامیابی کا امکان کم ہے"۔

"پولیس کچھ بھی نہیں کر سکے گی"۔ پیٹر نے کہا۔

"لیکن اگر وہ حادثہ نہیں تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ حرکت کس کی تھی' اور کیوں کی گئی؟ میرے والد تو یہاں کم ہی لوگوں کو جانتے تھے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' ان کا کوئی دشمن بھی نہیں تھا"۔

پیٹر نے اپنا گلاس ہلاتے ہوئے کہا "اگر ہٹلر واقعی بچ نکلا تھا تو۔ تب تو دشمن ہوں گے نا!"

"تو کیا کسی کو اس بات پر یقین بھی آ سکتا ہے؟"

"۳۰ اپریل ۴۵ء کے بعد سے اس سلسلے میں قیاس آرائیاں تو اب تک نہیں رکی ہیں۔ خود اسٹالن کو یقین تھا کہ ہٹلر درحقیقت کسی آبدوز میں بیٹھ کر فرار ہو گیا ہے۔ شاید جاپان' جنرل آئزن ہاور نے رپورٹرز کو بتایا کہ یقین کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ ہٹلر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ برٹش انٹیلی جنس نے اکثر اس طرف اشارہ کیا کہ چانسلری کے باغیچے میں جو لاشیں نذر آتش کی گئیں' عین ممکن ہے کہ وہ ہٹلر اور .... ایوا براؤن کی نہ رہی ہوں۔ روسیوں نے جلی ہوئی ہڈیوں' کھوپڑیوں اور جبڑوں کے ذریعے جو شناخت

کی' اس سے ہر دور میں اختلاف کیا جاتا رہا ہے لیکن یہ سب باتیں تو آپ کو معلوم ہ
مس رحمان"۔

"میں اتنا جانتی ہوں کہ ہٹلر پر فیورر برگ میں مقدمہ نہیں چلایا جاسکا۔ میونخ کی ایک عدالت میں اس کی غیر موجودگی میں مقدمہ چلایا گیا کہ اس کی جائیداد کا معاملہ طے کیا جاسکے۔ یہ ۴۷ء کی بات ہے۔ ہٹلر کی موت کی شہادت ۴۲ گواہوں نے دی۔ اکتوبر ۵۶ء میں بوارین وزارت انصاف نے اعلان کیا۔ "اس امر میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہٹلر نے ۳۰ اپریل ۴۵ء کو ریش چانسلری کے فیورر بنکر میں اپنی داہنی کنپٹی پر فائر کر کے خودکشی کرلی تھی۔ اب مسٹر پیٹر کیا تمہارے خیال میں یہ ممکن ہے کہ ہٹلر زندہ بچ گیا ہو؟

پیٹر نے ہچکچائے بغیر کہا "نہیں۔ مجھے اس پر یقین نہیں ہے لیکن تمہارے والد اس غور کررہے تھے۔ میں نے خود ان کی پریس کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایک شہادت ملی ہے' جس کے مطابق روسیوں کو جو جبڑا اور دانت ملے تھے' وہ ہٹ کے نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس بات کی تصدیق یا تردید ممکن نہیں ہے۔ اس لیے انہوں نے بنکر میں کھدائی کی اجازت لی تھی۔ تمہیں اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے انہیں وہاں کس چیز کے ملنے کی امید تھی؟"

"افسوس کہ مجھے اس کا علم نہیں" سارہ بولی "ہماری کتاب مکمل ہونے والی تھی ہمیں برلن سے ایک ایسے شخص کا خط موصول ہوا جو ہٹلر کے قریب رہا تھا۔ اس شخص نے ہٹلر کی مسلمہ موت کی حقیقت کو چیلنج کیا تھا۔ چنانچہ میرے والد برلن آئے اور ا سے ملے۔ موت سے ایک رات پہلے انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔ وہ بہت خوش تھے۔ ا کا لہجہ فاتحانہ تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ انہیں فیورر کے بنکر میں کھدائی کی اجازت مل ہے"۔

"تمہیں معلوم ہے کہ یہ نئی شہادت فراہم کرنے والا کون تھا؟"

"مجھے معلوم ہے لیکن میں اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کا نام ظاہر نہیں کر گی۔ میرے والد نے فون پر مجھے پوچھنے کے باوجود نہیں بتایا کہ وہ کس چیز کی تلاش کھدائی کررہے ہیں۔ اب میں خود ہی یہ معلوم کرنے کے لیے نکلی ہوں"۔ سارہ نے کو غور سے دیکھا "مگر تمہارے خیال میں یہ بے سود ہے؟ تمہارے خیال میں اس بات کوئی امکان نہیں کہ ہٹلر بچ نکلا ہو گا؟"

پیٹر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "دیکھو.... میرا مقصد تمہاری حوصلہ شکنی کرنا نہیں تھا۔ یہ ضروری ہے کہ تم اپنی تسلی کرو۔ میں صحافی ہوں۔ بغیر ثبوت کے کچھ تسلیم نہیں کر سکتا۔ تم اس شخص سے بھی ملو' جس نے تمہارے والد کو کسی اہم شہادت کے متعلق بتایا تھا۔ پھر کسی ایسے شخص سے بھی ملو' جو ۳۰ اپریل ۴۵ء کو ہٹلر کی خودکشی کے وقت بنکر میں موجود رہا ہو۔ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے سہی مگر ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ درحقیقت ایک ایسا شخص یہاں قریب ہی موجود ہے۔ اس کا نام ارنسٹ ووجل ہے۔ وہ ایس ایس گارڈ تھا اور اس وقت بنکر میں اس کی ڈیوٹی تھی' جب ہٹلر اور ایوا براؤن کی لاشوں کو باہر لا کر جلایا گیا۔ میں نے دو سال پہلے ایک فیچر کے سلسلے میں اس سے انٹرویو کیا تھا۔ اسے وہ گزری باتیں بہت اچھی طرح یاد ہیں" پیٹر نے تھوڑا سا توقف کیا "اس سے ضرور مل لو۔ اس کی باتیں سن کر بھی فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس کا پتا اور فون نمبر میرے پاس ہے دفتر میں۔ میں واپس جاتے ہی فون کرکے تمہیں بتا دوں گا"۔

"میں شکرگزار رہوں گی مسٹر پیٹر!"

"ووجل سے ملنے کے بعد تم اپنے مخبر سے ملنا پھر دونوں کی معلومات کا موازنہ کرنا آسان ہو گا"۔

سارہ چند لمحے پیٹر کو دیکھتی رہی۔ پھر بولی "مجھے ایک اعتراف کرنا ہے۔ جس شخص نے میرے والد کو معلومات فراہم کی تھیں' جس کی وجہ سے بائیوگرافی آخری مرحلے میں رکی' وہ مجھ سے ملنے سے انکاری ہے"۔

"کیوں؟ تمہارے والد سے تو وہ خود ملا تھا"۔

"ہاں۔ میں نے پاپا کی موت کے بعد اسے خط لکھا تھا کہ میں برلن آرہی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات .... تعاون کرے گا۔ اس نے صرف ایک سطر میں جواب دیا "میں اس سلسلے میں تم سے .... بلکہ کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتا" اس کی یہ اچانک تبدیلی میری سمجھ میں نہیں آئی"۔

پیٹر چند لمحے سوچتا رہا' پھر بولا "آپ کے والد کی موت نے اسے خوف زدہ کردیا ہو گا۔ یہاں نازی ازم کے شیدائی اب بھی موجود ہیں" اس نے سارہ کے چہرے پر حیرت کا تاثر دیکھ کر جلدی سے کہا "ہاں' یہ سچ ہے"۔

"بہرحال' میں اس مخبر کو کسی نہ کسی طرح قائل کرلوں گی" سارہ نے بڑے یقین

سے کہا "میں اسے ملاقات پر مجبور کر دوں گی"۔

پیٹر نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھائی اور اٹھ کھڑا ہوا "وش یو گڈلک۔ اگر کوئی اسٹوری ملے تو مجھے یاد رکھئے گا"۔

"میں تمہاری مہربانی اور ہر ووجل کے بارے میں تمہارے تعاون کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ تم مجھے ایسے موقعوں پر یاد رہو گے"۔

"ایک بات سنو مس رحمان۔ ارنسٹ ووجل کی باتوں سے کچھ قائل نہ کرنا۔ بلکہ اس کی باتوں کو اپنے گریزاں مخبر کو اکسانے کے لئے استعمال کرنا۔ یہ ترکیب اکثر بہت کام آتی ہے"۔ پیٹر دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اچانک اس نے پلٹ کر کہا "ایک مشورہ ہے۔ اگر ریسرچ آگے بڑھاؤ اور کھدائی کرو تو اپنے والد کی طرح اس کا اعلان نہ کرنا۔ کوئی خطرہ مول نہ لینا۔ برلن میں ٹریفک کے حادثے بہت عام ہیں۔ سچ معلوم کرنا ضروری ہے مگر زندہ رہنا اس سے زیادہ ضروری ہے"۔

--------*

۴۵ منٹ بعد پیٹر شنر نے برلن مورجن پوسٹ کے دفتر سے سارہ کو فون کیا اور ارنسٹ ووجل کا پتا اور فون نمبر لکھوا دیا "میں نے دو سال پرانے انٹرویو کے نوٹس نکالے ہیں" پیٹر نے پتا لکھوانے کے بعد کہا "بہتر ہے کہ ارنسٹ ووجل کے بارے میں جان لو۔ ہٹلر کی موت کے دن اس کی عمر ۲۴ سال تھی۔ ہٹلر کی مجوزہ خودکشی سے دو دن پہلے سے اس کی ڈیوٹی بنکر کے دروازے پر تھی۔ وہ یقیناً قابل اعتبار لوگوں میں رہا ہوگا۔ کیونکہ کئی اہم مواقع پر وہ بنکر میں بھی موجود رہا۔ ۳۰ اپریل کو وہ ان چند افراد میں سے ایک تھا جنہوں نے ہٹلر اور ایوا براؤن کو نذر آتش کیے جاتے دیکھا۔ باقی باتیں اس سے سن لینا"۔

"وہ کرتا کیا ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"وہ ڈاک کے ذریعے نایاب کتابوں کا کاروبار کرتا ہے۔ اور ہاں ..... اس کی سماعت کمزور ہے۔ تمہیں چیخ کر بات کرنا ہوگی۔ چاہو تو میرا حوالہ دے دینا"۔

سارہ نے اس کا شکریہ ادا کر کے ریسیور رکھ دیا۔ فوراً ہی ارنسٹ ووجل کا نمبر ڈائل کیا۔ چند گھنٹیوں کے بعد دوسری طرف ریسیور اٹھایا گیا اور ایک بلند مردانہ آواز ابھری۔

"ہر ارنسٹ ووجل؟" سارہ نے بھی بلند آواز میں پوچھا۔

"جی ہاں بول رہا ہوں"۔

سارہ نے پہلے اپنا تعارف کرایا پھر پیٹر کا حوالہ دیا۔ اس نے اپنے برلن آنے کی غرض و غایت بتائی۔

"اچھا..... تو تم ہٹلر کی موت کے بارے میں کتاب لکھ رہی ہو؟" ووجل نے چیخ کر کہا۔

"اس کی پوری زندگی کے بارے میں۔ موت بھی اس میں شامل ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری مدد کر سکتے ہیں"۔

کچھ توقف کے بعد ووجل نے کہا "بالکل مدد کر سکتا ہوں۔ تم نے بالکل صحیح جگہ رابطہ کیا ہے۔ تمہارے پاس میرا پتا موجود ہے؟"

سارہ نے نوٹ کیا ہوا پتا اسے بتا دیا۔

"درست۔ تم چار بجے یہاں پہنچ جاؤ"۔

اس مختصر فرصت میں سارہ کا جی چاہا کہ ڈاکٹر میکس تھیسل کو فون کرے۔ جس کی وجہ سے اب تک بہت کچھ ہو چکا تھا مگر پھر اسے پیٹر کا مشورہ یاد آ گیا۔ اسے ووجل کو تھیسل کے لیے بطور چارا استعمال کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک فائل نکالی' جس میں ان لوگوں کی فہرست تھی جو آخری ایام میں ہٹلر کے قریب رہے تھے۔ ایسے لوگوں سے سر رحمان پہلے ہی انٹرویو کر چکے تھے۔ ارنسٹ ووجل کا نام اس فہرست میں شامل نہیں تھا۔ یہ بات عجیب تھی کہ ایک آدمی رہ گیا تھا۔ بہرحال اب وہ اس کوتاہی کا ازالہ کرنے والی تھی۔

اس نے ٹیکسی کی اور آٹھ منٹ میں مطلوبہ مقام پر پہنچ گئی۔ وہ کوڈیم سے ڈیڑھ بلاک شمال کی طرف' ڈالمین اسٹراس پر واقع پانچ منزلہ عمارت تھی۔ چھوٹی سی لابی میں لگے میل باکس سے اسے پتا چلا کہ ووجل کا اپارٹمنٹ پہلی منزل پر ہے۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر وہاں پہنچ گئی۔

ووجل کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ وہ مختصر سا آدمی تھا۔ اس کے بال چھدرے اور سفید تھے۔ ایک کان میں ثقل سماعت کا آلہ لگا تھا۔ سارہ کا خیال تھا کہ ایس ایس گارڈ دیو قامت ہوتے ہوں گے۔ ووجل جھولنے والی کرسی پر بیٹھا تھا۔ سارہ اس کے سامنے بیٹھ گئی "ہٹلر پر کتاب؟" ووجل نے کہا "اتنی تو لکھی جا چکی ہیں۔ اچھی خاصی صنعت ہو گئی ہے یہ"۔

"سچ ہے" سارہ نے کہا "لیکن بیشتر کتب چالیس اور پچاس کی دہائیوں میں لکھی گئی تھیں۔ اس وقت ہٹلر کے اندرونی حلقے کے لوگ انٹرویو کے لیے میسر نہیں تھے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایسے لوگوں کو پوچھ گچھ کے لیے روس لے جایا گیا تھا پھر انہوں نے قید کی سزائیں بھی بھگتیں۔ روسیوں نے انہیں باہر کے لوگوں سے بھی نہیں ملنے دیا پھر جب وہ رہا ہوئے .... اور جرمنی واپس آئے' تب ان سے انٹرویو کا موقع ملا۔ میرے والد کا خیال تھا کہ ہٹلر کی بائیوگرافی کے لیے یہ زیادہ مناسب وقت ہے۔ وہ اس بائیوگرافی کو ہر اعتبار سے مکمل دیکھنا چاہتے تھے"۔

"بات تو ٹھیک ہے"۔

سارہ نے اپنے بریف کیس میں سے فہرست نکالی "یہ ان لوگوں کی فہرست ہے' جن سے میرے والد نے انٹرویو کیے" اس نے فہرست ووجل کی طرف بڑھائی۔ "یہ ان لوگوں کی فہرست ہے جو آخری ایام میں ہٹلر کے قریب رہے تھے۔ ان میں آپ کا نام نہیں ہے"۔

ووجل نے نام پڑھے اور فہرست سارہ کو واپس دے دی "انہوں نے ان افراد سے انٹرویو کب کیا تھا؟"

"دس سال پہلے انہوں نے اسٹارٹ لیا تھا پھر پانچ سال پہلے انہوں نے اور میں نے بائیوگرافی لکھنا شروع کی" سارہ نے کہا "اب پاپا کا انتقال ہو چکا ہے .... خال ہی میں اور یہ باب میں تنہا مکمل کر رہی ہوں"۔

ووجل آگے کو جھک آیا "دس سال پہلے .... پانچ سال پہلے' میں انٹرویو دینے سے گریز کر رہا تھا۔ ممکن ہے' انہوں نے مجھے خط لکھا ہو مگر میں نے جواب ہی نہیں دیا ہو گا۔ ان دنوں میں سوچتا تھا کہ اپنے تجربات اور مشاہدات خود کتابی شکل میں لکھوں گا میں نے نوٹس بھی تیار کیے مگر پھر میری سمجھ میں آگیا کہ میں رائٹر نہیں بن سکتا۔ چنانچہ میں نے انٹرویو دینے شروع کر دیے۔ پیٹر پہلا آدمی تھا' جسے میں نے انٹرویو دیا"۔ وہ چند لمحے خاموش رہا "تو تم کتاب لکھ رہی ہو۔ میں نے کبھی کسی کے لیے انٹرویو نہیں دیا۔ میرا خیال ہے' یہ کتاب جرمن میں بھی چھپے گی۔ مجھے کاپیاں ملیں گی اس کی؟" اس نے پیچھے لگے دیواری شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ شیلف کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ فرش پر بھی کتابیں ڈھیر کی شکل میں موجود تھیں "یہ کاروبار مجھے باپ سے ورثے میں ملا ہے۔ میرے ماں باپ

برلن میں امریکی فضائی بمباری میں ہلاک ہو گئے۔ میں اس وقت فوج میں تھا۔ کتابیں میری زندگی ہیں مگر مجھے شکار کا بھی شوق ہے۔ میرا نشانہ غضب کا ہے۔ اس لیے مجھے ایس ایس گارڈز میں موقع دیا گیا"۔

"ہٹلر کے بارے میں بات کریں" سارہ نے اسے یاد دلایا۔

"ہٹلر کے بارے میں۔ بے شک' اپنے انداز میں وہ ایک عظیم آدمی تھا۔ بس میں اس کی دو پالیسیوں سے اختلاف کرتا ہوں۔ ایک تو اس کی نسلی منافرت اور دوسرے روس پر اس کا حملہ۔ ہٹلر کی پوری فوج اور اس کی پوری فضائیہ بھی روس کو تسخیر نہیں کر سکتی تھی۔ یہی اس کے زوال کا سبب بنا مگر بہرحال وہ عظیم آدمی تھا۔ تو تم اس کی موت کے بارے میں جاننا چاہتی ہو؟"

"اس کی زندگی کے آخری دو تین دنوں کے بارے میں" سارہ نے کہا "ویسے بنکر میں جو کچھ ہوا' اس کے بارے میں میرے پاس کافی مواد موجود ہے لیکن اس کی موت کے سلسلے میں بیانات متضاد ہیں"۔

"ہر شخص معاملات کو اپنی نظر سے دیکھتا ہے" ووجل نے کہا "میں تمہیں وہی کچھ بتا سکتا ہوں' جو میں نے دیکھا اور سنا"۔

ووجل کچھ دیر کرسی پر جھولتا رہا۔ اس کی نظریں سامنے والی دیوار پر جمی تھیں' جیسے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہو پھر اس نے کہنا شروع کیا "یہ آخری ایام کی بات ہے۔ ہماری چانسلری پر روسیوں کی بمباری بے حد شدید ہو رہی تھی۔ ہٹلر نے پانچ دن پہلے اندازہ لگا لیا کہ کہانی ختم ہونے والی ہے۔ ہم جانتے تھے کہ روسیوں نے برلن کا محاصرہ کر لیا ہے اور وہ آہستہ آہستہ اسے تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا' جب ہٹلر نے اپنے ذاتی محافظوں کے دستے کے سربراہ اور اپنے معتمد خاص کرنل ہینز لنج سے کہا کہ وہ زندہ گرفتار نہیں ہو گا۔ "میں خود کو شوٹ کر لوں گا"۔ ہٹلر نے لنج سے کہا "جب ایسا ہو جائے تو میری لاش کو چانسلری کے باغیچے میں لے جانا۔ موت کے بعد کوئی مجھے دیکھے .... پہچانے نہ پائے۔ میری لاش جلا دینا اور اس کے بعد بنکر میں میرے ذاتی کمروں سے تمام کاغذات سمیت کر انہیں بھی جلا دینا" ہٹلر نے یہ فیصلہ اوٹو گنس کو بھی سنا دیا' جو اس کا ایڈجوٹنٹ اور شوفر تھا۔ "میری لاش جلا دینا" اس نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ روس کے چڑیا گھروں میں میری نمائش کی جائے"۔

سارہ نوٹس لے رہی تھی۔ ووجل انتظار کرتا رہا۔ پھر سارہ نے سر اٹھایا اور پوچھا "یہی اس کے الفاظ تھے؟"

"میں نے خود سنا تھا۔ تم کہتی ہو کہ بنکر میں ہونے والے واقعات سے تم واقف ہو۔ تم آخری دن کی تفصیلات جاننا چاہتی ہو؟"

"آخری دو دن کی تفصیل...."

"ٹھیک ہے۔ ۲۸ اپریل کی شام سے شروع کرتے ہیں" ووجل نے کہا "ہٹلر نے اعلان کیا کہ وہ ایوا براؤن سے باقاعدہ شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے طویل معاشقے کو قانونی حیثیت دے کر ایوا براؤن کو اس کی وفاداری کا صلہ دینا چاہتا تھا۔ ایوا نے عہد کیا تھا کہ وہ بھی بنکر میں اس کے ساتھ ہی جان دے گی۔ بہرکیف جوزف گوئبل جسٹس آف پیس کو لے آیا۔ شادی کا سرٹیفکیٹ تیار کیا گیا۔ دو گواہوں نے اس پر دستخط کیے .... جوزف گوئبل اور مارٹن بورمین نے۔ شادی کی تقریب آدھی رات کے بعد ہوئی .... ۲۹ اپریل کو ابتدائی ساعت میں .... رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب۔ تقریب میں آٹھ مہمان تھے۔ تقریب کے بعد انہوں نے جشن منایا۔ ایوا نے اتنی شیمپین پی کہ اسے نشہ ہو گیا۔ ہٹلر نے بھی تھوڑی سی پی اور خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی مگر ایک موقعے پر اسے بڑبڑاتے سنا گیا۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ اب موت ہی مجھے سکون دے گی۔ مجھے سب نے دھوکا دیا۔ سب نے غداری کی' اس کا اشارہ گوئرنگ اور ہملر کی طرف تھا۔ جنہوں نے بغیر کسی اتھارٹی کے امن کی درخواست کی تھی .... اپنی گردنیں بچانے کے لیے۔ اور وہ ان جنرلوں کی شکایت کر رہا تھا جو اس سے جھوٹ بولتے رہے تھے" ووجل نے سارہ کو دیکھا جو نوٹس لے رہی تھی "اس زیر زمین بنکر میں دن اور رات ایک جیسے تھے" ووجل نے سلسلہ کلام جوڑا "ہٹلر عام طور پر رات بھر کام کرتا اور صبح دیر تک سوتا تھا۔ شادی سے پہلے اس نے اپنی پسندیدہ سیکریٹری ٹروڈل جنگ کو بلوایا اور دو وصیتیں لکھوائیں۔ ایک مختصر دستاویز' جس میں اس نے وضاحت کی کہ وہ ایوا براؤن سے شادی کر رہا ہے۔ دوسری طویل سیاسی دستاویز' جس میں اس نے دہرایا کہ ساری دنیا کے یہودیوں نے مل کر اس پر جنگ تھوپی تھی۔ چھوٹی دستاویز تین صفحے کی اور بڑی دس صفحے کی تھی پھر اس نے ان پر دستخط کیے اور اپنے دستخطوں کی گواہی دلوائی۔ اس کے بعد وہ سونے کے لیے تیار ہو گیا لیکن یہ سب تو تم جانتی ہو گی فراؤ رحمان؟"

"بیشتر میرے علم میں ہے۔ اہمیت اس کی ہے جو اس کے بعد ہوا" سارہ نے کہا "مجھے امید ہے کہ تم جزئیات تک بیان کرو گے۔ کچھ چھوڑنا نہیں"۔

ووجل پھر کرسی جھلانے لگا "۲۹ اپریل کی صبح ساڑھے چار اور ساڑھے پانچ بجے کے درمیان وہ وقت تھا' جو ہٹلر اور ایوا نے میاں بیوی کی حیثیت سے گزارا۔ گیارہ بجے صبح وہ سو کر اٹھے۔ دوپہر کو ہٹلر نے اپنی آخری جنگی کانفرنس منعقد کی جو بے سود تھی پھر اس نے قاصدوں کے ذریعے اپنی وصیتیں برلن سے باہر بھجوائیں پھر اس نے مرنے کی تیاری شروع کر دی"۔

"کیسے؟"

"ہملر نے ایک بار اسے پوٹاشیم سائنائیڈ دیا تھا لیکن ہٹلر اس کے سریع الاثر ہونے نہ ہونے کی طرف سے فکرمند تھا۔ وہ سوچتا تھا' ممکن ہے کیپسول اپنی تاثیر کھو بیٹھے ہوں اور ممکن ہے کہ ہملر نے ٹھیک کیپسول نہ دیے ہوں' وہ یقین چاہتا تھا"۔

"یہ وہ موقع ہو گا جب ہٹلر نے اپنے کتے پر کیپسول آزمایا؟" سارہ بولی۔

"اوہ .... تمہیں معلوم ہے؟"

سارہ یہ اندازہ نہ لگا سکی کہ وہ خوش ہوا تھا یا مایوس۔ بہرکیف اس نے فیصلہ کیا کہ اب اپنی معلومات کا اظہار نہیں کرے گی۔ بہتر یہی تھا کہ ووجل خود ہی بتائے۔

"بنکر میں ہٹلر کے چار ڈاکٹر تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کو طلب کیا .... ڈاکٹر ورنر ہیس کو۔ ہٹلر نے ڈاکٹر کو بتایا کہ وہ کیپسول کی اثر پذیری چیک کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ یہ کیپسول اس کے پسندیدہ السیشن بلونڈی پر آزمایا جائے۔ ڈاکٹر ہیس نے زبردستی وہ کیپسول کتے کے منہ میں ڈالا۔ پھر اس نے ہٹلر کو مطلع کیا کہ کتے کی موت فوراً ہی واقع ہو گئی تھی۔ ہٹلر مطمئن ہو گیا....

"اس رات نو بجے ہٹلر نے اسٹاک ہام ریڈیو سے خبر سنی کہ مسولینی کو شمالی اٹلی میں گرفتار کرنے کے بعد اس کی محبوبہ کلارا کے ساتھ سزائے موت دے دی گئی۔ یہ طے ہے کہ ہٹلر کو بعد کے خوفناک واقعات معلوم نہیں ہوئے تھے' کچھ بھی ہو اس نے اس خبر میں دلچسپی نہیں لی۔ آدھی رات کو اسے معلوم ہوا کہ اب برلن کا دفاع ناممکن ہے اور روسی فوجیں اگلے روز تک یقینی طور پر چانسلری پہنچ جائیں گے۔ صبح ڈھائی بجے ہٹلر نے اپنے ذاتی اسٹاف کو الوداع کہنے کی خواہش ظاہر کی۔ بیس افراد بنکر کے کاریڈور میں قطار بنا

کر کھڑے ہو گئے۔ ہٹلر بورمین کے ساتھ آیا اور اس نے فرداً فرداً ان سے ہاتھ ملایا۔ طلوع آفتاب کے قریب ہٹلر ایوا کے ساتھ سونے کے لیے چلا گیا۔

"پھر وہ بیدار کب ہوا؟"

"۳۰ اپریل ۱۹۴۵ء کی صبح ساڑھے پانچ بجے۔ وہ اس کی زندگی کا آخری دن تھا۔ اسے بتایا گیا کہ روسی گارٹن کے راستے آ رہے ہیں اور پولس ڈیمپلائز تک پہنچ چکے ہیں اور ایک روسی یونٹ چانسلری اور بنکر سے صرف ایک بلاک کے فاصلے پر ہے"۔

"وہ خوف زدہ نہیں ہوا؟"

"نہیں' وہ پُرسکون تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اختتام ہے۔ اس نے گنشے کو ۲۰۰ لیٹر گیسولین یا پیٹرول کا بندوبست کرنے کی ہدایت دی۔ گنشے نے شوفر کیمپکا کو فون پر یہی ہدایت دی۔ کیمپکا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسی کون سی ضرورت آ پڑی ہے۔ اس نے کہا کہ اتنا پیٹرول موجود نہیں اور اس کی تلاش میں نکلنا خطرناک ہو گا۔ گنشے نے کہا' جتنا مل سکے فیورر بنکر کے دروازے پر پہنچا دو جو باغیچے میں کھلتا ہے۔ بالآخر کیمپکا نے ۸۰ لیٹر کا بندوبست کر لیا۔ جس دوران یہ کارروائی ہو رہی تھی' سہ پہر کے ڈھائی بجے تھے۔ اسی وقت ہٹلر نے اپنا آخری لنچ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنی دونوں سیکریٹریوں ٹروڈل جنگ اور گرڈا کرسٹیان کے علاوہ اپنی باورچن کو بھی کھانے پر مدعو کیا۔ ایوا براؤن نے کھانا نہیں کھایا۔ اس دوران روسی اس علاقے میں زبردست بمباری کر رہے تھے۔ ایک شیل بنکر کے دروازے کے پاس پھٹا جہاں میں ڈیوٹی دے رہا تھا' دھماکا اتنا شدید تھا کہ میرے پاؤں اکھڑ گئے۔ میں بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔ جان بچانے کے لیے رینگتا ہوا بنکر کے اندر چلا گیا۔ یوں میں نے اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھا۔ ہٹلر اپنے پرائیویٹ کمرے سے نکل کر آیا۔ اس کے پیچھے ایوا براؤن تھی۔ ہٹلر کے سر پر اس کی مخصوص وائزر والی ٹوپی تھی۔ وہ فیلڈ گرے جیکٹ پہنے تھا' جس پر آئرن کراس پن کیا ہوا تھا۔ اس کا ٹراؤزر اور شوز سیاہ تھے۔ ایوا گہرے نیلے دائروں والے لباس میں تھی۔ راہ داری میں بارہ مرد اور پانچ عورتیں قطار میں کھڑے تھے۔ وہ الوداعی تقریب تھی۔ ہٹلر ڈھیلے ڈھالے انداز میں سب سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ ایوا عورتوں کو لپٹا رہی تھی۔ مردوں کو اس نے دست بوسی کی اجازت دی تھی پھر ہٹلر اور ایوا اپنے کمروں میں چلے گئے۔ سب لوگ منتشر ہو گئے.....

"اسی وقت مگدا گوئبل اپنے کمرے سے نکلی اس نے ہٹلر سے بات کرنے کی کوشش

کی۔ گنشے نے اس کا راستہ روک دیا۔ وہ چلائی اس کا مفہوم کچھ یوں تھا "مجھے اس سے بات کرنے دو۔ ہٹلر کو خود کشی نہیں کرنی چاہئے۔ ابھی وقت ہے۔ ہم برکٹس گیڈن کی طرف فرار ہو سکتے ہیں" مگدا اتنی مصر تھی کہ گنشے نے اس کی بات ہٹلر تک پہنچا دی۔ ہٹلر منمنایا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ لنج بھی گنشے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ "لنج میرے پرانے دوست" ہٹلر نے اس سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے نکل جاؤ"۔ لنج نے پوچھا "کیوں' میرے فیورر؟" ہٹلر نے جواب دیا "تمہیں ان لوگوں کی مدد کرنا ہو گی جو میرے بعد آئیں گے" پھر اس نے لنج سے کہا "دروازہ بند کر دو اور بیرونی کمرے میں میرا انتظار کرو۔ دس منٹ بعد دروازہ کھول کر اندر آ جانا"۔ پھر ہٹلر اور ایوا نے خود کو ختم کر لیا"۔

"لیکن کسی نے انہیں دیکھا تو نہیں؟" سارہ نے مداخلت کی۔

"یہ کیسے ممکن تھا۔ ہٹلر کی آخری ہدایات یہی تھیں کہ انہیں اکیلا چھوڑ دیا جائے"۔

"تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ہٹلر اور ایوا نے خود کشی کر لی؟"

"اس لیے کہ دس منٹ بعد انہوں نے دروازہ کھولا تو وہ دونوں نیلے اور سفید مخملی صوفے پر مردہ پڑے تھے"۔

"انہوں نے فائر کی آواز بھی لازماً سنی ہو گی؟"

"کسی نے کچھ نہیں سنا۔ ہٹلر کے ذاتی کمرے فائر پروف اور گیس پروف ہی نہیں' ساؤنڈ پروف بھی تھے"۔

"کسی مؤرخ نے لکھا ہے کہ فائر کی آواز سنی گئی تھی"۔

ووجل نے شدت سے نفی میں سر ہلایا "وہ غلط فہمی تھی۔ بعد میں جب کیمپکا لپکا ہوا بنکر میں پہنچا' یہ دیکھنے کے لیے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے تو گنشے نے اسے بتایا کہ ہٹلر مر چکا ہے۔ بعد میں امریکی اور برٹش انٹیلی جنس والوں نے کیمپکا سے پوچھ گچھ کی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا اس نے خود کشی کے فائر کی آواز سنی تھی۔ کیمپکا جانتا تھا کہ وہ کیا سننا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ فائر کی آواز تو سبھی نے سنی تھی۔ درحقیقت کسی نے بھی فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔ سن ہی نہیں سکتے تھے"۔

"دس منٹ بعد ہٹلر کے معاونین اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو کیا آپ بھی ان میں شامل تھے؟"

"نہیں" ووجل کے لہجے میں پچھتاوا تھا "مجھے دوبارہ بنکر کے دروازے پر تعینات کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں' میں نے بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ میں تمہیں بتاؤں گا۔ یہ میں نے دوسروں کی زبانی سنا تھا۔ پہلے وہ دہراؤں گا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ ہٹلر کی نشست گاہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے لنج داخل ہوا۔ کمرے میں کڑوے باداموں کی بو رچی ہوئی تھی' جس سے اس کا دل بگڑنے لگا۔ اس کے بعد بورمین' گیبلز' گوئبل اور آرٹرایکس مین اندر گئے۔ ایکس مین ہٹلر یوتھ کا ہیڈ تھا۔ وہ اسی وقت آیا تھا۔ انہوں نے دیکھا' ہٹلر صوفے کے بائیں گوشے میں لڑھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے داہنے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبایا تھا۔ ساتھ ہی اس نے سائنائیڈ کا کیپسول بھی چبا لیا تھا۔ ریوالور سیاہ والتھر ۶۵ے تھا۔ ہٹلر کی کنپٹی میں سوراخ تھا' جس سے خون ابل رہا تھا۔ ریوالور لڑھک کر قالین پر گر گیا تھا"۔

"اور ایوا براؤن؟"

"وہ دو فٹ دور تھی۔ وہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ کیپسول چبانے کے بعد وہ ہٹلر کی طرف ڈھے گئی تھی۔ شاید اس نے بھی خود کو شوٹ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر پھر بدل دیا ہو گا۔ کیونکہ ایک نسبتاً چھوٹا والتھر پستول میز پر رکھا تھا اسے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ایک آرتھوپیڈک سرجن ڈاکٹر لو کو طلب کیا گیا اس نے معائنے کے بعد دونوں کی موت کی تصدیق کر دی"۔

"پھر انہیں نذر آتش کیا گیا؟" سارہ نے پوچھا۔

"وہ خوفناک منظر تو میں نے خود دیکھا تھا" ووجل نے کہا اور کھو سا گیا پھر اس نے کہنا شروع کیا "جن گارڈز کو تاک جھانک کرنے کا موقع ملا' میں بھی ان میں شامل تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ لنج نے ہٹلر کی لاش کے اوپری حصے کو براؤن فوجی کمبل سے ڈھانپ دیا۔ ہٹلر کا خون میں نہایا ہوا چہرہ چھپا دیا گیا۔ لنج ہٹلر کی لاش کو کمرے سے نکال کر کاریڈور کے اس حصے کی طرف لایا' جہاں گارڈن میں کھلنے والے ہنگامی دروازے کو سیڑھیاں جاتی تھیں مگر لنج کے لیے تنہا ہٹلر کو اٹھانا آسان نہیں تھا۔ ہٹلر کا وزن ۱۸۰ پونڈ تھا۔ لنج نے لاش کو ایس ایس کے تین آدمیوں کے سپرد کر دیا' جو اسے لے کر چار زینے اوپر چڑھے۔ انہوں نے ہٹلر کا سر اوپر کی سمت رکھا تھا۔ پھر بورمین ایوا کی لاش لے کر نمودار ہوا۔ اسے بھی کمبل سے ڈھانپا گیا تھا لیکن اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ کیمپکا کو احساس ہوا کہ زندگی میں ایوا مارٹن بورمین کو کتنا ناپسند کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے ایوا کو اس سے لے کر گنشے کو دے دیا تھا۔ گنشے ایس ایس کے دو اور آدمیوں کی مدد سے اسے اوپر لے گیا۔ روسیوں کی بمباری کے باوجود مجھے احساس ہو رہا تھا کہ فیورر بنکر کے برابر میں کچھ ہو رہا ہے چنانچہ میں نے تجسس کے تحت اپنی جگہ چھوڑ دی"۔

"آپ نے ان دونوں کی تدفین دیکھی؟"

"میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایس ایس کے تینوں آدمی ہٹلر کی لاش بنکر سے نکال لائے"۔

"آپ کو ہٹلر کا چہرہ نظر آیا؟"

"نہیں۔ چہرہ اب بھی ڈھانپا ہوا تھا مگر ہٹلر کا مخصوص لباس صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کا ٹراؤزر اور بھاری جوتے کمبل سے جھانک رہے تھے۔ بنکر کے دروازے سے کوئی دس بارہ گز دور ایک اتھلی خندق تھی۔ ہٹلر کی لاش کو اس میں رکھ دیا گیا پھر وہ ایوا براؤن کو لائے۔ اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس پر سکون تھا.... انہوں نے اسے خندق میں ہٹلر کے برابر لٹا دیا۔ فوراً ہی نو افراد بنکر سے باہر آئے۔ لنج گوئبل 'بورمین اور ڈاکٹر لڈوگ کو میں نے پہچان لیا۔ پھر ایس ایس کے دو آدمی پیٹرول کے کنستر لے کر آئے۔ انہوں نے لاشوں پر پیٹرول ڈالنا شروع کیا۔ میرا اندازہ ہے کہ پچاس گیلن پیٹرول رہا ہو گا۔ پھر لنج نے آگ جلانے کی کوشش کی مگر روسیوں کے شیل گرنے کی وجہ سے ان تمام کو بنکر میں جانا پڑا۔ بالآخر لنج نے آگ جلا ہی لی۔ اس نے جلتے ہوئے چیتھڑے کو لاشوں پر اچھال دیا۔ فوراً ہی آگ جل اٹھی۔ نیلے شعلے اور دھواں اٹھا۔ وہ نو کے نو پیچھے ہٹے اور انہوں نے لاشوں کو پرانا نازی سلیوٹ کیا۔ شعلے بلند ہونے لگے۔ نو گواہ بنکر میں واپس چلے گئے۔ میں بھی اپنی جگہ واپس آ گیا لیکن اس اتھلی خندق میں دو لاشوں کا جلنا آسان کام نہیں تھا۔ حکم دیا گیا کہ لاشوں پر مستقل طور پر پیٹرول چھڑکتے رہیں۔ چنانچہ ہر تین چار گھنٹے بعد ایس ایس والے آتے اور مزید پیٹرول چھڑکتے۔ پھر رات ہونے سے پہلے .... ابھی کچھ اجالا تھا کہ میں نے خود جا کر دیکھ کر آنے کا فیصلہ کیا....

"دور نزدیک کوئی نہیں تھا۔ میں چپکے سے خندق کی طرف بڑھا۔ آگ اب سرد پڑتی جا رہی تھی۔ وہاں گرمی بہت شدید تھی۔ دونوں لاشوں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دونوں کا گوشت جیسے ابل رہا تھا۔ ہٹلر کا ناک نقشہ پھر بھی مجھے نظر آیا۔ اس کا نچلا دھڑ پوری طرح

جل چکا تھا۔ صرف اس کی پنڈلی کی ہڈیاں دیکھی جاسکتی تھیں۔ ایوا براؤن کی لاش دیکھ کر صرف یہ پہچانا جا سکتا تھا کہ وہ عورت کی لاش ہے۔ میں پلٹا اور میں نے قے کر دی۔ اس کے بعد مجھے بتایا گیا کہ دونوں لاشوں کو دفن کر دیا گیا تھا"۔

"کسی نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ کہاں دفن کیا گیا ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"ایس ایس کا بریگیڈ' فیورر بنکر کا سیکیورٹی کا چیف جوہان ریٹن برگر تھا۔ اس نے تین ایس ایس گارڈز کو حکم دیا کہ سوختہ لاشوں کو خندق میں سے نکال کر کہیں قریب ہی دفن کر دیں۔ گارڈز نے کینوس کے خیمے کا ایک ٹکڑا لیا اور لاشوں کے بچے کھچے حصوں کو اس میں لپیٹ لیا پھر وہ اس کینوس کو گھسیٹ کر ایک نسبتاً زیادہ گہری خندق میں لے گئے جو اس پہلی خندق کے قریب ہی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے گڑھے کو مٹی سے بھر کر اسے ہتھوڑے یا بیلچے سے کوٹ کر برابر کر دیا۔ سنا ہے کہ اس سے پہلے ایکس مین وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ہٹلر کی راکھ ایک باکس میں بھری اور اسے کہیں لے گیا.... خدا جانے کہاں۔ اس کے بعد تو بنکر میں موجود لوگ جان بچانے کی فکر میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجھے تین اور ایس ایس گارڈز کے ساتھ پیچھے موجود رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہمیں بنکر میں اگر کوئی اہم چیز رہ گئی تھی تو اسے تلف کرنا تھا۔ ہم لوگوں نے شراب پی اور کچھ دیر سوئے پھر صبح کے قریب پہلے روسی فوجی بنکر میں داخل ہوئے۔ ان کا تعلق این کے وی ڈی سے تھا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ ہٹلر کہاں ہے۔ میں نے انہیں وہ کچھ بتایا جو ابھی تمہیں بتایا ہے۔ انہوں نے اس جگہ کے بارے میں معلوم کیا جہاں ہٹلر کو دفن کیا گیا تھا۔ ہم میں سے ایک انہیں وہاں لے گیا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے وہاں کھدائی کی۔ گڑھے میں سے ہٹلر کا جبڑا نکل آیا۔ ہٹلر کے دانتوں کا ایکس رے ایک فائل میں موجود تھا۔ اسی سے موازنہ کیا گیا۔ تب وہ مطمئن ہو گئے کہ ہٹلر مر چکا ہے۔ بعد میں اسے فیورر بنکر کے ساتھ والے باغیچے میں دفن کر دیا گیا یہ ہے پوری کہانی فراؤلین رحمان"۔

سارہ نوٹس مکمل کر کے ساکت وصامت بیٹھی رہی۔ وہ سب کچھ بے حد حقیقی اور مستند لگ رہا تھا لیکن سارہ کو اپنا کام بھی کرنا تھا.... اپنے مرحوم باپ کا کام۔ چنانچہ اس نے کہا "لیکن وہ جبڑا کسی اور کا بھی تو ہو سکتا تھا"۔

ایک لمحے کو ووجل بری طرح چونکا پھر سنبھل کر بولا "یہ کیسے ممکن ہے؟"

سارہ نے سوچا' یہ شخص کیسے اس پر شک کر سکتا ہے۔ وہ یادیں ہی تو اس کی زندگی کا

سرمایہ ہیں.... وہی لمحے تو اس کے لیے وجہ افتخار ہیں۔ انہی کی وجہ سے تو یہ کوئی عام نہیں' خاص آدمی ہے اور اسے یہ بھی اعتراف کرنا پڑا کہ جو کچھ اس نے سنا' سب سچ لگتا ہے اور پھر اس کے گواہ اتنے بہت سے تھے کیا وہ سب مل کر.... متفق ہو کر جھوٹ بول رہے تھے؟ ناممکن۔ کیا انہیں ورغلایا گیا تھا.... گمراہ کیا گیا تھا؟ اس کا بھی امکان نہیں یا وہ اس پر اس لیے یقین کر لینا چاہتے تھے کہ ووجل کی طرح سبھی کے لیے وہ ان کی زندگی کا تاریخی لمحہ تھا؟ وہ اسے کھونا.... گنوانا نہیں چاہتے تھے۔

سارہ سوچ میں پڑ گئی۔ ایک طرف اتنے گواہ اور دوسری طرف بس ایک دندان ساز' جو ممکن ہے پاگل ہو۔ جب تک وہ ڈاکٹر میکس تھیسل سے نہ مل لے اور ڈاکٹر تھیسل اسے پوری طرح قائل نہ کر لے' ووجل کے بیان پر شک کرنے کا جواز نہیں تھا۔ یہی ہٹلر کی زندگی اور ہر ہٹلر کا اختتام تھا۔ وہ کتاب مکمل کر سکتی تھی۔

لیکن اس کے اندر ایک انکار چبھ رہا تھا۔ ایک اسکالر کی حیثیت سے اس کا باپ صرف اس کے لیے ہی نہیں' پوری دنیا کے لیے محترم تھا۔ اگر سر شفیق الرحمان نے یہ سمجھا تھا کہ ہٹلر کی زندگی کے اس اختتام پر شک کیا جا سکتا ہے تو یقیناً اس کی کوئی بے حد معقول وجہ بھی ہو گی اور پھر رپورٹر پیٹر نے بھی یہی کہا تھا کہ تحقیق ضروری ہے۔ بلکہ ووجل کے بیان کو ڈاکٹر تھسل کو اکسانے اور اس کی خاموشی کو توڑنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اس کے بعد فیصلہ کیا جائے۔

وہ اٹھی۔ اس نے ووجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے وعدہ کیا کہ کتاب شائع ہونے کے بعد وہ اسے کاپی ضرور بھجوائے گی۔

لیکن برسٹل کیمپنسکی کے اپنے سوئٹ میں وہ پھر ڈانواڈول ہو گئی۔ ووجل کا بیان اس قدر مفصل اور موثر تھا کہ اس کی نفی حماقت ہی نظر آتی تھی۔ ممکن ہے' پاپا نے دنیا کو ہلا دینے والے انجام کی خواہش میں ڈاکٹر تھیسل کی بات کو غیر ضروری طور پر اہمیت دی ہو اور پھر پاپا کی عمر بھی تو کافی ہو گئی تھی ممکن ہے.... لیکن اندر سے کسی نے اسے جھڑک دیا۔ عمر کے حوالے سے اپنے عالم باپ کی نفی تو مت کرو۔ وہ بھی صرف اپنی تن آسانی کی خاطر۔ اپنے اس طعنے نے خود اسے ہلا دیا۔ واقعی؟ کیا وہ جلد از جلد کتاب مکمل کرنے کی خواہش میں مزید تحقیق سے بچ رہی ہے؟

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھی اور اس نے خط و کتابت کی فائل میں سے ڈاکٹر تھیسل

کا وہ خط نکال کر کئی بار پڑھا' جس نے بایو گرافی کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دی تھی پھر اس نے سوچا کہ اس کا باپ ڈاکٹر تھیسل سے ملا تھا اور ڈاکٹر تھیسل نے یقیناً کوئی ایسا ثبوت فراہم کیا تھا جس نے سر رحمان کو اس حد تک متاثر کیا تھا کہ انہوں نے فیورر بنکر میں اور اس کے اطراف کھدائی کا فیصلہ کر لیا تھا.... اس شہادت کی تلاش کے لیے جسے اب تک نظر انداز کیا گیا تھا۔ پھر اس نے ڈاکٹر تھیسل کا دوسرا خط پڑھا جو اس کی ملاقات کی درخواست کے جواب میں اسے لکھا گیا تھا۔ خط کیا' وہ بس ایک جملہ تھا "ڈیر مس رحمان' مجھے افسوس ہے' اس معاملے پر گفتگو کے لیے نہ میں تم سے مل سکتا ہوں نہ کسی اور سے"۔

پھر اسے اپنے باپ کی آخری گفتگو کی ایک بات یاد آئی "سارہ.... ہماری کتاب کو ہٹلر پر آخری اور مکمل کتاب ہونا چاہئے.... حرف آخر"۔

سارہ کو یقین ہو گیا کہ اس کے باپ کو عمر کے آخری حصے میں سنسنی پھیلانے کا شوق نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ کسی اہم سراغ کے تعاقب میں تھے۔

سارہ نے فائل ایک طرف رکھی' ڈاکٹر تھیسل کا فون نمبر لے کر وہ سٹنگ روم میں آئی اور وہ نمبر ڈائل کیا۔ دو گھنٹیوں کے بعد ریسیور اٹھایا گیا ایک بوڑھی نسوانی آواز نے جرمن میں کہا "جی؟"

"یہ ڈاکٹر میکس تھیسل کی اقامت گاہ ہے؟" سارہ نے پوچھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے دریافت کیا گیا "آپ کون ہیں؟"

"میں ڈاکٹر رحمان کی بیٹی سارہ رحمان بول رہی ہوں۔ مجھے ڈاکٹر تھیسل سے بات کرنی ہے۔ میں انگلینڈ سے صرف ان سے بات کرنے کے لیے یہاں آئی ہوں"۔

"ایک منٹ پلیز"۔

پس منظر سے گھٹی گھٹی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سارہ کشیدہ اعصاب لیے انتظار کرتی رہی۔

بالآخر ریسیور پر مردانہ آواز ابھری "کون ہے؟" لہجہ درشت تھا۔

"ڈاکٹر تھیسل۔ میں سارہ رحمان ہوں.... ڈاکٹر رحمان کی بیٹی" اس نے اسے بایو گرافی کا اور سر رحمان سے اس کی ملاقات کا حوالہ دیا "پاپا نے بتایا تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ اب میں برلن آئی ہوں ڈاکٹر' مجھے پاپا کا کام مکمل کرنا ہے۔ ڈاکٹر تھیسل...."

"پلیز.... اب فون پر میرا نام ہرگز نہ لینا۔ یہ عقل مندی کے خلاف ہو گا"۔

"جی بہتر" سارہ نے کہا "اس نے ڈاکٹر تھیسل کی آواز میں خوف محسوس کر لیا تھا۔ سے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں ڈاکٹر ریسیور نہ رکھ دے۔ سو اس نے جلدی سے کہا "میں آپ سے ملنے کے لیے برلن آئی ہوں"۔

"یہ ناممکن ہے"۔

لیکن آپ پاپا سے تو ملے تھے' آپ نے ان کی تو مدد کی تھی"۔

"یہ بھی یاد کرو کہ تمہارے باپ کا کیا حشر ہوا؟" دوسری طرف سے کھردرے لہجے میں کہا گیا۔

"وہ تو حادثہ تھا"۔

"ممکن ہے' حادثہ ہی ہو" ڈاکٹر تھیسل کا لہجہ نرم پڑ گیا "لیکن مجھے یقین نہیں ہے" وہ ہچکچایا "بہرکیف میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اب مجھے تنگ نہ کرنا۔ جو جی چاہے' لکھو"۔

"میں صرف سچ لکھنا چاہتی ہوں" سارہ نے جذباتی لہجے میں کہا۔ پھر اس نے شنز کے مشورے پر عمل کر ڈالا "اس کا مطلب ہے' مجھے صرف ارنسٹ ووجل کے بیان پر انحصار کرنا...."

"کون؟"

"ارنسٹ ووجل۔ سابق ایس ایس سارجنٹ۔ جو فیورر بنکر کا گارڈ تھا۔ اس نے ہٹلر کے آخری ایام کا چشم دید احوال سنایا ہے۔ آج ہی میں اس سے ملی ہوں۔ اس نے لنج' گنشے اور کیمپکا کے حلفیہ بیانوں کی تائید کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے خود ہٹلر کو جلائے جاتے دیکھا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ اس حقیقت سے وہی لوگ انکار کر سکتے ہیں' جن کا دماغ چل گیا ہے"۔

اور مچھلی نے چارا نگل لیا۔ تھیسل نے غصے سے کہا "ووجل احمق ہے۔ اسے اس پر یقین ہے' جو کچھ اسے باور کرایا گیا۔ میں اسے جانتا ہوں' وہ بے وقوف گارڈ ہٹلر کو کیا جلائے"۔

"اور آپ ہٹلر کو جانتے تھے؟" سارہ نے معصومیت سے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتا تھا اور بہت اچھی طرح جانتا تھا"۔

"اور آپ کو کوئی خاص بات معلوم تھی جو آپ نے میرے پاپا کو بھی بتائی تھی۔ افسوس کہ آپ مجھے وہ بات بتانے پر آمادہ نہیں۔ اب میں جھوٹ کو سچ کے طور پر لکھنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ تاریخ مسخ ہی رہے گی۔ حقیقت چھپی ہی رہے گی" سارہ کا لہجہ سفاکانہ تھا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر ڈاکٹر تھیئل نے کہا "چالیس برس کے بعد اس بات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ سوتے ہوئے بھیڑیوں کو مت چھیڑو بی بی"۔

"لیکن ابھی آپ نے ہی اشارتاً کہا تھا کہ بھیڑیئے جاگ رہے ہیں" سارہ نے پُرجوش انداز میں کہا "میں چاہتی ہوں کہ ہٹلر کے متعلق ہر حقیقت اب کھل کر سامنے آنی چاہئے۔ جی ہاں .... سچائی کی بہت اہمیت ہے۔ میرے پاپا بھی اس بات پر یقین رکھتے تھے اور میں انہی کی بیٹی ہوں۔ اگر ہٹلر کی موت افسانہ ہے تو روجل جیسے لوگوں کو اس افسانہ نگاری کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔ آپ میرے پاپا کی خاطر میری مدد کریں' وہ اچھے آدمی تھے ...."

"ہاں۔ وہ اچھے آدمی تھے" ڈاکٹر تھیئل نے پُرخلوص لہجے میں کہا" مجھے وہ بہت اچھے لگتے تھے لیکن وہ بہت بے پروا تھے اور شاید انہیں اسی بات کی سزا ملی" وہ ہچکچایا "خیر.... شاید میں بھی بے پروا ہی ہوں۔ اگر تم خاموشی سے آسکو .... اور پبلسٹی نہ کرنے کی ضمانت دو تو ممکن ہے میں تم سے تھوڑی دیر کو مل لوں"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایسا ہی ہو گا"۔

"ٹھیک ہے۔ میرا پتا تمہارے پاس ہے۔ فوراً آسکتی ہو' ابھی ....؟"

"میں آرہی ہوں"۔

--------*

وہ ڈاکٹر تھیئل کے دو منزلہ وسیع و عریض مکان میں چھوٹی سی ڈینٹل لیبارٹری تھی۔ سارہ ڈاکٹر تھیئل کے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی جو خود ایک اونچے اسٹول پر بیٹھا تھا۔ اس نے کہنی کاؤنٹر پر ٹکا رکھی تھی۔ اس کا انداز ابتدا ہی سے دوستانہ اور مہذبانہ تھا۔ سارہ کا اندازہ تھا کہ اس کی عمر اسی سے کم نہیں ہو گی۔

ڈاکٹر تھیئل پُرشور انداز میں چائے کے گھونٹ لے رہا تھا۔ پیالی خالی کر کے کاؤنٹر پر

رکھنے کے بعد اس نے سارہ سے پوچھا "تمہارے والد نے تمہیں میری ملاقات کے بعد کچھ بتایا تھا؟"

"جی نہیں۔ لیکن وہ بہت پُرجوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ فون پر بات ممکن نہیں۔ وہ مجھے واپسی پر بتائیں گے۔ چنانچہ مجھے اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ آپ نے انہیں کوئی اہم بات بتائی تھی"۔

"تو اب تم بھی سن لو" ڈاکٹر تھیئل نے کہا اور سارہ سنبھل کر بیٹھ گئی "یہ تمہیں معلوم ہو گا کہ ہٹلر کی مفروضہ موت اور تدفین کی تحقیق صرف روسیوں نے کی تھی۔ میں تمہیں اس کے نتائج کے بارے میں مختصراً بتاتا ہوں مگر پہلے یہ سن لو کہ یہ طے ہے' ہٹلر اور ایوا براؤن کو خودکشی کرتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ آج تک کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ ہر تحقیق کی بنیاد ان لوگوں کے بیانات پر ہے جو اپریل ۱۹۴۵ء میں بنکر کے اندر یا اس کے گرد موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہٹلر نے مایوسی کے عالم میں اپنی بیوی کے ساتھ خودکشی کی۔ انہوں نے ان کی لاشوں کو صوفے پر پڑا دیکھا انہیں نذر آتش ہوتے دیکھا لیکن یہ صرف ہٹلر کے اسٹاف اور سیکیورٹی گارڈز کے بیانات ہیں۔ درحقیقت آج تک کوئی ایسا سائنٹیفک ثبوت سامنے نہیں آیا کہ خودکشی کرنے والے جوڑے کا اڈولف ہٹلر یا ایوا براؤن ہٹلر ہونا ثابت ہو سکے۔ دنیا بھر میں قتل یا خودکشی کے جرائم میں اہمیت لاشوں کی ہے مگر یہاں لاشیں موجود نہیں تھیں کہ جن کا معائنہ کیا جاتا۔ راکھ تھی اور جلی ہوئی ہڈیاں تھیں۔ ایسے میں یہ یقین سے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہٹلر اور ایوا کی لاشیں ہی تھیں؟"

"لیکن مادی شہادتیں بھی موجود تھیں" سارہ نے اعتراض کیا۔

"ہاں۔ کچھ تھیں" ڈاکٹر تھیئل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "روسی تو قائل۔ گئے مگر میں قائل نہیں ہوا کہ ہٹلر اور ایوا مر چکے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی سارہ کا دل بری طرح دھڑکا۔ جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ سر رحمان کی بھی یہی کیفیت ہوئی ہو گی پھر بھی اس نے اپنے احساسات کو نظرانداز کر کے محقق بننے کی کمزور سی کوشش کی "ڈاکٹر تھیئل۔ اگر آپ کی بات درست ہے تو پھر یہ بتائیں کہ ہٹلر فرار کیسے ہوا ہو گا' برلن روسیوں نے گھیرا ہوا تھا۔ وہ پیدل یا کار کے ذریعے بھی نہیں نکل سکتا تھا۔ جہاز سے بھی ناممکن ہے کیونکہ تمام ائر

فیلڈ تباہ ہو چکے تھے۔ خود ہٹلر کا پائلٹ پیدل فرار ہو رہا تھا اور پکڑا گیا"۔

"یہ سب مجھے نہیں معلوم" ڈاکٹر تھیئل نے سادگی سے کہا "یہ معلوم کرنا تمہارا کا
ہے بی۔ مورخ تم ہو۔ میں اتنا جانتا ہوں' مجھے یقین ہے کہ ہٹلر کی لاش نہیں جلائی گ
تھی۔ وہ بچ نکلا تھا۔ روسیوں کا یہ اعلان غلط تھا کہ ہٹلر مر چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ
یہ بات ثابت کر سکتا ہوں۔" اس نے کچھ توقف کیا "پہلے یہ بتاؤں گا روسیوں کو کیا ملا
پھر اپنی بات بتاؤں گا۔ روسیوں نے کئی ٹیمیں بنکر کی طرف روانہ کی تھیں۔ دوسری ٹیم
قیادت لیفٹیننٹ کرنل ایوان کلیمینکو کر رہا تھا۔ حکم یہ تھا کہ ہٹلر کو زندہ یا مردہ گرفتار
جائے۔ ایک اور ٹیم میں میڈیکل کورپس کی بارہ ڈاکٹر عورتیں اور بیس آرمی آفیسرز تھے
پہلی ٹیم نے بنکر میں لوٹ مار کے سوا کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ کرنل کلیمینکو
مئی ۴۵ء کو بنکر میں پہنچا۔ شام کو اس نے ایک لاش کا معائنہ کیا' جو پہلی ٹیم نے پانی
ایک ٹینک میں سے برآمد کی تھی۔ اس نے اسے ہٹلر کی لاش قرار دے کر پرانی چانسلر
کے ایک ہال میں فرش پر رکھوا دیا۔ دو دن بعد اسے دوسری دو لاشوں کا پتا چلا' جو ا
خندق سے نکالی گئی تھیں۔ خود کلیمینکو کے الفاظ ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
ہٹلر اور ایوا کی لاشیں ہیں۔ وہ تو اپنے طور پر پہلے ہی ہٹلر کی لاش دریافت کر چکا تھا۔ ا
نے ان دونوں لاشوں کو دوبارہ دفن کرا دیا۔ اس دوران چانسلری میں موجود جرمن ا
متفق تھے کہ پہلی لاش ہٹلر کی نہیں ہے۔ تب کلیمینکو کو دوسری دو لاشیں یاد آئیں۔ ا
نے انہیں دوبارہ نکلوایا۔ اب آگے کی بات میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں" ڈاکٹر تھیئل
ایک دراز کھولی اور کچھ کاغذات نکالے "ان کے مطابق لاشیں کمبلوں میں لپٹی
تھیں۔ روسیوں نے انہیں لکڑی کے بکسوں میں رکھ کر برلن کے نواح میں واقع
اسپتال بھجوا دیا۔ وہاں روسیوں نے ان کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کیا"۔

"لاشوں کے بغیر پوسٹ مارٹم؟" سارہ نے اعتراض کیا۔

"ہاں۔ روایتی مفہوم میں تو وہ لاشیں نہیں تھیں" ڈاکٹر تھیئل نے کہا "وہ
باقیات تھیں۔ اب مرد کی لاش کی رپورٹ سنو۔ لاش کی حالت ایسی نہیں کہ صحیح طو
عمر کا تعین کیا جا سکے تاہم اندازہ ہے کہ مرنے والے کی عمر پچاس اور ساٹھ سال
درمیان ہو گی۔ لاش بری طرح جلی ہوئی تھی اور چراند اٹھ رہی تھی۔ کاسہ سر بھی ج
طور پر ندارد تھا۔ گدی اور کنپٹی کی ہڈیوں کے حصے اور اوپری اور نچلے جبڑے کو محفوظ

گیا۔ چہرے اور جسم پر جلد بالکل موجود نہیں تھی۔" ڈاکٹر تھیئل نے نظریں اٹھا کر سارہ کو دیکھا اور رپورٹ پر تبصرہ کیا "جلد نہیں تو فنگر پرنٹس بھی نہیں" پھر اس نے کاغذات پر نظر ڈالی۔ "اور یہ ہے دوسری رپورٹ۔ لاش بری طرح جلی ہوئی ہے۔ مرنے والی کے چہرے کے نقوش کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ تاہم اس کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان ہو گی۔ فنگر پرنٹس اس کے بھی نہیں مل سکتے۔ تاہم روسیوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے پاس شناخت کے لیے قابلِ انحصار شواہد موجود ہیں۔ انہوں نے دونوں لاشوں کے بالائی اور زیریں جبڑوں کو ہتھیا لیا' جن میں دانت پورے موجود تھے۔ ہٹلر کے ایک کھونٹے پر سونے کا خول چڑھا تھا۔ جب کہ ایوا براؤن کا پورا برج سونے کا تھا پھر ہٹلر کے دندان ساز کے آفس سے پرانی فائلیں نکالی گئیں' جن میں ہٹلر اور ایوا کے ایکسرے موجود تھے۔ لاشوں کے جبڑوں سے ان کا موازنہ کیا گیا تو وہ پوری طرح مل گئے۔ سوویت فورینسک میڈیکل کمیشن کے لیے یقینی شناخت کے لیے صرف دس میچنگ پوائنٹ کافی تھے۔ جب کہ یہاں ۲۶ میچنگ پوائنٹ موجود تھے۔ چنانچہ ۹ جولائی ۴۵ء کو روسیوں نے اعلان کر دیا کہ انہیں ہٹلر اور ایوا کی باقیات مل گئی ہیں"۔

"لیکن آپ اس سے متفق نہیں ہیں۔ کیوں؟" سارہ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں ہٹلر کے ذاتی دندان سازوں میں ایک ہوں" ڈاکٹر تھیئل نے جواب دیا "ایک وقت آیا کہ ہٹلر کو ڈاکٹر بلاشک پر اعتبار نہیں رہا۔ تب اس نے مجھے بلوایا۔ ہٹلر ڈاکٹر بلاشک کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے رول کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میرا کام دوسروں کے علم میں نہیں تھا۔ اس لیے روسیوں نے مجھ سے پوچھ کچھ نہیں کی لیکن میں نے روسیوں کی شناختی رپورٹ کی نقول حاصل کر لیں اور اپنے ریکارڈ سے ان کا موازنہ کیا۔ برج بالکل ویسے ہی تھے۔ بس معمولی سا ایک فرق تھا۔ میں نے ہٹلر کے برج کو ایڈجسٹ کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا طلائی کھٹکا لگا دیا تھا' جو اس کے خول پر پوری طرح فٹ ہو جاتا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ اسے دیکھنا آسان نہیں تھا۔ روسیوں کو جو برج ملا' اس میں وہ کھٹکا نہیں تھا۔ بس اس سے مجھے شک ہوا کہ وہ ہٹلر کی لاش نہیں تھی"۔

"ممکن ہے کھٹکا آگ میں جلنے کی وجہ سے پگھل گیا ہو" سارہ نے خیال آرائی کی۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔ کھٹکا پگھلتا تو پورا برج پگھل جاتا۔ کھٹکا بھی سونے کا تھا۔ مجھے

یقین ہے کہ جلی ہوئی لاش ہٹلر کے ڈبل کی ہوگی۔ ڈبل کے دانتوں پر بھی وہی سب کچھ کیا گیا تھا' جو ہٹلر کے دانتوں پر ہوا تھا لیکن میرا کام کیونکہ راز تھا اس لیے یہ فرق رہ گیا اس یقین کے بعد مجھے فکر ہوئی کہ اصل ہٹلر کہاں گیا؟"

"تو کیا اسی لیے آپ نے میرے والد کو فیورر بنکر میں کھدائی کے لیے کہا تھا؟"

"میرے خیال میں وہاں دو چیزیں مل سکتی ہیں۔ ایک اصلی ہٹلر کا جبڑا جو میں نے لگا تھا۔ وہ مل گیا تو معلوم ہو جائے گا کہ جلی ہوئی لاش ہٹلر کی نہیں تھی" ڈاکٹر تھیسل نے کہ اور کاغذات کو ادھر ادھر کرنے لگا پھر اس نے ایک کاغذ سارہ کی طرف بڑھایا۔

سارہ نے دیکھا۔ وہ کسی نقشین پتھر کا رف پین اسکیچ تھا۔ جس پر درمیان میں کسی مر کا چہرہ اُبھرا ہوا تھا "یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ وہ دوسری شہادت ہے جو تمہیں تلاش کرنی ہے۔ یہ نقشین پتھر تھا' جو زنجیر کے ساتھ ہر وقت ہٹلر کی گردن میں پڑا رہتا تھا۔ شاید ایوا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ یہ پہنتا ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ ایوا اس کی قربتوں کی ساتھی تھی۔ میں نے اسے بس اتفاقاً دیکھ لیا تھا۔ میں نے ہٹلر پر آخری ڈینٹل سرجری کی اور اسے مسکن دوا کا ڈوز دیا۔ اسے زیادہ پُرسکون کرنے کے لیے میں نے اس کی قمیض کے اوپری بٹن کھولے تب میں نے اس کے سینے پر یہ پتھر پڑا دیکھا۔ وہ شاید اس کے لیے نیک شگون کی علامت تھی"۔

یہ شبیہہ کس کی تھی پتھر پر؟" سارہ نے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے' ہٹلر کے پاس ایک آئل پینٹنگ تھی۔ چھ سال تک وہ جہاں بھی گیا' تصویر اس کے ساتھ رہی۔ وہی بنکر میں اس کی ڈیسک کے پیچھے آخر تک آویزاں رہی۔ یہاں تک کہ اس نے اسے اپنے ذاتی پائلٹ باور کو دیا کہ وہ اسے نکال کر لے جائے...."

"یعنی یہ فریڈرک دی گریٹ کی شبیہہ ہے!؟"

"بالکل درست" ڈاکٹر تھیسل مسکرایا "ہمیں معلوم ہے کہ ہٹلر نے پورے لباس میں خودکشی کی اور اسے پورے لباس میں ہی نذر آتش کیا گیا۔ اس صورت میں یہ زنجیر' یہ پتھر اس کے گلے میں ہونا چاہیے لیکن یہ کسی کو نہیں ملا۔ اب کھدائی کی صورت میں بنکر سے اصل ہٹلر کا برج اور یہ لاکٹ اگر تمہیں مل گیا تو روسیوں کے دعوے کی تصدیق ہو جائے گی لیکن تمہیں کھدائی ہمیشہ سے زیادہ بہتر اور مفصل طور پر کرنی ہوگی۔ اگر تم خالی ہاتھ لوٹیں تو تمہارے پاس ایک ناقابل تردید شہادت ہوگی کہ ہٹلر بچ نکلا تھا۔ جلی ہوئی لاش ہٹلر کی نہیں تھی"۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ آخری وقت میں ہٹلر نے فریڈرک دی گریٹ کی شبیہہ والے پتھر کا لاکٹ اپنے ڈبل کو دے دیا ہو.... بالکل آخری لمحوں میں"۔

"میرے خیال میں وہ یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کوئی بھی اپنی خوش قسمتی کی علامت کو آخر وقت تک نہیں چھوڑتا.... خاص طور پر کڑے وقت میں۔ ہٹلر فرار ہوا ہو گا تو اس لاکٹ کے ساتھ۔ چلو' اسے چھوڑو۔ اس کی بتیسی تو بہرحال ملنی چاہیے"۔

"تو آپ کے خیال میں مجھے کھدائی کرنی چاہیے؟" سارہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل فراؤلین رحمان' سچ جاننا چاہتی ہو تو بہت گہرائی میں کھدائی کرو" ڈاکٹر تھیسل نے بڑے یقین سے کہا "اور جب سچائی مل جائے تو کسی کو بھی اس وقت تک نہ بتانا' جب تک برلن سے دور نہ نکل جاؤ"۔

--------*

سارہ رحمان نے تہیہ کر لیا تھا کہ ہٹلر کی موت کا معاملہ حل کر کے رہے گی۔ اگلے روز اس نے مشرقی برلن میں پروفیسر اوٹو ہلو باخ کو فون کیا۔ پروفیسر نے اسے دو بجے ملاقات کا وقت دے دیا۔ سارہ نے اس کے بعد برلن مورجن پوسٹ کے دفتر پیٹر کو فون کیا۔ اس نے پیٹر کو بتایا کہ وہ مشرقی برلن جا رہی ہے اور اسے ایک گائیڈ کی ضرورت ہے "میں کچھ نروس ہوں" اس نے آخر میں کہا۔ پیٹر نے کہا کہ وہ اس کے لیے ایک قابل اعتبار کار ڈرائیور کا بندوبست کر سکتا ہے' جو اپنی مرسیڈیز میں تقریباً ہر روز مشرقی برلن جاتا ہے۔ مورجن پوسٹ والے اکثر اس سے کام لیتے ہیں۔ یہی نہیں' پیٹر نے اس کے ساتھ چلنے کی ہامی بھی بھر لی۔

سو اب وہ پرائیویٹ ڈرائیور اروِن ہلمپ کی مرسیڈیز میں بیٹھے مشرقی برلن جا رہے تھے۔ ائرکنڈیشنڈ گاڑی کنکریٹ کی ایک گرے رکاوٹ کے پاس پہنچی تو پیٹر نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کو کہا "یہ ہے وہ عجوبہ روزگار دیوار جو جرمنی کو تقسیم کرتی ہے" اس نے سارہ سے کہا "یہ ۲۹ میل لمبی اور ساڑھے گیارہ فٹ اونچی ہے' جو برلن کو تقسیم کرتی ہے"۔

اب گاڑی دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی "دیوار کے پیچھے' مشرقی جرمنی علاقے میں ایک ملٹری زون ہے۔ وہاں خاردار تاروں کی باڑھ لگی ہے۔ اس ز سیکیورٹی زون میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کنکریٹ کے اونچے واچ ٹاور بنے ہیں۔ ٹاور میں تین فوجی ہیں۔ ان کے پاس دوربینیں بھی ہیں اور مشین گنیں بھی ہیں۔ ا زون میں بچا کھچا فیورر بنکر ہے"۔

"میں دو تین بار مشرقی برلن جا چکی ہوں" سارہ نے مختصراً کہا۔ وہ کار کی کھڑکی دیکھتی رہی۔ دیوار کے ساتھ اچھا خاصا بازار تھا۔ کار کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ آگے قریب ہی اسٹاپ سا تھا' جہاں سیاحوں کی بسیں اور کاریں کھڑی تھیں۔ داہنی سمت سے بارہ گز دور نظارہ کرنے کے لیے ایک اونچا پلیٹ فارم بنا تھا۔ اس پر سیاحوں کا ہجوم تھا۔ سب مشرقی برلن کے سیکیورٹی زون میں جھانک رہے تھے۔

"سارہ' تم یہاں سے فیورر بنکر کو دیکھنا چاہو گی؟" پیٹر نے پوچھا۔

"ضرور۔ وہی تو میری منزل ہے' میں ضرور دیکھوں گی"۔

اروِن ہلمپ نے گاڑی روک دی۔ وہ تینوں اتر کر پلیٹ فارم پر چلے گئے۔ سارہ نو مینز لینڈ کی طرف دیکھا۔ پیٹر نے اشارہ کیا وہ رہا فیورر بنکر۔ وہ مٹی کا بیس فٹ اونچا ٹی اس نے کچھ توقف کیا "روسیوں نے اسے پوری طرح بل ڈوز نہیں کیا تھا۔ بس انہوں اسے ڈھانپ دیا۔ کیونکہ ایک بار مشرقی جرمنی کا ایک شخص پھاوڑا اور کدال لے کر میں گھس گیا تھا۔ وہ وہاں سے مغربی جرمنی میں سرنگ نکالنے کے موڈ میں تھا۔ فلاح کے لیے۔ اسے روک دیا گیا لیکن اس نے دیکھ لیا تھا کہ ہٹلر کے چیمبرز صحیح وسلام ہیں۔ چانسلری کا باغیچہ' جہاں تمہیں کھدائی کرنی ہے' ٹیلے کے اس طرف ہے کیسا لگ ہے؟"

سارہ تنویم زدہ سی اس ٹیلے کو دیکھ رہی تھی "مشکل کام ہے لیکن ناممکن نہیں۔ بس مجھے کھدائی کی اجازت تو مل جائے" وہ بولی۔

وہ دوبارہ کار میں آ بیٹھے۔ ذرا دیر بعد سڑک پر ایک بورڈ نظر آیا.... "اب آپ امر سیکٹر سے نکل رہے ہیں" وہاں ٹین کے دو شیڈ تھے۔ ان میں تین فوجی تھے۔ ایک برطانو ایک فرانسیسی اور ایک امریکی۔ انہوں نے کار کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مشرقی جر کا ایک فوجی آیا۔ ہلمپ نے اسے تینوں پاسپورٹ دکھائے۔ رکاوٹ اٹھا دی گئی' گاڑ

آگے بڑھی اور واچ ٹاور کے پاس رک گئی۔ وہ مشرقی جرمنی کی چیک پوسٹ تھی۔ وہاں کار کی پوری طرح تلاشی لی گئی پندرہ منٹ بعد دوسری رکاوٹ بھی ہٹا دی گئی۔

وہ اب بھی فریڈرک اسٹراس پر تھے لیکن سڑک کا یہ حصہ مشرقی برلن میں تھا۔ ایک جگہ پیٹر نے گاڑی رکوالی "میں سڑک کے پار کیمپنی ایم پلاسٹ میں رکوں گا"۔ اس نے کہا "تم میری فکر نہ کرنا سارہ۔ میں یہاں مقامی اخبار پڑھوں گا اور چائے پیوں گا۔ اروِن تمہیں پروفیسر بلوباخ تک پہنچا دے گا۔ گڈ لک سارہ"۔

--------*

سارہ پروفیسر اوٹو بلوباخ سے تین سال پہلے ملی تھی۔ اس عرصے میں وہ بالکل نہیں بدلا تھا۔ پہلے کچھ رسمی باتیں ہوئیں۔ پروفیسر نے سر رحمان کی موت پر تعزیت کی پھر بولا "تو تم کام وہیں سے شروع کرنا چاہتی ہو' جہاں سے تمہارے عالم باپ نے چھوڑا تھا؟"

"جی ہاں۔ اور اس کے لیے پاپا کی طرح مجھے بھی آپ کی مدد کی ضرورت ہے" سارہ نے کہا "مجھے فیورر بنکر کے برابر والے باغیچے میں کھدائی کی اجازت درکار ہے اس کے علاوہ میں بنکر میں بھی کھدائی کرنا چاہتی ہوں"۔

بلوباخ نے حیرت سے اسے دیکھا "بنکر میں بھی؟"

بنکر والی بات سارہ کے منہ سے بے اختیار نکلی تھی اور اب وہ اس کی وجہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پھر وجہ اس کی سمجھ میں آ گئی۔ پروفیسر تھیسل کی بیان کردہ چیزیں نقشین پتھر اور ہٹلر کی بتیسی اس جگہ سے نہیں ملی تھیں' جہاں ہٹلر اور ایوا کی مفروضہ لاشوں کو دفن کیا گیا تھا۔ یہ امکان موجود تھا کہ ہٹلر نے انہیں اپنے کمروں میں ہی چھوڑ دیا ہو۔ اس لحاظ سے بنکر کی کھدائی ضروری تھی "جی ہاں۔ یہ ضروری ہے"۔

"ہوں ...." پروفیسر بلوباخ نے ہنکارا بھرا "بنکر ہمارے لیے مسئلہ بنے گا۔ روسیوں نے اسے لوگوں کی نظر سے ہٹانے کے لیے بل ڈوز کر دیا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ لوگ اسے سیاسی مزار نہ بنا ڈالیں۔ بنکر میں کھدائی کا خیال میرے ساتھیوں کو پریشان کر دے گا"۔

"پروفیسر' میں بہت تھوڑا سا حصہ کھلا چھوڑوں گی .... اور وہ بھی ایک دن کے لیے' اور اپنی تلاش مکمل ہونے کے بعد اسے پھر بھروا دوں گی۔ کوئی مزار نہیں بنے گا' وہ مٹی کا ٹیلہ ہی رہے گا"۔

"میں اپنے ساتھیوں کو یہ بات بتا دوں گا" بلوباخ نے کہا "میرا خیال ہے' انہیں کوئی

اعتراض نہیں ہو گا۔ ویسے میرا خیال ہے' تمہیں ہٹلر اور ایوا براؤن کی لاشوں کی نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور ہی بات ہو گی"۔

"پاپا نے آپ کو نہیں بتایا؟"

"نہیں۔ اس معاملے میں وہ بہت محتاط تھے۔ میں نے ان پر دباؤ بھی ڈالا۔ ہم دوست تھے اور مجھے ان پر مکمل اعتبار تھا"۔

سارہ نے سوچا' پاپا محتاط تھے مگر مجھے ان سے زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔ ویسے بھی اس ڈاکٹر تھیسل سے راز داری کا وعدہ کیا تھا' اس نے کہا "بات یہ ہے کہ کامیابی کی صو میں ہمیں حتمی طور پر پتا چل جائے گا کہ ہٹلر اور ایوا نے واقعی ۳۰ اپریل ۴۵ء کو خو کی تھی یا وہ بچ نکلے تھے"۔

"سارہ' میں تمہارے ساتھ ہر ممکن تعاون کروں گا لیکن تمہاری مایوسی بہت بڑ گی اور مجھے یقین ہے کہ تمہاری یہ کھدائی بے سود ثابت ہو گی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ روسیوں نے ہٹلر کی تلاش میں پانچ ٹیمیں بھیجی تھیں۔ انہوں اتھلی خندق کو چیک کیا۔ انہوں نے دوسری خندق کو چھان ڈالا۔ جس میں دونوں کو دف کیا تھا پھر انہوں نے پورے بنکر کو چھان مارا۔ جب انہیں یقین ہو گیا' تب انہوں نے کی موت کا اعلان کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے کسی بھی چیز کو نظر انداز کیا ہو گا"۔

"میرے پاپا نے روسیوں کی کارروائی کے بارے میں ریسرچ کی تھی" سارہ کا تجزیہ ہو گیا "میں نے وہ ریسرچ دیکھی ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ روسیوں نے جلد بازی کام لیتے ہوئے کام کو جلد از جلد بھگتایا تھا۔ یہ بھگتایا تھا' بالکل درست لفظ ہے۔ درحقی چھان بین اور زیادہ تندہی سے کی جانی چاہیے تھی"۔

"یہ بات تو درست ہے" بلوباخ نے اس سے اتفاق کیا "روسی جتنا خود کو ظاہر کر ہیں' اتنے مستعد ہیں نہیں لیکن شاید تمہیں معلوم ہو کہ فیورر بنکر کو صرف روسیوں ہی نہیں کھنگالا تھا اور لوگ بھی تھے"۔

"جی ہاں۔ مجھے معلوم ہے"۔

"بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مئی اور جون ۴۵ء میں جب روسیوں تلاشی مکمل کر لی تو برطانویوں اور امریکیوں نے بنکر کی تلاشی لینے کا ارادہ کر لیا۔ ۳۰ د

۴۵ء کو روسیوں نے انہیں ایک یا دو دن کھدائی کی اجازت دے دی۔ آٹھ جرمن مزدوروں نے کھدائی کی لیکن ایوا براؤن کے کچھ کپڑوں اور جوزف گوئبل کی کچھ دستاویزات کے سوا کچھ نہیں ملا۔ گوئبل نے بھی اپنی بیوی کے ساتھ خودکشی کر لی تھی"۔

"لیکن برطانویوں اور امریکیوں کو زیادہ وقت بھی تو نہیں دیا گیا تھا"۔

"سچ یہ ہے کہ وہ زیادہ مہلت چاہتے تھے لیکن روسیوں نے انہیں اجازت نہیں دی" بلوباخ نے پہلو بدلتے ہوئے کہا "بہرکیف اس کے ایک ماہ بعد غالباً جنوری ۴۶ء میں روسیوں نے برلن میں موجود فرنچ ملٹری کو فیورر بنکر میں آنے اور باغیچے میں کھدائی کی دعوت دی۔ انہیں بھی کوئی کام کی چیز نہیں ملی۔ اس کے بعد بھی کئی بار بنکر کے اندرونی حصوں کو کھنگالا گیا" وہ کہتے کہتے رکا "سارہ.... یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری حوصلہ شکنی کر رہا ہوں۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔ اجازت مل جائے تو تم خود ہی دیکھ لینا"۔

"میں بہت شکر گزار رہوں گی پروفیسر" سارہ نے اٹھتے ہوئے کہا "کیا اجازت ملنے میں وقت لگے گا؟"

"زیادہ سے زیادہ تین دن میں تمہیں جواب مل جائے گا" بلوباخ نے کہا۔ وہ ہچکچا رہا تھا "سارہ.... ایک بات اور۔ اگر فرصت ہو تو میرا ایک کام کر دو"۔

سارہ کو حیرت ہوئی تاہم اس نے کہا "جی فرمائیے!"

"تم ہٹلر پر ایکسپرٹ ہو۔ ایک ایسا معاملہ سامنے آیا ہے' جس میں تم مدد کر سکتی ہو....
"

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ مجھ سے بڑھ کر تو آپ ہٹلر پر اتھارٹی ہیں" سارہ نے سچائی کے ساتھ کہا۔

"نہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ میں تم سے مدد کا خواہاں ہوں۔ اپنے لیے نہیں.... ایک روسی اسکالر اس وقت برابر والے کمرے میں بیٹھا ہے۔ اس کا تعلق فائن آرٹس سے ہے۔ نکولس کیرخوف لینن گراڈ کے ہرمیج کا کیوریٹر ہے۔ یہ ہٹلر کی ابتدائی عرصے کی بنائی ہوئی تصویریں جمع کرتا رہا ہے۔ میرا خیال ہے' تمہیں ہٹلر کی مصوری کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو گا"۔

"جی ہاں۔ ہے تو سہی"۔

"کیرخوف ہٹلر کی تصویروں کی نمائش کرنے والا ہے۔ حال ہی میں اسے ایک آئل

پینٹنگ ملی ہے .... بغیر دستخط کی۔ کیر خوف کا خیال ہے کہ وہ ہٹلر کی بنائی ہوئی ہے۔ اسے نمائش میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی نمائش پریس اور پبلک کی توجہ کا مرکز گی۔ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ ہر آئٹم مستند ہو۔ وہ ہٹلر کی یہ بغیر دستخط کی پینٹنگ مجھ دکھانے کے لیے لایا تھا۔ برش اسٹروک اور ہر طرح سے تصویر کا تجزیہ کرنے کے بعد م نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ وہ ہٹلر ہی کا ورک ہے لیکن ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے' جسے حل کر سکتی ہو"۔

"مجھے فن کی تو بالکل تمیز نہیں۔ خواہ وہ ہٹلر ہی کیوں نہ ہو" سارہ نے عجز سے ک "مسٹر کیر خوف خود اس کے ایکسپرٹ ہیں تاہم میں نے اور پاپا نے ہٹلر کے فن کارانہ دو کے متعلق بھی چھوٹی سی ایک فائل بنا رکھی ہے۔ آپ مجھے مسٹر کیر خوف سے ملوا دیں۔ اگر میں مدد کر سکی تو مجھے خوشی ہو گی"۔

بلوباخ خوش ہو گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اسے کاریڈور میں لایا اور پھر متصل آفس میں لے گیا۔ اس کمرے میں دیوار کے ساتھ براؤن رنگ کی ایک کیبنٹ رکھی تھی اور بار کرسیوں کے ساتھ ایک کانفرنس ٹیبل کے سوا کوئی فرنیچر نہیں تھا۔ وہاں متوسط عمر کا ا شخص بیٹھا سامنے رکھے کچھ فوٹوگراف پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھا۔ آہٹ سن کر اس نے بلوباخ اور سارہ کو دیکھا اور بہت تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہر نکولس کیر خوف۔ یہ ہیں مس سارہ رحمان فرام آکسفورڈ" بلوباخ نے تعارف کرایا "یہ جدید تاریخ پڑھاتی ہیں اور مورخ بھی ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے ہٹلر ان کی دلچسپی کا مرکز ہے۔ یہ ہٹلر کی بایو گرافی کے لیے ریسرچ کے سلسلے میں ہی مشرقی برلن آئی ہیں"۔

"میں آپ کے نام سے تو واقف ہوں مس رحمان۔ روس میں بھی لوگ آپ کو جانتے ہیں"۔ کیر خوف کے لہجے میں احترام تھا۔

"سارہ' بیٹھو" بلوباخ نے سارہ کے لیے کرسی کھینچی "تم بھی بیٹھو کیر خوف"۔ پھر وہ سارہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "ہر کیر خوف' میں نے سارہ کو تصویر کے متعلق بتا دیا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سارہ بھی تمہارے ساتھ ہی مشرقی برلن میں موجود ہیں"۔

"مجھے بتائیں مسٹر کیر خوف۔ میں آپ کے کس کام آ سکتی ہوں؟ آپ سے تعاون کر کے مجھے خوشی ہو گی" سارہ نے کہا۔

"آپ کی بہت بہت مہربانی مس رحمان"۔

سارہ کو یہ شخص پہلی ہی نظر میں اچھا لگا۔ نکولس کیر خوف نے سارہ کو بتایا کہ وہ روغنی تصویر اسے کیسے ملی۔ "میں مسٹر بلوباخ سے تصدیق کرانے کے لیے آیا تھا کہ یہ ہٹلر ہی کا کام ہے؟ میں اپنے ساتھ مذکورہ تصویر' اس کے ایکسرے اور ہٹلر کے فن کے دوسرے نمونے لایا تھا۔ پروفیسر نے تصدیق کر دی کہ یہ ہٹلر کی بنائی ہوئی تصویر ہے۔ اب ایک مسئلہ رہ گیا ہے۔ آپ تصویر دیکھ لیں پھر میں بتاؤں گا"۔ یہ کہہ کر کیر خوف دیوار کی طرف بڑھا' جہاں تصویر رکھی تھی۔ اس نے تصویر پر گرا ہوا پردہ اٹھا دیا۔ وہ ایک بڑی سنگی عمارت کی روغنی تصویر تھی "یہ طے ہے کہ یہ کوئی سرکاری عمارت ہے" کیر خوف نے کہا "آپ کا کیا خیال ہے مس رحمان؟"

سارہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میں آپ سے متفق ہوں مسٹر کیر خوف"۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ عمارت کون سی ہے اور کہاں واقع ہے۔ یہ بات کوئی نقاد بھی پوچھ سکتا ہے .... اور میرے پاس اس کا جواب ہونا چاہیے۔ یہ جواب مل جائے تو میں اس تصویر کو ہٹلر کی تصویروں کو نمائش میں رکھ سکتا ہوں۔ ہٹلر نے اپنی جوانی میں جو تصویریں پینٹ کی تھیں وہ لنز' ویانا اور میونخ کے پس منظر میں تھیں لیکن میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ اس طرح کی کوئی عمارت ان تینوں شہروں میں نہیں ہے۔ میں نے ان شہروں کی ہر عمارت کے فوٹوگراف چیک کر لیے ہیں۔ اب یہ آپ بتائیں کہ ہٹلر نے کہیں اور بھی پینٹنگ کی تھی؟"

"پہلی جنگ عظیم کے دوران جب ہٹلر انفنٹری میں تھا تو اس نے بیلجیم میں مصوری کی تھی لیکن یہ عمارت وہاں کی نہیں ہے۔ میں اس عمارت کے متعلق چھان بین کروں گی .... اپنی ریسرچ کے سلسلے میں بھی۔ آپ کے پاس اس پینٹنگ کے فوٹوگراف ہیں مسٹر کیر خوف؟"

"بے شمار۔ میں نے اس کی اتنی کاپیاں بنوائیں' جتنی مطلوبہ خطرناک مجرموں کی تصویریں بنوائی جاتی ہیں" کیر خوف نے شرمیلے لہجے میں کہا۔ اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک لمبا سا لفافہ نکالا۔ لفافے میں سے 5x7 کا ایک فوٹوگراف نکال کر اس نے سارہ کی طرف بڑھا دیا۔

سارہ چند لمحے فوٹو دیکھتی رہی پھر بولی "یہ ان بدنما عمارتوں میں سے ایک لگتی ہے جو نازیوں نے چوتھی دہائی کے دوران برلن میں تعمیر کرائی تھیں لیکن ممکن ہے' ایسا نہ ہو" وہ

ہچکچائی "کیونکہ ہٹلر نے کبھی ان عمارتوں کو پینٹ نہیں کیا۔ بہرحال میرا اندازہ ہے کہ یہ کسی بڑے جرمن شہر کی سرکاری عمارت ہے۔ سنیں .... میں آکسفورڈ میں اپنی سیکریٹری کو فون کر کے اپنی ہٹلر آرٹ والی فائل کی فوٹو کاپی منگوا لیتی ہوں۔ اس کے علاوہ تیسری جمہوریہ میں بڑے جرمن شہروں کی سرکاری عمارتوں کی فائل بھی ہمارے پاس ہے۔ وہ بھی منگوا لوں گی۔ یہ بتائیں مسٹر کیرخوف کہ میں کہاں آپ سے رابطہ کروں؟"

"فی الوقت تو میں مشرقی برلن میں ہوں۔ کل مغربی برلن جاؤں گا۔ ارادہ ہے کہ وہاں سرکاری عمارتیں دیکھوں گا"۔

"میں مغربی برلن میں کیمپنسکی میں ٹھہری ہوئی ہوں"۔

"میں پیلس ہوٹل میں ٹھہروں گا۔ وہ کیمپنسکی کے قریب ہی ہے"۔

سارہ نے پینٹنگ کا فوٹو گراف اپنے پرس میں رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں فائلیں آتے ہی آپ سے پیلس ہوٹل میں رابطہ کروں گی۔ آگے آپ کی قسمت"۔

"میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر شکر گزار ہوں آپ کا" کیرخوف بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

--------*

کرائے کی مرسیڈیز نے سہ پہر کے بعد اسے کیمپنسکی کے سامنے اتارا۔ سارہ نے پیٹر کا شکریہ ادا کیا اور ڈرائیور ہیلمپ سے کہا "مجھے چند روز میں تمہاری خدمات کی پھر ضرورت ہو گی اگر مصروفیت نہ ہو تو یہ ذہن میں رکھنا"۔

ہیلمپ نے کہا "میں ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں فراؤلین"۔

سارہ لابی میں داخل ہوئی اور ڈیسک کی طرف بڑھی۔ وہ چابی لے کر جلد از جلد اپنے سوئٹ میں پہنچ کر کھدائی کرنے والی کنسٹرکشن کمپنی اور اپنی سیکریٹری پامیلا ٹیلر کو فون کرنا چاہتی تھی۔ "سوئٹ نمبر ۲۲۹" اس نے کلرک سے کہا۔

کلرک نے چابی کے ساتھ ایک کاغذ بھی اس کی طرف بڑھایا "مس سارہ۔ کوئی آپ کا انتظار بھی کر رہا ہے" اس نے کہا۔

سارہ نے کاغذ کی تحریر پڑھی۔ لکھا تھا "مس رحمان، امید ہے آپ مجھے چند منٹ ضرور دیں گی۔ میں لاس اینجلز سے صرف آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ میں برسٹل بار میں آپ کا منتظر ہوں" نیچے دستخط تھے .... احمد جاہ! سارہ کو حیرت ہوئی۔ اس نے یہ نام کبھی سنا بھی نہیں تھا وہ سر جھٹکتے ہوئے پلٹی اور ہوٹل کے کاک ٹیل لاؤنج کی طرف چل دی۔

دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے اندر کا جائزہ لیا۔ وہاں اکیلا مرد کوئی بھی نہیں تھا۔ کمرے کے تین مختلف گوشوں میں تین جوڑے موجود تھے۔ ایک طرف دو تین خواتین گفتگو میں مصروف تھیں۔ دوسری طرف ایک معمر جوڑا تھا۔ تیسری طرف ایک پُرکشش مرد ایک خوب صورت لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر پُرکشش مرد کی نظر سارہ پر پڑی تو وہ اٹھا اور اس کی طرف چلا آیا" آپ یقیناً مس سارہ رحمان ہیں!" اس نے کہا۔

"جی ہاں" سارہ نے جواب دیا۔ وہ پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کھنچنے لگی تھی۔

"میں احمد جاہ ہوں .... فرام کیلی فورنیا۔ مصروفیت زیادہ ہو تو بعد کا کوئی وقت دے دیجئے مجھے"۔

سارہ اسے بغور دیکھتی رہی۔ وہ دراز قد، کسرتی جسم کا مالک تھا۔ سیاہ بال اور براؤن آنکھیں۔ وہ یوں بھی کسی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ اپنے رد عمل پر وہ خود بھی حیران تھی۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں مسٹر جاہ؟" اس نے پوچھا۔

"بات تو یہاں بھی ہو سکتی ہے لیکن آپ مصروف ہوں تو ...."

"میرے پاس تھوڑا سا وقت تو ہے" سارہ نے محتاط لہجے میں کہا۔ وہ اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی"۔

"تو آیئے، ہمارے ساتھ بیٹھیں" اس نے اپنی سنہرے بالوں والی ساتھی کی طرف اشارہ کیا "پھر میں آپ کو اپنا مسئلہ بتاؤں گا"۔

سارہ نے اس بار لڑکی کو غور سے دیکھا۔ وہ یورپین لگتی تھی اور اس کے مقابلے میں کم عمر تھی۔ جانے وہ اس کی بیوی تھی یا گرل فرینڈ۔ یہی کچھ سوچتی ہوئی وہ احمد جاہ کے ساتھ میز کی طرف بڑھ گئی۔ احمد جاہ نے اسے سنہرے بالوں والی سے متعارف کرایا "یہ ٹووا لیون۔ امریکا سے آئی ہیں۔ ہم دونوں ہی آپ کے منتظر تھے"۔

سارہ نے سکون کی سانس لی۔ وہ ٹووا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ احمد جاہ نے ویٹر کو اشارے سے بلایا پھر وہ سارہ کی طرف مڑا "کیا پئیں گی آپ؟"

"میرے لیے اورنج جوس منگوا لیں آپ" سارہ نے کہا، احمد جاہ کی حیرت دیکھ کر اس نے وضاحت کی "میں مسلمان ہو شراب نہیں پیتی"۔

"مسلمان تو میں بھی ہوں" احمد جاہ نے کھسیاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نام سے اندازہ ہو گیا تھا" سارہ نے کہا۔ پھر وہ لڑکی کی طرف مڑی "آپ بھی

مجھ سے ملنے کے لیے آئی ہیں؟"

"جی ہاں لیکن پہلا حق مسٹر جاہ کا ہے۔ یہ مجھ سے پہلے یہاں پہنچے تھے۔ میں اپنی باری کا انتظار کرلوں گی" ٹوولیون نے کہا۔

سارہ پھر احمد جاہ کی طرف مڑی "میں صرف آپ کی خاطر یہاں آیا ہوں" احمد جاہ نے کہا "میں آرکیٹیکٹ ہوں"۔

سارہ کو پھر حیرت ہوئی۔ اپنے لباس' انداز اور اعتماد سے وہ کسی کروڑپتی کا بیٹا لگ رہا تھا۔ اس کی انگلیاں فن کارانہ تھیں "آرکیٹیکٹ؟" سارہ نے کہا "آپ کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے؟"

احمد جاہ نے اسے اپنی کتاب کے بارے میں بتایا "یہ ہے ہماری مشترکہ دلچسپی .... ہٹلر" اس نے کہا "اور مجھے اپنی کتاب مکمل کرنے کے لیے آپ کی مدد کی ضرورت ہے" اس کے بعد اس نے اپنا مسئلہ بیان کیا.... سات عمارتوں کے نقشے یا ڈیزائن "مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ ان عمارتوں کو البرٹ اسپیئر کے دس معاونین میں سے کس نے ڈیزائن کیا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں آپ کے والد سے وقت لیا تھا۔ مگر پھر مجھے اس افسوس ناک حادثے کی اطلاع ملی .... مس رحمان' یقین کیجئے مجھے آپ کے والد کی موت پر بہت افسوس ہے اپنے لیے نہیں .... بلکہ آپ کے لیے۔ بہرکیف خبر میں یہ تذکرہ بھی تھا کہ اب آپ اس بایوگرافی کو مکمل کریں گی۔ سو میں نے آپ سے ملنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ بھی میری مدد کر سکتی ہیں"۔

"مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں برلن میں ہوں؟"

احمد جاہ نے اسے پامیلا سے فون پر گفتگو کے بارے میں بتایا۔

سارہ کا منہ بن گیا "میں نے پامیلا سے کہا تھا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں ...."

"میں نے بڑی مشکل سے ان سے اگلوایا تھا" احمد جاہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "میں نے انہیں سر رحمان سے اپنے اپائنٹ کا حوالہ دیا اور کہا کہ ان کی بیٹی کو مجھ سے ملنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور میں اس ملاقات کا مستحق ہوں آپ پلیز' ناراض نہ ہوں...."

سارہ مسکرائی "میں سمجھ گئی۔ آپ میں دوسروں کو قائل کرنے کی زبردست صلاحیت ہے۔ بہرکیف آپ یہاں پہنچ گئے"۔

"جی ہاں۔ سوچا تھا کہ آپ سے باقاعدہ وقت لوں گا مگر آپ موجود نہیں تھیں۔ میں انتظار کرتا رہا پھر یہ آگئیں" اس نے ٹوولا کی طرف اشارہ کیا "پتا چلا' یہ بھی آپ سے ملنے کے لیے آئی ہیں"۔

اب سارہ ٹوولیون کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے انداز میں الجھن تھی۔ "آپ کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتی ہیں؟"

ٹوولا نے اپنا جام میز پر رکھتے ہوئے کہا "میں صحافی ہوں۔ مجھے واشنگٹن پوسٹ کے لیے فیچر کہانیاں کرنے کے لیے مغربی برلن بھیجا گیا ہے۔ مجھے پتا چلا کہ آپ یہاں آ رہی ہیں تو میں نے سوچا' ایک اسٹوری آپ پر بھی کرلوں۔ ہٹلر کے نام پر اب بھی اخبار بکتے ہیں۔ قابل افسوس سہی' مگر یہ حقیقت ہے"۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کیمپنسکی میں قیام کروں گی؟"

"میں نے یہاں پہنچتے ہی غیر ملکی نامہ نگاروں کے پریس کلب سے رابطہ کیا تھا۔ وہ لوگ ہر اہم شخصیت کی برلن آمد کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ان کے تمام ہوٹلوں کے ڈیسک کلرکس سے رابطے ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی"۔

"لیکن میں کوئی اہم شخصیت نہیں ہوں" سارہ نے کہا "اور مجھ سے تمہیں کوئی اسٹوری بھی نہیں مل سکتی اور آپ دونوں سن لیں۔ میں یہاں اپنی آمد کو راز رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر یہ خبر یہاں عام ہو گئی تو میری زندگی تک خطرے میں پڑ سکتی ہے اور میرا کام تو یقینی طور پر بگڑ جائے گا"۔

"آپ بے فکر رہیں" احمد جاہ اور ٹوولا نے بیک آواز کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کی کتاب کے سلسلے میں مجھے امید ہے کہ میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔ آپ مجھ سے کب ملنا چاہیں گے؟" سارہ نے احمد جاہ سے پوچھا۔

"آج رات.... آپ کی آمد سے پہلے میں نے مس ٹوولا کو ڈنر پر مدعو کیا تھا۔ آپ بھی شامل ہو جائیں تو مجھے خوشی ہو گی"۔

سارہ نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ کیسی عجیب بات تھی۔ چند منٹ کی ملاقات .... اور وہ اس کی بات ٹالنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اسے جلد سے جلد زیادہ بہتر طور پر جان لینا چاہتی تھی۔ کھدائی کی اجازت ملنے کے بعد تو اسے بے حد مصروف ہو جانا تھا "ٹھیک ہے" اس نے کہا "میں تمہاری دعوت شکریے کے ساتھ قبول کرتی ہوں لیکن

ایک شرط ہے۔ مس ٹووا کو یقین دہانی کرانی ہو گی کہ ہمارے درمیان جو گفتگو بھی ہو گی' آف دی ریکارڈ ہو گی"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں" ٹووا نے کہا۔

سارہ نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی "سات بجنے والے ہیں۔ مجھے کچھ فون کالز کرنی ہیں پھر کپڑے بدلنے ہوں گے۔ ایسا ہے کہ میں آٹھ بجے آپ کو لابی میں ملوں گی"۔

شکریہ سارہ۔ میں منتظر رہوں گا"۔

------*

برلنر گیسٹ ہاؤس کیمپنسکی سے پانچ بلاک کے فاصلے پر تھا۔ احمد جاہ نے وہاں عقبی حصے میں میز ریزرو کرائی تھی۔ وہ مہنگا ریسٹورنٹ تھا مگر بیٹھ کر سکون سے بات کی جا سکتی تھی۔ سارہ کا جی چاہا کہ کاش وہ احمد کے ساتھ اکیلی ہوتی۔ اس نے مشرقی برلن میں بہت تھکا دینے والا وقت گزارا تھا پھر ڈنر سے پہلے اپنے سوئٹ میں بھی وہ مصروف رہی تھی۔ اس نے پامیلا کو فون کر کے ہٹلر کے آرٹ کیریئر کی فائل کی فوٹو کاپی کیر خوف کے لیے اور تھرڈ ریش میں آرکیٹیکچر کی فائل کی فوٹو کاپی کیر خوف اور احمد جاہ کے لیے آج رات کوریئر سروس کے ذریعے بھجوانے کی ہدایت کی تھی پھر اس نے اوبرسالٹ کنسٹرکشن کمپنی میں اینڈریو اوبرسالٹ کو فون کیا تھا۔ اینڈریو کو سر رحمان یاد تھے۔ اس نے تعزیت کے بعد بتایا تھا کہ وہ یہ کام بصد شوق انجام دے گا۔ اس نے کہا کہ اس کام کے لیے وہ مختصر نوٹس پر تربیت یافتہ عملے کا بندوبست کر سکتا ہے اور کام کی نگرانی وہ خود کرے گا۔

[illegible] کا خاص اہتمام کیا تھا۔ بہت عرصے کے بعد وہ خود کو صرف اور خالص عورت محسوس کر رہی تھی۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی باندھی اور نیلم کا زیورات کا سیٹ پہنا۔ ٹووا بھی بہت خوب صورت لگ رہی تھی لیکن احمد جاہ کی نگاہیں سارہ کے دلکش سراپا کا طواف کر رہی تھیں۔

سارہ نے احمد جاہ سے کہا "مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں تلاش کس چیز کی ہے؟"

"ہٹلر کے آرکیٹیکٹ البرٹ اسپیئر نے دس معاونین اپنے ساتھ رکھے تھے۔ میں ان میں سے بیشتر کا کام شناخت کر چکا ہوں مگر ان میں سے ایک کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ اس نے پورے جرمنی میں ہٹلر کے لیے پناہ گاہیں بنائی تھیں۔ تاکہ ہٹلر جنگ کے دوران سفر کرے تو انہیں استعمال کر سکے"۔

"میرا خیال ہے' میں سمجھ گئی ہوں کہ تم کن پناہ گاہوں کی بات کر رہے ہو" سارہ نے کہا "جنگ شدت پکڑ گئی تو ہٹلر انڈر گراؤنڈ رہنے کو ترجیح دینے لگا۔ البرٹ اسپیئر نے اپنے اہل ترین معاون روڈی زیڈلر نامی جوان آرکیٹیکٹ کو ان بنکرز کو ڈیزائن اور تعمیر کرنے کا کام سونپا تھا۔ وہ تہہ خانے تھے' جن پر بمباری کا اثر نہیں ہو سکتا تھا"۔

روڈی زیڈلر" احمد جاہ نے دہرایا "گویا مجھے اس شخص کے نقشوں کی ضرورت ہے"۔

"زیگن برگ میں جنگل کے نیچے پہاڑی کے دامن میں زیر زمین پناہ گاہ زیڈلر نے تعمیر کرائی تھی۔ ایسا ہی ایک ہیڈ کوارٹر فریڈ برگ میں تھا۔ تمہیں ان کے متعلق معلوم ہے؟"

"نہیں سارہ۔ یہ میرے لئے نئی عمارتیں ہیں"۔ احمد جاہ نے کہا۔

"فیورر بنکر' جس میں ہٹلر اور ایوا براؤن نے جنگ کے آخری ایام گزارے' وہ بھی زیڈلر ہی کا ڈیزائن کردہ تھا"۔ سارہ نے اپنی بات جاری رکھی "فیورر بنکر بہت زیادہ زیر زمین تھا۔ اس کے دو لیول تھے۔ ہٹلر اور ایوا کے پرائیویٹ سوئٹ بالکل نیچے والے حصے میں تھے۔ فیورر بنکر کا ٹاپ چھ فٹ مٹی اور گیارہ فٹ کنکریٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی مضبوطی کو ذہن میں رکھو تو ماننا پڑتا ہے کہ اسے بہت زبردست ڈیزائن کیا گیا تھا"۔

"اس کے کچھ رف اسکیچ ہیں میرے پاس لیکن اصل بلیو پرنٹ نہیں ہے" احمد جاہ نے بتایا "اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے آرکیٹیکٹ کا نام روڈی زیڈلر ہے۔ بہر کیف ان زیر زمین اسٹرکچرز کے ڈیزائن مجھے اس سے لینے ہیں۔ تمہارے خیال میں وہ زندہ ہو گا؟"

"امکان تو یہی ہے ڈیڑھ سال پہلے پاپا نے اس سے انٹرویو لیا تھا.... یہیں' مغربی برلن میں"۔

"ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس کا نمبر ملے گا؟"

"نہیں بیشتر پرانے نازیوں کے نمبر لسٹڈ نہیں ہیں۔ مجھے یاد ہے پاپا کو اسے ڈھونڈنے میں خاصی دشواری ہوئی تھی لیکن زیڈلر نے تعاون بہت کیا تھا"۔

"اس کا پتا مجھے بتا سکتی ہو؟"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ آکسفورڈ میں ہماری فائلوں میں اس کا فون نمبر اور پتا موجود ہے"۔

"اجازت ہو تو میں تمہاری سیکریٹری سے معلوم کروں فون کر کے.....؟"

سارہ مسکرائی "اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے پوری آرکیٹکچر فائل منگوالی ہے۔ کل سہ پہر تک پہنچ جائے گی"۔

احمد جاہ نے بے ساختہ سارہ کا ہاتھ تھام لیا "میں بے حد شکر گزار ہوں سارہ"۔ وہ بولا "کاش میں اس کا کوئی صلہ دے سکتا"۔

سارہ شرمندگی محسوس کر رہی تھی مگر پھر اچانک اسے ایک خیال آگیا "ہاں میرے لیے نہیں لیکن میرے ایک دوست کے لیے تم کچھ کر سکتے ہو"۔ سارہ نے کہا اور اسے نکولس کیر خوف کے مسئلے کے متعلق بتایا "احمد' عمارتیں تمہارا موضوع ہیں۔ تم آرکیٹکٹ ہو۔ مجھ سے زیادہ تم اس کی مدد کر سکتے ہو"۔ اس نے آخر میں کہا اور اپنے پرس میں سے ہٹلر کی روغنی تصویر کا فوٹو گراف نکال کر دکھایا۔

احمد جاہ کچھ دیر فوٹو کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا "تمہیں یقین ہے کہ یہ ہٹلر نے پینٹ کی ہے"؟

"ماہرین یہی کہتے ہیں"۔

احمد جاہ نے نفی میں سرہلایا "مجھے ایسی کوئی عمارت یاد نہیں۔ میونخ' فرینکفرٹ' ہمبرگ یا کہیں بھی اور۔ میرے پاس ان تمام عمارتوں کی تصویریں ہیں جو ہٹلر نے تعمیر کرائی تھیں لیکن یہ عمارت ان سرکاری عمارتوں کے اسٹائل کی ہے جو ہٹلر نے چانسلر بننے کے بعد بنوائیں۔ میں نے ایسی کوئی عمارت کئی بار دیکھی ہے مگر کہاں؟" وہ فوٹو دیکھتے ہوئے ذہن پر زور دیتا رہا۔ "ایسی عمارتیں ہٹلر نے برلن میں اپنے اقتدار کے ابتدائی دنوں میں بنوائی تھیں"۔

"برلن؟ لیکن یہ ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی تصویر ہے"۔ سارہ نے کہا "ہٹلر نے لنز' ویانا اور میونخ میں پینٹنگ کی۔ برلن میں کبھی نہیں کی"۔

احمد جاہ کی نظریں فوٹو پر جمی تھیں "کچھ بھی ہو مجھے یقین ہے کہ یہ عمارت برلن ہی کی ہے"۔

"تب تو کیر خوف خود بھی اسے برلن میں تلاش کر سکتا ہے"۔ ٹووا نے پہلی بار مداخلت کی۔

"بہت مشکل ہے"۔ احمد جاہ بولا "جنگ کے آخری دنوں میں اتحادیوں کی بمباری

اور پھر روسیوں کی زمینی یلغار نے بیشتر سرکاری اور صنعتی عمارتوں کو تباہ کر دیا تھا اور اس وقت برلن میں ڈھائی لاکھ سے زیادہ عمارتیں تھیں۔ ان میں تیس ہزار پوری طرح تباہ ہو گئیں۔ بیس ہزار کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ ڈیڑھ لاکھ عمارتوں کو جزوی طور پر نقصان پہنچا۔ مکمل طور پر تباہ ہونے والی عمارتیں تقریباً سب کی سب سرکاری عمارتیں تھیں اس بات کا امکان کم ہی ہے کہ یہ عمارت موجود ہو گی"۔ اچانک اس نے سارہ سے پوچھا۔

"یہ فوٹو گراف چند روز کے لیے میں لے لوں؟ میں اپنے پورٹ فولیو میں چیک کروں گا"۔

"ضرور لیکن کل میں اسے اپنی آنے والی فائل سے بھی چیک کر لوں"۔ سارہ نے جواب دیا۔

اس دوران وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ ٹووا نے کہا "مس رحمان' تم نے مسٹر جاہ کی بڑی فراخ دلی سے مدد کی' کیر خوف کے ساتھ بھی تعاون کر رہی ہو لیکن تم خود تو مرکز ہو۔ تم نے اپنے بارے میں اب تک ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا ہے"۔

سارہ ایک دم محتاط ہو گئی "سب جانتے ہیں کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں"۔ اس نے کہا "جس بائیوگرافی کو میرے والد تقریباً مکمل کر چکے ہیں مجھے اسے کچھ فنشنگ ٹچ دینے ہیں"۔

"کیسے فنشنگ ٹچ؟" ٹووا نے جیسے پیچھے پڑ جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

احمد جاہ نے سارہ کو اپنی خوب صورت مسکراہٹ سے نوازا۔ اس مسکراہٹ کے سامنے سارہ خود کو پگھلتا محسوس کرنے لگی تھی "میں بھی تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"۔ احمد جاہ کے لہجے میں بے تکلفی تھی "مجھے بتاؤ نا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

سارہ خود اسے سب کچھ بتا دینا چاہتی تھی۔ وہ مسکراہٹ اب تک اس کے وجود کو جگمگا رہی تھیں لیکن وہ ٹووا سے خائف تھی "ٹووا' کیا میں تم پر بھروسا کر سکتی ہوں؟" اس نے کہا "یہ بے حد خفیہ معاملہ ہے۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج کی پوری گفتگو آف دی ریکارڈ ہو گی"۔

"بے فکر رہو مس رحمان۔ میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گی۔ یہ سب آف دی ریکارڈ ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں تمہیں بتاتی ہوں"۔ سارہ نے کہا۔ پھر اس نے انہیں ہر ہٹلر

کے سلسلے میں اپنے پانچ سال کے کام کے متعلق بتایا۔

"اتنی پیچیدہ بایو گرافی کو لکھنا بڑا دشوار اور اعصاب شکن کام ہے"۔ احمد جاہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"بے حد مسحور کن کام ہے"۔ سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا "مشکل بس ایک لمحہ سے ہے جب ایک شخص دوسرے کی زندگی کی جزئیات اور تفصیلات کو مرکز بناتا ہے تو وہ اسے اپنے جیسا انسان سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن ہٹلر انسان نہیں ایک خوف ناک درندہ تھا۔ اس کے تضادات ہلا دینے والے ہیں۔ اس کی زندگی کی نارمل حقیقتیں اس کی سرگرمی سے میل نہیں کھاتیں۔ اس کے عہد میں تیس عقوبتی کیمپ تھے۔ جن میں موت تقسیم کی جاتی تھی' ساٹھ لاکھ افراد وہاں اذیت سے چیخے اور اذیت سے مرے۔ ان کی انگلیوں سے سونے کی انگوٹھیاں اور دانتوں سے سونے کے خول اتار لیے گئے کہ خزانہ بھرا جائے۔ انہیں جلایا گیا تو ان کی راکھ فرٹیلائزر کے لیے بیچی گئی۔ دوسری جنگ عظیم میں اس کی وجہ سے دو کروڑ انسان لقمہ اجل بنے۔ اسے انسانوں کی تکلیف کا نہ احساس تھا نہ اس سے غرض تھی۔ اس نے برلن کے سب ویز میں پانی چھوڑ دیا' یہ نہ سوچا کہ ہزاروں انسان ڈوب مریں گے۔ برلن کے سولہ روزہ لاحاصل دفاع میں اس نے لاکھوں فوجیوں کو جھونک دیا"۔ اس نے احمد جاہ کو بہت غور سے دیکھا "ایک ایسے شخص کی مفصل بایو گرافی لکھنا اس اعتبار سے مشکل ہے کہ اس کی انسانی خصوصیات سے صرف نظر بھی نہیں کیا جا سکتا اور ان پر یقین بھی نہیں آتا۔ وہ اپنے السیشن کتوں سے محبت کرتا تھا۔ دوسرے لوگوں کے چھوٹے بچوں سے پیار کرتا تھا وہ گوشت نہیں کھاتا تھا سبزی خور تھا۔ وہ تمباکو نوشی نہیں کرتا تھا۔ اسے اپنی ماں سے عشق تھا۔ "اٹ ہیپنڈ ون نائٹ" جیسی فلمیں وہ بار بار دیکھتا اور لطف اندوز ہوتا تھا' کیسی عجیب بات ہے کہ اتنا ظالم درندہ بھی انسان تھا! اس کا بایاں بازو اور ہاتھ لرزتا تھا۔ اس کی داہنی آنکھ بینائی کھو بیٹھی تھی۔ پارکنسن کے مرض سے لڑنے کے لیے وہ دوائیں کھاتا رہتا تھا۔ ان تضادات کا کوئی کیا کرے۔ وہ ایوا براؤن سے کتنی محبت کرتا تھا اس کی ضروریات پر کتنی توجہ دیتا تھا۔ وہ اسے اسکیٹنگ نہیں کرنے دیتا تھا کہ وہ اپنی ٹانگ نہ تڑوا بیٹھے۔ وہ اسے غسل آفتابی نہیں کرنے دیتا تھا کہیں اسے جلد کا سرطان نہ ہو جائے جس کے لیے اس نے پیرس سے پرفیومز منگوائیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے نرم و نازک انسانی احساسات اور اوصاف اور دوسری طرف ساٹھ لاکھ انسانوں کا قتل جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ان میں مائیں بھی تھیں اور باپ بھی۔ بیٹے بیٹیاں بھی اور پوتے پوتیاں بھی۔ وہ بے بس تھے اور انہیں ہلاک کر دیا گیا"۔ اس نے توقف کیا اور گہری سانس لی "سوری احمد' تم نے پوچھا تھا مجھے جواب دینا تھا اب میں سوچتی ہوں کہیں وہ پوری دنیا کو اپنی خودکشی کے ڈرامے سے بے وقوف تو نہیں بنا گیا' کہیں وہ سزا سے تو نہیں بچ نکلا!"

احمد جاہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا "تمہارا مطلب ہے ہٹلر نے ۴۵ء میں خودکشی نہیں کی تھی؟"

"ہاں اس کا امکان ہے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتی مگر مجھے معلوم کرنا ہے"۔ پھر اس نے ڈاکٹر تھیسل کا نام لیے بغیر اسے اس کے خط کے بارے میں' اپنے پاپا کے رد عمل اور پھر ان کی موت کے بارے میں اور پھر ڈاکٹر تھیسل سے اپنی ملاقات اور گفتگو کے بارے میں بتایا۔ اس نے اسے ہٹلر کی بتیسی اور نقشین پتھر کے لاکٹ کے بارے میں بتایا۔ آخر میں اس نے پروفیسر اوٹولوباخ سے کھدائی کی اجازت کے سلسلے میں اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا "یہ ہے چکر" اس نے سرگوشی میں کہا "اس لیے میں یہاں موجود ہوں"۔

احمد جاہ اور ٹووا سحر زدہ سے اسے دیکھ رہے تھے۔ آخر کار ٹووا نے زبان کھولی "ہٹلر اور ایوا براؤن صوفے پر مرے پڑے تھے انہیں باہر لا کر متعدد گواہوں کے سامنے جلایا گیا اس کی وضاحت آپ کیسے کریں گی؟"

"میرا خیال ہے' جنہوں نے خودکشی کی وہ ان دونوں کے ڈبل تھے۔ ان کے ہم شکل۔ ہٹلر اور ایوا بچ نکلے تھے"۔

"ہٹلر کا ڈبل؟" ٹووا نے دہرایا "یہ تو آپ کو ثابت کرنا ہو گا؟"

"اگر مجھے کھدائی کی اجازت مل گئی تو میں یہ ثابت کر دوں گی"۔

"اب میں ہٹلر کے ڈبل کے امکان پر تحقیق کروں گی"۔ ٹووا نے کہا "میں اخباری رپورٹر ہوں۔ یہ کام میرے لیے دشوار نہیں"۔

سارہ نے ہونٹ بھینچ کر کہا "ابھی یہ میڈیا اسٹوری نہیں ہے میرے پاپا کا انجام یاد رکھنا"۔

"میں تمہیں کسی طرح خطرے میں نہیں ڈالوں گی"۔ ٹووا نے وعدہ کیا "میں تو حقیقت سامنے لانے میں تمہاری مدد کروں گی"۔

"سارہ میں بھی تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"۔ احمد جاہ نے کہا۔

"شکریہ احمد! مدد کی تو مجھے ضرورت ہے"۔ سارہ بولی "لیکن میں تمہیں پھر یا دوں کہ میرے پاپا بھی حقیقت کی جستجو میں یہاں آئے تھے اور اب وہ ہم میں نہیں لہٰذا" وہ کہتے کہتے رکی اور پھر اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "ہمیں محتاط رہنا ہو گا بہت زیادہ محتاط"۔

--------*

اگلی صبح الارم اور ٹیلی فون کی گھنٹیاں ایک ساتھ بجیں۔ سارہ نے نیم بیداری کی کیفیت میں ریسیور اٹھایا مگر وہ فوراً ہی پوری طرح بیدار ہو گئی۔ دوسری طرف پرو بلوباخ تھا۔

"سارہ تمہاری فیورر بنکر میں کھدائی کی اجازت کے سلسلے میں ...." سارہ دھڑکتے دل سے سنتی رہی "ایک اہم بات اور ہے کونسل کے اراکین جاننا چاہتے ہیں کہ تم کتنے میں کھدائی کرنا چاہتی ہو مجھے انہیں درستی کے ساتھ مطلع کرنا ہو گا۔ اس کے بعد وہ فیصلہ کریں گے"۔

سارہ بوکھلا گئی "یہ میں فیورر بنکر کا جائزہ لیے بغیر کیسے بتا سکتی ہوں"۔

"میں نے اس کا بندوبست کر لیا ہے۔ لنچ کے بعد تم آ جاؤ تو ہم ساتھ ہی چلے چلیں گے۔ تم جائزہ لے کر مجھے بتا دینا کہ کہاں کہاں کھدائی کرنا چاہتی ہو"۔

سارہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ پریشان ہو گئی "وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں پہلے کبھی وہاں نہیں ہوں۔ روسیوں کی کھینچی ہوئی بنکر کی تصویریں میں نے دیکھی ہیں لیکن وہ ۴۵ء کی بات ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اب مٹی کے نیچے دبے بنکر کے کون کون سے حصے کہاں ہیں! گارڈن کس جگہ ہے اور وہ خندق کہاں ہے جہاں ہٹلر اور ایوا کو دفن کیا گیا تھا"۔

"تم اپنے ساتھ نقشے لے آؤ۔ کچھ نہ کچھ تو تمہارے پاس ہو گا۔ سنو سارہ.... برلن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتیں جس کے لیے بنکر کا علاقہ جانا پہچانا ہو؟"

سارہ کو فوراً ہی احمد جاہ کا خیال آ گیا "جی ہاں ایسا ایک شخص ہے تو سہی"۔

مگر بلوباخ اب اس کی بات سننے کے بجائے اسے بتا رہا تھا کہ وہ مشرقی برلن میں اسے کہاں ملے گا۔ سارہ نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا پیڈ اور قلم اٹھایا اور سب کچھ نوٹ کرنے لگی "میں تین بجے وہاں پہنچ جاؤں گا تم آ جانا تو ساتھ ہی چلیں گے"۔ بلوباخ

آخر میں کہا۔

سارہ نہا دھو کر تازہ دم ہوئی۔ اب اسے تیاری کرنا تھی۔ اس نے اپنے فولڈرز میں سے فیورر بنکر کے ڈایا گرام ڈھونڈ کر نکالے۔ مگر ان کا جائزہ لیتے ہوئے اسے احساس ہو گیا کہ اس کی مدد سے وہ ان مقامات کی نشان دہی نہیں کر سکتی جہاں اس نے کھدائی کرنی ہے۔ اس نے گزشتہ روز دیکھ لیا تھا کہ پورا بنکر مٹی کے ایک بہت بڑے ٹیلے کے نیچے چھپا ہوا ہے' ایسے میں کہاں کچھ پتا چل سکتا ہے۔ اسے کسی کی مدد کی ضرورت تھی کسی ایسے شخص کی جو ۴۵ء میں اس علاقے کو اچھی طرح دیکھ چکا ہو۔

اس نے روم سروس سے ناشتہ منگوایا اور خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ احمد جاہ آرکیٹیکٹ بھی ہے اور فیورر بنکر کی جزئیات سے واقف بھی ہے اس کی صحیح رہنمائی کر سکے گا لیکن اس سے زیادہ اس کی قربت کا تصور اس کے لیے خوش کن تھا۔

اس نے احمد کے کمرے میں رنگ کیا' گھنٹیاں بجتی رہیں لیکن ریسیور نہیں اٹھایا گیا یعنی وہ صبح ہی کہیں چلا گیا تھا۔ کیا پتا دن بھر غائب رہے؟

تو پھر اب کیا کیا جائے؟ کس سے مدد لی جا سکتی ہے؟

پھر اچانک ہی اسے خیال آ گیا' اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ارنسٹ ووجل کا نمبر ملایا۔ ووجل جو ہٹلر کی موت کے وقت بنکر میں موجود تھا وہ بنکر سے اچھی طرح واقف تھا' اس نے بنکر کا بڑا تفصیلی نقشہ کھینچا تھا وہ یقیناً مطلوبہ مقامات کی درست نشان دہی کر سکتا تھا۔

خوش قسمتی سے ووجل گھر میں موجود تھا۔ سارہ نے پہلے خود کو دوبارہ متعارف کرایا۔ ثابت ہوا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی ووجل اسے بھولا نہیں تھا۔ سارہ نے اسے اپنی کال کی غرض و غایت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اسے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔

"تم .... تم مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہو!" ووجل کے لہجے میں بے یقینی اور مسرت تھی۔

"آپ کو یاد تو ہو گا نا....؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میری یادداشت بہت اچھی ہے اور میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز اور تاریخی لمحہ ہو گا کہ میں وہ سب کچھ دوبارہ دیکھ سکوں گا۔ تم سے تعاون کر کے

مجھے خوشی ہو گی"۔

"میرے پاس فیورر بنکر اور اس سے ملحقہ گارڈن کا ڈایا گرام موجود ہے۔ وہ ساتھ لے لوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں"۔ ووجل نے کہا "میرے پاس مستند نقشے موجود ہیں"۔

"میں تمہیں ڈھائی بجے تک پک کر لوں گی"۔

"میں تیار ملوں گا"۔

--------*

مشرقی برلن میں طے شدہ مقام پر پروفیسر اوٹو بلوباخ ان کا منتظر تھا۔ سنتری باکس کے سامنے اس کی جیپ کھڑی تھی۔ سارہ نے مرسیڈیز کے ڈرائیور ارون ہلمپ سے کہا "ہر ہلمپ رسمی کارروائی پوری ہونے تک تمہیں یہیں انتظار کرنا ہو گا۔ شاید ہمیں ایک گھنٹا لگے گا"۔ پھر وہ ووجل کی طرف مڑی "ہر ووجل آپ میرے ساتھ آئیں"۔

وہ الیکٹرونک آلات سے کھلنے والے گیٹ کی طرف بڑھے جہاں پروفیسر بلوباخ ان کا منتظر تھا۔ بلوباخ نے گرم جوشی سے سارہ کی مزاج پرسی کی اور پھر سوالیہ نظروں سے ووجل کو دیکھا' سارہ نے ووجل کا تعارف کرایا۔ بلوباخ انھیں جیپ کی طرف لے گیا۔ جیپ میں مشرقی جرمنی کا فوجی ڈرائیور موجود تھا۔ جیپ میں بیٹھنے کے بعد سارہ نے ووجل کا تفصیلی تعارف کرایا۔

بلوباخ کا ووجل کے لیے طرز عمل سرد مہری پر مبنی تھا۔ وہ اسے سرد نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تاہم اس نے اسے پچھلی سیٹ پر سارہ کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر وہ خود بڑی پھرتی کے ساتھ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا "فیورر بنکر چلو" اس نے جرمن لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

وہ آہستگی سے گیٹ سے گزرے' جرمن سنتریوں نے بلوباخ کو سلیوٹ کیا۔

اب وہ سیکیورٹی زون میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ ایک تنگ کچی سڑک تھی جو آہنی جنگلے کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر اندھیرے میں چمکنے والی سائنز تھیں جن پر جرمن' انگریزی' روسی اور فرانسیسی زبانوں میں سرحدی چوکی لکھا تھا' نیچے "یہ ممنوعہ علاقہ ہے" تحریر تھا۔ وہاں ایک واچ ٹاور بھی تھا۔

جیپ سڑک کے ساتھ بائیں جانب مڑی تو وہ بہت بڑا ٹیلہ نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ سارہ کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں وہ یوں مسحور ہوئی کہ اس کے لیے لب کشائی بھی ممکن نہ رہی' وہ ٹیلہ جیپ کی سطح سے کم از کم پندرہ بیس فٹ اونچا تھا وہاں مٹی کنکر اور چٹانوں کے ٹکرے تک موجود تھے۔

اچانک جیپ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ بلوباخ نے انہیں اترنے کا اشارہ کیا' وہ باہر نکلے' سامنے ہی وہ ٹیلہ تھا۔

"یہ ہے فیورر بنکر کی قبر"۔ بلوباخ نے تلخ لہجے میں کہا۔ پھر وہ ووجل کی طرف مڑا "تو تم اسے پہچانتے ہو۔ خوب واقف ہو اس مقام سے؟" اس نے تمسخرانہ لہجے میں پوچھا۔

ووجل نے بے چینی سے پہلو بدلا اور ٹیلے کی طرف دیکھا پھر اس نے سماعت کے آلے کو ہاتھ لگا کر درست کیا۔ سارہ اسے فکر مندی سے دیکھ رہی تھی "تمہاری سمجھ میں آتا ہے ہر ووجل؟" اس نے پوچھا "مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس ٹیلے میں فیورر بنکر کس جگہ واقع ہے اور وہ خندق کہاں ہے جس میں ہٹلر اور ایوا براؤن کی لاشوں کو نذر آتش کیا گیا تھا اور پھر وہ جگہ جہاں انہیں دفن کیا گیا تھا"۔

ووجل نے جیب سے چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا تھا۔ اس کے شیشے دھوپ میں رنگین ہو جانے والے تھے پھر اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک تہہ دار کاغذ نکالا اور اس کی تہیں کھولیں۔ سارہ نے کاغذ کو غور سے دیکھا۔ وہ بنکر اور اس کے اطراف کا ڈایا گرام تھا۔ ووجل اس کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا اور ٹیلے کو غائر نگاہ سے دیکھا اور اطراف کا جائزہ لیا۔ اچانک اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ اس نے ٹیلے سے دور جنوب کی سمت اشارہ کیا "مجھے یقین ہے کہ وہاں چانسلری کی نئی عمارت تھی"۔ اس نے کہا اور پھر بلوباخ سے تصدیق چاہی "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

بلوباخ نے آہستہ سے سر کو تفہیمی جنبش دی "ٹھیک کہہ رہے ہو تم"۔

"بس تو آگے کا مرحلہ آسان ہو گیا"۔ ووجل کا اعتماد آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا "پرانی چانسلری داہنی جانب تھی لہٰذا ...." اس نے ٹیلے کے ساتھ گھوم کر چلنا شروع کیا "آؤ میرے ساتھ میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس ٹیلے میں فیورر بنکر کس جگہ چھپا ہوا ہے پلیز آؤ میرے ساتھ"۔

ٹیلے کے عقب میں پہنچ کر ووجل رک گیا۔ وہ بلوباخ اور سارہ کا انتظار کرتا رہا ایک لمحے کو ایسا لگا کہ اس کا جسم بے روح ہو گیا ہے جیسے وہ حال کو چھوڑ کر ماضی میں گم ہو گیا ہے۔ آخر کار وہ چونکا اور اس نے اشارہ کیا "یہ آپ نئی چانسلری کے تقریبی ہال میں کھڑے ہیں۔ فرض کریں آپ کو ہٹلر سے ملاقات کے لیے بلایا گیا ہے اب یہاں سے ایک لمبی سرنگ آپ کو پرانی چانسلری میں لے جائے گی۔ آپ ہٹلر کے کمرے میں داخل ہوں گے۔ چکر دار زینے پر چلیں گے' اسٹیل کے تین بھاری دروازوں سے گزریں گے۔ تیسرے دروازے پر دو ایس ایس گارڈز موجود ہوں گے"۔ وہ پھر ماضی میں بھٹکتے بھٹکتے چونکا اور حال میں واپس آ گیا۔ وہ تھوڑا سا آگے بڑھا اور بولا "یہ ہے وہ جگہ!"

سارہ اس کے پاس جا کھڑی ہوئی "فیورر بنکر استعمال کے قابل کب بنا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"اوپری منزل کو پرانی چانسلری کے نیچے ۱۹۳۶ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ صرف تیس فٹ نیچے تھا' دو سال بعد ہٹلر کو خیال آیا کہ یہ چھوٹا ہے لہٰذا ۱۹۳۸ء میں اس نے اس کی توسیع کا حکم دیا۔ یہ کام کر دیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں جب جنگ کی صورت حال بگڑنے لگی تو ہٹلر نے حکم دیا کہ بنکر کی مزید توسیع کی جائے۔ ۴۴ء کے آخر میں اس نے حکم دیا کہ بنکر کے نیچے ایک بنکر بنایا جائے۔ یعنی آخر میں بنکر کی دو منزلیں تھیں۔ نچلی منزل ہٹلر اور ایوا براؤن کے استعمال میں رہتی تھی وہ زمین سے ۵۵ فٹ نیچے تھا"۔

"بنکر کا داخلی دروازہ کہاں تھا؟" سارہ نے پوچھا۔

ووجل اس لکیر سے آگے بڑھا جو اس نے اس دوران جوتے کی نوک سے کھینچی تھی "یہ' اس جگہ کنکریٹ کا مختصر سا زینہ تھا جو بنکر کے بالائی لیول کو جاتا تھا۔ اس بالائی لیول پر ۱۲ کمرے تھے وہاں نہ کوئی آرائش تھی نہ فٹنگ' دیواروں کا پلاسٹر بھی مکمل نہیں تھا۔ چھ کمرے ایک طرف' چھ کمرے دوسری طرف اور عقب میں ڈائننگ روم۔ اس بالائی لیول کے کمرے سرونٹ کوارٹر کے طور پر استعمال ہوتے تھے اس کے علاوہ وہاں اشیاء خورد و نوش کا ذخیرہ بھی تھا اور جنرل اسٹور روم بھی تھا۔ نازی نیوز ایجنسی کا آفس بھی تھا۔ ہٹلر خود نچلے بنکر میں رہتا تھا وہ اوپر کم ہی آتا تھا"۔

"ہٹلر سے کسی کو ملنا ہوتا تھا تو وہ نیچے کیسے جاتا تھا؟" سارہ نے پوچھا۔

ووجل ٹیلے کے کنارے پر چڑھ گیا۔ "یہاں کنکریٹ کا ایک زینہ تھا۔ بارہ قدمچے جو بہت سیدھے اور گہرے تھے۔ وہ نیچے لے جاتے تھے"۔

سارہ بھی اوپر چڑھ گئی۔ پروفیسر بلوباخ نیچے کھڑا رہا۔ "مجھے نچلے بنکر کے لے آؤٹ کے بارے میں بتاؤ"۔ سارہ نے وو جل سے فرمائش کی۔

وو جل نے اپنے ہاتھ میں موجود نقشے کو پھر کھولا۔ "میں کوشش کرتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ"۔ یہ کہہ کر وہ ٹیلے کے داہنی جانب چلنے لگا۔ "بنکر کے نچلے لیول پر ۱۸ کمرے تھے ان میں سے بیشتر کی دیواروں پر گرے رنگ کیا گیا تھا۔ راہداری ۴۵ فٹ طویل اور غالباً فٹ چوڑی تھی۔ راہداری میں لکڑی کی پینلنگ کی گئی تھی۔ کچھ اطالوی پینٹنگ آویزاں تھیں۔ وہ ہٹلر کی منتخب کردہ تھیں۔ اب میں تمہیں نیچے کا منظر دکھانے کی کوشش کرتا ہوں"۔

وہ آہستہ آہستہ بڑھتا رہا۔ سارہ اس کے پیچھے تھی۔ "یہ بوائلر روم تھا اور اس کے ساتھ مارٹن بورمین کا آفس۔ اس کے عقب میں ٹیلی فون ایکسچینج' سوئچ بورڈ سمجھ لو۔ اس کے برابر جوزف گوئبل کا آفس۔ اس کے پیچھے ڈیوٹی آفیسر کا چھوٹا سا دفتر۔ اسی کے برابر گوئبل کا بیڈ روم اور اس کے عقب میں چھوٹا سا سرجری روم اور ہٹلر کے خاص ڈاکٹروں کا بیڈ روم۔ اور اب .... یہ سب سے اہم حصہ آتا ہے راہداری کے بائیں جانب میں تمہیں دکھاتا ہوں"۔

وو جل تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور ٹیلے کے بائیں جانب والے حصے کی طرف چل دیا۔ سارہ اس کے پیچھے تھی۔ "یہ ہمارے قدموں کے نیچے جنرل باتھ روم ہیں اور تین ٹوائلٹ اور کتوں کا کینل روم"۔ وو جل بتا رہا تھا۔ اس کے بعد ایوا براؤن کا ڈریسنگ روم اور باتھ روم جو ایوا اور ہٹلر مشترکہ طور پر استعمال کرتے تھے"۔ وہ چند قدم اور بڑھا اور پھر رک گیا۔ "نیچے ہٹلر کا ذاتی چار کمروں کا سوئٹ تھا اسی کی نشست گاہ میں ہٹلر اور ایوا نے خودکشی کی تھی۔ اس کے اور راہداری کے درمیان ایک چھوٹی سی انتظار گاہ تھی۔ ہٹلر کے لونگ روم کے ساتھ اس کا پرائیویٹ بیڈ روم تھا۔ اس کے بعد ایک میپ روم اور راہداری کے اس طرف کانفرنس روم' جہاں وہ اپنے جرنیلوں سے ملاقات کرتا اور انہیں برلن کے دفاع کے متعلق ہدایات دیتا تھا"۔

"ہٹلر کی نشست گاہ میں کیا کچھ تھا؟"

وو جل چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کمرے کے فرنیچر کا نقشہ کھینچا۔ وہاں دو صوفہ سیٹ تھے۔ ایک ڈیسک تھی' جس پر اس کی ماں کی فریم شدہ تصویر رکھی تھی۔ ڈیسک کے پیچھے دیوار پر انتون گراف کی بنائی ہوئی فریڈرک دی گریٹ کی پینٹنگ آویزاں تھی۔ وہاں تین بیش قیمت کرسیاں بھی تھیں' جو چانسلری سے لا کر ڈالی گئی تھیں۔ دیواریں پینل والی تھیں۔ فرش پر قالین تھے لیکن وہ بے حد سرد کمرا تھا"۔

"ہر وو جل' تم نے بتایا تھا کہ ہٹلر اور ایوا کی خودکشی کے بعد ان کی لاشیں راہداری میں لائی گئیں اور پھر سیڑھیوں کے ذریعے اوپر گارڈن میں لائی گئیں۔ ان سیڑھیوں کے متعلق بتاؤ"۔ سارہ نے کہا۔

"کوشش کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وو جل ٹیلے کے سامنے والے حصے کی طرف چل دیا۔ "یہاں کانفرنس روم کا بالمقابل زینہ تھا' جو ایک خصوصی ایمرجنسی ڈور کی طرف جاتا تھا۔ وہ ہٹلر کو اس دروازے سے لے کر نکلے تھے۔ ٹھہرو .... میں تمہیں بتاتا ہوں ....

"وو جل بہت احتیاط سے ٹیلے سے اترا۔ وہاں گھاس کا ایک قطعہ تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے نقشے کا جائزہ لیا اور چند قدم پیچھے ہٹا۔ "ایمرجنسی ڈور اس جگہ کے قریب ہی کہیں تھا"۔ اس نے کہا۔ "اس دروازے اور ایک واچ ٹاور کے درمیان یہ ایک گز جگہ وہ ہے' جہاں تم کھڑی ہو۔ یہاں وہ اتھلی خندق تھی جہاں ان دونوں کو دفن کیا گیا تھا"۔

"اور جہاں انہیں دوبارہ دفن کیا گیا؟"

"تھوڑا سا داہنی جانب مڑو اور اب تین میٹر آگے چلی جاؤ۔ یہ وہ جگہ ہے"۔

"شکریہ ہر وو جل"۔ سارہ نے کہا۔ اسے احساس ہوا کہ بلوباخ اس کے برابر آ کھڑا ہوا ہے۔ اس نے اسے دیکھا۔ "آپ نے سنا ہے نا؟ آپ کا کیا خیال ہے' یہ درست ہے نا؟"

"میں اپنی معلومات کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ ہر وو جل نے درست اندازے لگائے ہیں"۔ بلوباخ نے کہا۔ "اس کی یادداشت حیران کن ہے"۔

"میرے لیے یہ ایک ناقابل فراموش تجربہ تھا"۔ وو جل نے کہا۔

"اور دنیا کے لیے خوشی کا پیغام"۔ بلوباخ نے سرد لہجے میں کہا پھر وہ سارہ کو ایک طرف لے گیا۔ "اب تمہیں پتا چل گیا ہے کہ کھدائی کہاں ہونی ہے؟"

سارہ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "جی ہاں۔ تین مقامات ہیں۔ خندق' دوسری قبر اور فیورر بنکر اور میں پورے بنکر کو بے نقاب نہیں کرنا چاہتی۔ بس اس ٹیلے کا ایک حصہ کافی ہے۔ میں ہٹلر کے سوئٹ میں پہنچنا چاہتی ہوں"۔

بلوباخ خوش نظر آنے لگا۔ "یہ بہت اچھی بات ہے۔ یوں تمہیں اجازت ملنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ یہ بتاؤ تمہیں وقت کتنا درکار ہو گا؟"

"میرے ساتھ تجربہ کار عملہ ہو گا۔ میرے خیال میں تین دن کافی ہوں گے"۔

"میں کوشش کروں گا کہ تمہیں ایک ہفتے کی اجازت مل جائے"۔

"میں بے حد شکر گزار ہوں گی"۔

"اجازت ملنے کی صورت میں میرا ایک مشورہ ہے تمہارے لیے۔ اپنے مقصد کو راز ہی رکھنا۔ یہ تمہاری کامیابی کے لیے بھی ضروری ہے اور زندگی کے لیے بھی"۔

——————*

روزنامہ بی زیڈ کا جونیئر رپورٹر ورنر ڈیکے دفتر واپس جاتے ہوئے معمول کے مطابق آبزرویشن پلیٹ فارم پر آیا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ اس کے فرائض میں ان غیر ملکی اہم لوگوں کی فہرست بنانا بھی تھا' جو برلن آئے ہوں۔ عام طور پر اس کام میں وہ محکمہ پولیس اور چھ سات اچھے ہوٹلوں سے مدد لیتا تھا۔ دیوار برلن کے ساتھ اس پلیٹ فارم سے اسے اس سلسلے میں کم ہی مدد ملتی تھی لیکن کبھی کبھی کوئی مشہور سیاست دان یا فلمسٹار بہرحال مشرقی جرمنی کے سیکیورٹی زون میں جھانکتا نظر آ ہی جاتا تھا۔

اس نے اپنی کار پارک کی اور لمبے ڈگ بھرتا ہوا ناولٹی شاپ میں چلا گیا "کوئی یہاں کوئی اہم شخصیت نظر آئی آج؟" اس نے دکان کی مالکہ سے پوچھا۔

"کوئی نہیں ہر ورنر بس مانچسٹر سے سیاحوں کا ایک چھوٹا سا گروپ آیا ہوا ہے۔ وہ شاید اس وقت بھی پلیٹ فارم پر موجود ہیں"۔

"یعنی ہاٹ اسٹوری کوئی نہیں۔ بہرحال شکریہ"۔

ورنر دکان سے نکلا اور بوجھل قدموں سے اپنی کار کی طرف چل دیا۔ وہ پورا دن ہی اس کے لیے خبروں کے لحاظ سے بنجر ثابت ہوا تھا۔ یہ اس کے سٹی ایڈیٹر ایشر کی ناراضی کا سامان تھا۔

مسرت بھری چیخیں سن کر اس نے سر اٹھا کر پلیٹ فارم کی طرف دیکھا۔ وہاں اسے دو فربہ اندام ادھیڑ عمر عورتیں نظر آئیں۔ وہ پلیٹ فارم کی ریلنگ سے ٹکی دوربین کی مدد سے سیکیورٹی زون میں دیکھ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک ہیجانی لہجے میں چیخ رہی تھی۔ اس لمحے ورنر کو اس گروپ کا ایک اور ممبر نظر آیا۔ وہ بوڑھا شخص تیزی سے ریلنگ کی

طرف آیا تھا اور اب سیکیورٹی زون میں ہی کسی چیز کو اپنے کیمرے سے فوکس کر رہا تھا۔ ورنر سوچ میں پڑ گیا کہ ان لوگوں کو وہاں ایسی کون سی چیز نظر آ گئی ہے کہ اتنے پُرجوش ہو رہے ہیں اور یہ تصویریں کس چیز کی بن رہی ہیں۔

اس تجسس نے اسے پلیٹ فارم کی سیڑھیوں تک پہنچا دیا۔ وہ سیڑھیوں تک پہنچا ہی تھا کہ تینوں سیاح فاتحانہ انداز میں سیڑھی سے اترتے نظر آئے۔ وہ انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ یعنی یہ وہی انگریز سیاح تھے جن کے متعلق ناولٹی شاپ کی مالکہ نے بتایا تھا۔ ورنر نے ایک طرف ہٹ کر انہیں راستہ دیا مگر اس کے کان انہی کی طرف لگے تھے۔

"تمہیں یقین ہے کہ یہ سارہ رحمان تھی؟" معمر انگریز اپنی ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا "میں نے اس کی تصویریں خوب بنائی ہیں۔ اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے"۔

"جیمز' میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتی"۔ ایک عورت نے جواب دیا "میں ٹی وی پر اسے دیکھ چکی ہوں مجھے یقین ہے کہ یہ سارہ ہی تھی"۔

"بس تو اس ٹرپ میں میرے کیمرے میں ایک اہم شخصیت محفوظ ہو گئی"۔ مرد نے کیمرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

ورنر نے سارہ رحمان کے نام پر یادداشت کو ٹٹولا۔ نام سنا ہوا تھا۔ پھر اُسے یاد آ گیا۔ سر رحمان وہ شخص تھا جو کچھ دن پہلے کوڈیم پر ٹریفک کے حادثے میں ہلاک ہوا تھا اور سارہ رحمان اس کی وہ بیٹی تھی جو اب ہٹلر کی بائیوگرافی مکمل کر رہی تھی۔ ورنر کو اسٹوری کی خوشبو آنے لگی۔

اس نے آگے بڑھ کر مہذب انداز میں ان تینوں کو مخاطب کیا "معاف کیجیے گا' اتفاق سے آپ کی بات میں نے سن لی ہے۔ ذرا مجھے بھی بتائیں ادھر سیکیورٹی زون میں کس کو دیکھا ہے آپ نے؟"

جیمز نامی مرد نے فخریہ لہجے میں کہا "اب تو وہ جیپ میں بیٹھ کر جا چکی۔ ہمارے برطانیہ کی ایک مورخ ہے۔ سارہ رحمان' ہٹلر کی بائیوگرافی پر کام کر رہی ہے"۔

"یہ تو عجیب بات ہے"۔ ورنر بڑبڑایا "اس علاقے میں تو برسوں سے فوجیوں کے سوا کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی"۔

جیمز نے اپنے کیمرے کو تھپتھپایا "میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ کیا کر رہی تھی۔ وہ جو ٹیلہ ہے نا' جہاں ہٹلر اور ایوا نے خودکشی کی تھی' وہ اس ٹیلے کا جائزہ لے رہی تھی' اس

کے اوپر گھوم پھر کر دیکھ رہی تھی پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اتری اور کسی اور مقام کا معائنہ کرنے لگی"۔

"چانسلری کے باغیچے کا" ورنر نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"یہ مجھے نہیں معلوم پھر اپنے ساتھیوں سے باتیں کرنے کے بعد وہ ان کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گئی"۔ جیمز نے پھر کیمرے کو تھپتھپایا "میرے پاس اب یہ یادگار تصویریں ہیں اس کی"۔

ورنر کے تو پیٹ میں مروڑ ہونے لگی "بات سنیں آپ فلم کا یہ رول بیچنا پسند کریں گے؟"

جیمز بری طرح چونکا "کیا" کیا مطلب؟"

"میں آپ سے یہ رول خریدنا چاہتا ہوں"۔

جیمز نے نفی میں سر ہلایا "یہ تو میرے لیے اس سفر کی یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سوغات کی"۔

"سنیں تو۔ تصویروں کی ایک کاپی بھی میں آپ کو دے دوں گا"۔ ورنر نے جلدی سے کہا۔ اب وہ یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے بٹوے میں رقم کتنی ہے۔ شاید ہزار مارک کے قریب ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جوا ہے۔ ممکن ہے کہ ایڈیٹران تصویروں کو غیر اہم قرار دے کر مسترد کر دے۔ "میں آپ کو آٹھ سو مارک دے سکتا ہوں۔ تصویروں کی ایک ایک کاپی بھی آپ کی"۔

جیمز نے پھر نفی میں سر ہلایا "نو تھینک یو"۔

اسی وقت ایک عورت جیمز کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔ وہ یقیناً اس کی بیوی تھی "ایک منٹ جیمز یہ چکر کیا ہے آخر؟" پھر وہ ورنر سے مخاطب ہوئی "تم کون ہو؟"

"میں ایک جرمن اخبار کا رپورٹر ہوں"۔ ورنر نے کہا "یہ اچھی خاصی خبر بن سکتی ہے۔ کیونکہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ برسوں میں کسی سویلین کو سیکیورٹی زون میں جانے کی اجازت ملی ہو مگر تصویروں کے بغیر یہ خبر کچھ بھی نہیں۔ افواہ ہی کہلائے گی۔ اب یہ میرا رسک ہے کیونکہ میرا ایڈیٹران تصویروں کو غیر اہم بھی قرار دے سکتا ہے۔ آپ کے لیے یہ مہنگا سودا تو نہیں"۔

بھاری بھرکم عورت سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے شوہر نے اس سے پوچھا "آٹھ مارک کتنے ہوتے ہیں؟"

عورت نے سرگوشی میں اسے بتایا۔ مرد کی آنکھیں چمکنے لگیں "صرف اس رول کے لیے!"

عورت نے کیمرہ اس کے ہاتھ سے لیا "ٹھیک ہے نوجوان۔ یہ رول تمہارا ہوا۔ نکالو رقم"۔

--------*

اگلی صبح ایولین ہوفلین اپنے مقام ملاقات پر موجود تھی۔ مخصوص ریسٹورنٹ کے عقبی حصے میں اسی مخصوص میز پر۔ ریسٹورنٹ میں رش بالکل نہیں تھا۔ اس نے اپنے لیے چائے اور چیف ولف گینگ شٹ کے لیے بیئر کا آرڈر دے دیا۔

وہ ملاقات غیر معمولی تھی۔ برسوں سے ان کا معمول ہفتے میں صرف ایک ملاقات کا تھا۔ وہ مل بیٹھتے' پرانے دنوں کی یادیں تازہ کرتے۔ اس معمول میں کبھی تبدیلی نہیں آئی تھی لیکن اس صبح ایولین کو شٹ کا پیغام ملا تھا کہ وہ گیارہ بجے اسی ریسٹورنٹ میں پہنچ جائے۔ ایولین کو یہ بات عجیب لگی تھی۔ ابھی چند روز پہلے ہی تو ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

بس میں کوڈیم آتے ہوئے وہ سوچتی رہی کہ ایسی کیا بات ہوئی ہے کہ آج ملاقات ضروری ہو گئی۔ ضرور کوئی بات ہے۔ وہ وقت ملاقات سے تقریباً ایک گھنٹا پہلے پہنچ گئی تھی۔ اب وہ کیا کرتی۔ ادھر ادھر گھوم کر وقت گزاری کرتی' جا کر کلارا اور لیزل سے مل آتی یا ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر شٹ کا انتظار کرتی۔

کچھ سوچ کر وہ یک بیک اسٹراس پر پلٹی اور فینگ اپارٹمنٹس کی طرف چل دی۔ بہتر یہی تھا کہ اپنے پیاروں سے بھی اضافی ملاقات کر لی جائے۔ فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر اسے خیال آیا کہ افراتفری میں وہ خالی ہاتھ ہی چلی آئی ہے مگر پھر اسے خیال آیا کہ کلارا تو موجود ہو گی ہی نہیں۔ فلیٹ میں لیزل اکیلی ہو گی۔ یہ سوچ کر اس نے سکون کی سانس لی۔ کلارا کی موجودگی میں وہ لیزل سے بیتے دنوں کی باتیں نہیں کر سکتی تھی اور فرانز کی موجودگی میں تو یہ ناممکن تھا۔ فرانز جوان اور متعصب تھا۔ وہ جرمنی کے درخشاں ماضی کو ناپسند کرتا تھا۔ لیزل اور ایولین دونوں کو جلدی ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ کلارا اور فرانز کے سامنے ماضی کی باتیں کرنا نامناسب ہے۔

لیزل اسے دیکھ کر حیران ہوئی "خلاف معمول آئی ہیں آپ۔ خیریت تو ہے؟" اس

نے پوچھا۔

ایولین نے خادمہ کو رخصت کیا اور لیزل کو شمٹ کی کال کے متعلق بتایا۔ وہ لی سے باتیں کرنے کے موڈ میں تھی مگر اسی وقت فلیٹ کے داخلی دروازے میں چابی گھما جانے کی آواز سنائی دی "یہ کلارا ہو گی"۔ لیزل نے کہا "ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ واپ آئی ہو گی"۔

کلارا خوش خوش فلیٹ میں داخل ہوئی۔ ایولین کو دیکھ کر اسے بھی حیرت ہو "ارے آنٹی ایولین' آپ! خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کر"۔ اس نے ایولین کے رخسار پر بو دیا "کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"مجھے کسی سے ملنا تھا۔ سوچا' یہاں بھی ہوتی چلوں۔ تم سناؤ ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

"سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے"۔ کلارا کی آنکھیں چمک رہی تھیں "آنٹی' اب کپڑے بدل لوں اور کچن بھی جاؤں۔ فرانز لنچ کے لیے گھر آنے والا ہے۔ آپ رکیں گ آنٹی؟"

لیکن ایولین تو فرانز کی آمد کا سن کر پہلے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی "نہیں ڈیئر میں اب چلوں گی۔ کسی سے ملاقات طے ہے"۔

یوں وہ فرانز کا سامنا کرنے سے بچ نکلی اور اب وہ ریسٹورنٹ میں اس مخصوص میز بیٹھی تھی۔ ولف گینگ شمٹ ابھی نہیں پہنچا تھا۔

اس نے چائے میں چینی ملائی ہی تھی کہ شمٹ آ گیا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح احترا سے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا "کیسی ہو ایفی؟"

"میں ٹھیک ہوں ولف گینگ بس تمہارے اچانک پیغام نے پریشان کر دیا ہے مجھے"۔

"میرا مقصد تمہیں پریشان کرنا نہیں تھا ایفی' ایک بات تھی' جس پر تبادلۂ خیال ک ضروری سمجھا' ولف گینگ شمٹ نے بیئر کا طویل گھونٹ لیا" آج مصروفیت بہت زیادہ۔ اس لیے میں زیادہ دیر نہیں رک سکوں گا"۔ شمٹ نے روزنامہ بی زیڈ کا شمارہ اس طرف بڑھایا "ظاہر ہے' یہ تو تمہاری نظر سے نہیں گزرا ہو گا"۔

"تم جانتے ہو۔ میں یہ اخبار نہیں پڑھتی"۔

"لیکن آج پڑھنا پڑے گا"۔ شمٹ نے کہا اور تیسرا صفحہ کھول کر اس کے سامنے دیا "یہ تصویر ذرا دیکھو"۔

ایولین پُرتجسس نگاہوں سے اخبار میں چھپی تصویر کو دیکھتی رہی۔ تصویر بے حد واضح تھی اور مغربی برلن میں پولیس ڈیمپلائز کے آبزرویشن پلیٹ فارم سے لی گئی تھی۔ تصویر میں مٹی کا وہ بڑا ٹیلہ نظر آ رہا تھا' جس کے نیچے فیورر بنکر مدفون تھا۔ ٹیلے پر تین افراد کھڑے گفتگو میں مصروف تھے۔ ایک جوان لڑکی اور دو معمر مرد۔ نیچے ہیڈ لائن تھی "کیا یہ لوگ ہٹلر کی تلاش میں پھر کھدائی کریں گے؟" ایولین نے تصویر کے نیچے کے کیپشن پر نگاہ ڈالی۔ لڑکی سارہ رحمان تھی' جو ہٹلر پر اپنے باپ کی تحقیقی بایوگرافی کو مکمل کرنے کا عزم رکھتی تھی۔ اس کے ساتھ ایس ایس گارڈ ارنسٹ ووجل تھا' جو ہٹلر کے آخری ایام میں بنکر کے دروازے پر ڈیوٹی دیتا تھا اور تیسرا شخص مشرقی جرمنی کا ڈپٹی پرائم منسٹر پروفیسر بلوباخ تھا۔ خبر میں اس حقیقت پر زور دیا گیا تھا کہ کم از کم پچھلے دس برسوں کے دوران اس مقام پر کسی سویلین کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ سارہ رحمان کا معائنہ ظاہر کرتا ہے کہ ہٹلر کی موت کے سلسلے میں کسی نئے سراغ کی تلاش میں بنکر کی ایک بار اور کھدائی کی جانے والی ہے۔

ایولین نے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں اچنبھا تھا "تم نے اس روز مجھے اسی لڑکی کے بارے میں بتایا تھا؟" اس نے شمٹ سے پوچھا۔

"ہاں' یہی وہ سارہ رحمان ہے' جو کیمپنسکی میں ٹھہری ہے۔ تمہارے علم میں یہ بات لانا ضروری تھا کہ یہ لڑکی اپنے پروجیکٹ کو آگے بڑھا رہی ہے"۔

ایولین اب بے حد متوحش نظر آ رہی تھی "کیا اسے کھدائی کی اجازت مل جائے گی؟"

"اجازت اس کے باپ کو بھی مل گئی تھی۔ سو میرا خیال ہے' اسے بھی مل جائے گی۔ یہ جو تصویر میں بلوباخ نظر آ رہا ہے' یہ مشرقی جرمنی کا بااثر شخص ہے یہ اجازت دلوا سکتا ہے"۔

"لیکن اتنے برسوں کے بعد یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں یہ لوگ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ فیورر اور ایوا براؤن مر چکے ہیں"۔

"یہ درست ہے ایفی لیکن ہر شخص کو تو اس بات پر یقین نہیں"۔

"یہ تو دیوانگی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی کو کس چیز کی تلاش ہے؟" ایولین بڑبڑائی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ شمٹ نے اس کے ہاتھ سے اخبار لیا اور اسے تہہ کرنے لگا "میں نے تمہیں صرف اس لیے زحمت دی کہ تم کسی اور سے یہ خبر سن کر پریشان نہ ہو جاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب بنکر میں کھدائی کبھی نہیں ہو گی۔ ماضی دفن ہی رہے گا"۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ میں وعدہ کرتا ہوں"۔ ولف گینگ شمٹ مسکرایا "تم مس سارہ رحمان کی طرف سے بالکل فکر نہ کرو"۔

--------*

سارہ اس صبح اپنے سوئٹ میں بے حد مصروف تھی۔ پامیلا کی بھجوائی ہوئی فائلیں آ چکی تھیں' اوپری فائلوں میں ہٹلر کے فن کارانہ کیریئر سے متعلق معلومات تھیں اور باقی فائلیں ہٹلر کے عہد کی تعمیرات سے متعلق تھیں۔ فائلیں پہنچتے ہی اس نے پیلس ہوٹل میں کیرخوف کو فون کیا "فائلیں آ گئی ہیں۔ ممکن ہے آپ کا مسئلہ آج حل ہو جائے"۔ اس نے کیرخوف کو بتایا۔

"آپ کا بہت شکریہ مس رحمان۔ آج لنچ میرے ساتھ کریں۔ گرل روم ریسٹورنٹ میں پھر فائلوں کا جائزہ بھی لیں گے"۔

سارہ نے دعوت قبول کر لی۔ اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔ دوسری طرف احمد جاہ تھا' اس کی آواز سنتے ہی سارہ خوش ہو گئی "پچھلی رات کہاں غائب تھیں تم؟" احمد جاہ نے پوچھا "میں نے تمہیں کئی بار رنگ کیا"۔ پھر اس کے لہجے میں معذرت در آئی "معاف کرنا' مجھے یہ پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن ....."

"میں مشرقی برلن گئی تھی"۔ سارہ نے اس کی بات کاٹ دی "واضح کرنا تھا کہ مجھے کھدائی کہاں کرانی ہے پھر یہاں آ کر میں نے کنسٹرکشن کمپنی کے مالک سے ملاقات کی۔ اچھا تم سناؤ تم مجھے کیوں کال کر رہے تھے؟ یہ پوچھنے کے لیے کہ میں نے تمہارے کام کے سلسلے میں کیا کیا؟"

"نہیں سارہ' یہ بات نہیں تھی۔ میں صرف تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا اور میں نے سوچا' اگر فرصت ہو تمہیں تو ڈنر پر مدعو کر لوں"۔

"آج لنچ میرے ساتھ کرو نا۔ کیرخوف نے مجھے مدعو کیا ہے۔ کیرخوف یاد تو ہے نا؟"

لینن گراڈ کے ہری ٹیج کا نگران اعلیٰ۔ وہی اس سرکاری عمارت کی پینٹنگ والا۔ سنو تم اپنے ساتھ تیسری جمہوریہ کی عمارتوں والا پورٹ فولیو بھی لے آنا۔ اس سے بھی مدد مل سکتی ہے۔ ٹھیک ہے؟"

"او کے سارہ!"

انہوں نے لابی میں ملاقات کا وقت طے کر لیا۔ ساڑھے بارہ بجے وہ گرل روم ریسٹورنٹ پہنچے تو پریشان حال کیرخوف ان کا منتظر تھا۔ ریسٹورنٹ میں رش تھا۔ وہ ایک بجے کے لیے میز مخصوص کرا پایا تھا۔ اس نے ان دونوں سے معذرت کی۔

"ایسا کرو' ہمیں اپنے کمرے میں لے چلو" سارہ نے تجویز پیش کی "اس دوران ہم تمہاری پینٹنگ والی عمارت کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کریں گے"۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ آیئے میرے ساتھ"۔ کیرخوف نے خوش ہو کر کہا۔

چند منٹ بعد وہ چوتھی منزل پر کیرخوف کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ کیرخوف نے کاغذ کھول کر پینٹنگ انہیں دکھائی۔ سارہ نے اپنی فائل کھول کر اس میں سے ہٹلر کے دور کی برلن کی سرکاری عمارتوں کے فوٹو گراف نکالے۔ احمد جاہ نے اپنے پورٹ فولیو کے ورق الٹنے شروع کر دیے۔ اچانک سارہ بولی "میرا خیال ہے مل گئی"۔ اس نے ایک فوٹو گراف نکال کر اسے روغنی تصویر کے ساتھ ملا کر رکھ دیا "کیا خیال ہے' یہی ہے نا؟"

احمد جاہ نے پورٹ فولیو سے نظر ہٹا کر فوٹو گراف کو دیکھا۔ اس نے بھی اپنے پورٹ فولیو والا ایک صفحہ نکال کر تصویر کے ساتھ رکھ دیا۔ اس کے پورٹ فولیو والا فوٹو مختلف زاویے سے لیا گیا تھا لیکن سارہ نے دیکھ لیا کہ دونوں فوٹو ایک ہی عمارت کے ہیں۔ "یقیناً یہی ہے" وہ فاتحانہ لہجے میں بولی "اگرچہ ہمارے فوٹو گرافس میں عمارت کے داخلی دروازے پینٹنگ سے بالکل مختلف ہیں۔ میں پامیلا سے فون پر پوچھوں گی کہ کسی اور فائل میں کچھ مواد ہو تو بھجوا دے لیکن یہ عمارت بہر حال وہی ہے"۔

احمد جاہ نے کیرخوف سے کہا "مجھے یقین ہے کہ ہم نے آپ کی مطلوبہ عمارت تلاش کر لی ہے"۔

نکولس کیرخوف کی باچھیں کھل گئی تھیں "مجھے بھی یقین ہے لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ ہے کیا بلا؟"

"یہ ائر منسٹری کی عمارت ہے۔ گورنگ ائر منسٹری بھی کہلاتی تھی"۔ سارہ نے اپنے

فوٹو گراف کی پشت سے عبارت پڑھ کر بتایا "۱۹۳۳ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں مکمل ہوئی"۔

"بھئی بڑا کام کیا ہے تم نے"۔ کیر خوف نے چہک کر کہا "میرے علم میں یہ برلن کی پہلی عمارت ہے جسے ہٹلر نے پینٹ کیا"۔

"یہ ۱۹۳۵ء کے بعد اور زیادہ سے زیادہ ۱۹۴۰ء کے اوائل کے درمیانی عرصے میں پینٹ کی گئی ہو گی"۔ سارہ بولی "اس لیے کہ ۱۹۴۰ء کے اواخر میں اس عمارت کا وجود ہی نہیں رہا تھا لہٰذا ہٹلر اسے پینٹ نہیں کر سکتا تھا۔ تھرڈریش کی تمام سرکاری عمارتیں اس وقت اتحادیوں کی بمباری سے تباہ ہو چکی تھیں"۔

احمد جاہ اپنے والے فوٹو گراف کی پشت پر کیپشن پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس نے جلدی سے کہا "اتنی تیزی سے فیصلہ مت کرو سارہ۔ جو کچھ تم کہہ رہی ہو بالکل درست نہیں ہے"۔

"کیا مطلب؟" سارہ کے لہجے میں الجھن تھی۔

"تھرڈریش کی تمام بڑی عمارتیں تباہ نہیں ہوئی تھیں۔ ایک عمارت ایسی تھی جو شدید بمباری کے باوجود تباہ نہیں ہوئی.... صرف ایک عمارت ایسی تھی"۔

"کون سی عمارت؟"

"یہی عمارت" احمد جاہ نے فوٹو کی طرف اشارہ کیا "گورنگ ائر منسٹری کی عمارت۔ اس کو ۳۵ء فیصد نقصان پہنچا مگر اس کا اسٹرکچر سلامت رہا۔ یہ عمارت تو آج بھی سلامت ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" کیر خوف نے مداخلت کی۔

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہٹلر ۱۹۳۰ء سے آج تک کسی بھی وقت اس عمارت کو پینٹ کر سکتا تھا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں بھی ۱۹۷۰ء کی دہائی میں بھی۔ بشرطیکہ وہ زندہ رہتا۔ یہ عمارت آج بھی موجود ہے"۔

"بشرطیکہ وہ زندہ رہتا!" سارہ نے پُرخیال لہجے میں دہرایا۔

"ہاں"۔

"سنو.... اس پر مزید غور کرنے سے پہلے ہمیں لنچ کر لینا چاہیے"۔ سارہ نے فیصلہ سنایا۔

--------*

شام تک وہ اسی عمارت کے مسئلے میں الجھے رہے مگر وہ محض اندازے ہی لگا سکتے تھے۔ حقیقت سے وہ اب بھی دور تھے۔ کیر خوف برلن کی اس عمارت کو دیکھنا چاہتا تھا۔ احمد جاہ اور سارہ نے اس سے وعدہ کیا کہ فرصت ملتے ہی اس سلسلے میں اس کی رہنمائی کریں گے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اس دوران کیر خوف اس آرٹ گیلری کا پتا چلانے کی کوشش کرے۔ جہاں سے وہ پینٹنگ فروخت کی گئی تھی۔

"کیر خوف کے پاس سے واپس آنے کے بعد کیمپنسکی کی لابی میں احمد نے سارہ سے کہا "روڈی زیڈلر کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہوا؟"

"پامیلا نے مجھے تعمیرات والی فائلیں بھی بھیجی ہیں۔ ان میں یقیناً زیڈلر کے متعلق بھی ہو گا۔ میں ابھی جا کر چیک کرتی ہوں۔ پھر تمہیں رنگ کروں گی"۔ سارہ نے کہا "ٹھہرو ذرا میں کمرے کی چابی لے لوں"۔

"میرے پاس اپنے کمرے کی چابی موجود ہے۔ میں ذرا بک اسٹال پر کوئی مطلب کی کتاب دیکھ لوں۔ تم لفٹ کے پاس میرا انتظار کر لینا"۔ احمد جاہ لابی کے بک اسٹال کی طرف چل دیا۔ سارہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے اپنے سوئٹ کی چابی طلب کی۔ پلٹی تو احمد جاہ ہاتھ میں کوئی اخبار لیے تیز قدموں سے آتا دکھائی دیا۔ اس نے سارہ کا ہاتھ تھاما اور اسے لفٹ کی طرف لے جانے کی بجائے لابی میں پڑی کرسیوں کی طرف لے گیا "میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں"۔ اس نے کہا۔ سارہ اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھنے لگی "تم یہاں اپنی آمد کو راز رکھنا چاہتی تھیں نا۔ اب مجھے ایک بات بتاؤ۔ یہاں برلن میں تمہاری آمد سے کون کون واقف ہے؟"

سارہ بدستور الجھ رہی تھی "پروفیسر بلوباخ اور کچھ ایسے لوگ، جن کا تعاون میرے لیے ضروری ہے۔ ان کے علاوہ تم ہو، ٹووالیون ہے اور کیر خوف لیکن...."

"کسی اخبار والے کو تو معلوم نہیں؟"

"مورجن پوسٹ کے پیٹر کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم اور پیٹر نے خود مجھ سے راز داری پر اصرار کیا تھا لیکن احمد.... بات کیا ہے؟"

احمد جاہ نے اخبار کا تیسرا صفحہ اس کے سامنے کر دیا "اب برلن میں ہر شخص کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم یہاں آئی ہوئی ہو اور یہ بھی کہ کیوں آئی ہو"۔

سارہ نے اپنی تصویر دیکھی اور سناٹے میں آ گئی پھر اس نے خبر پڑھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں "یہ .... یہ سب کیا ہے؟ کیسے ہوا یہ؟" اس کی آواز لرزنے لگی۔

"میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ تصویر آبزرویشن پلیٹ فارم سے لی گئی ہے"۔

"بہت خوف ناک بات ہے"۔ سارہ نے کہا "لیکن خیر میں پریشان نہیں ہوں گی۔ مجھے بس اپنا کام نمٹانے اور کتاب مکمل کرنے کی فکر ہے"۔

"لیکن سارہ' اب تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔ میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا لیکن حقیقت پسندی بہت ضروری ہے۔ دیکھو' نازی ازم کے پرستار اس دور میں بھی موجود ہیں۔ وہ تمہیں روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ خدانخواستہ .... تمہارے والد کی طرح تمہیں بھی کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے"۔

سارہ تن کر بیٹھ گئی "میرے خیال میں کچھ نہیں ہو گا اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ پاپا واقعتاً اتفاقی حادثے کا شکار ہوئے ہوں۔ مجھے یقین نہیں کہ پچاس سال گزر جانے کے باوجود نازی ازم زندہ ہو گا"۔

"پھر یہ بتاؤ کہ تم فیورر بنکر میں کھدائی کیوں کر رہی ہو۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ سب مر چکے ہیں۔ یہ تو دنیا جانتی ہے۔ اسے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا تم ان کی زندگی ثابت کرنا چاہتی ہو؟"

"یہ اور بات ہے"۔ سارہ نے ضدی پن سے کہا "یہ محض تاریخی تحقیق ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ مجھے یقین نہیں کہ ایسی کوئی بات سامنے آئے گی۔ بس یہ عالمانہ احتیاط ہے ایک"۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی "اب ہمیں اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جانا چاہیے۔ میں پہلے روڈی زیڈلر کے بارے میں چھان بین کر کے تمہیں بتا دوں گی"۔

احمد جاہ بھی اٹھ گیا "ویسے یہ اتنا ضروری بھی نہیں"۔

"تم یہاں لٹکے رہنا تو نہیں چاہو گے۔ تم ڈنر کے وقت میرے سوئٹ میں آ جانا۔ اس وقت تک زیڈلر کا مسئلہ میں نمٹا چکی ہوں گی"۔

اب وہ دونوں لفٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک احمد جاہ نے کہا "سارہ .... برا نہ ماننا۔ میں ہر وقت .... ہر پل تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں"۔

"میرے تحفظ کی خاطر؟" سارہ نے نظریں اٹھا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک وجہ یہ بھی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ....' احمد کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس نے جملہ پورا کیا "یہ مجھے اچھا لگتا ہے"۔

سارہ پرسکون انداز سے مسکرائی "آٹھ بجے .... میں تمہارا انتظار کروں گی۔

--------*

پونے آٹھ بجے تھے۔ احمد جاہ اپنے کمرے میں بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف اور صرف سارہ کا خیال تھا۔ یہ احساس کہ وہ خطرے میں ہے' اس کے لیے بے حد پریشان کن ثابت ہو رہا تھا اور ساتھ ہی اس پر یہ بات بھی پوری طرح کھل گئی تھی کہ سارہ اس کے لیے اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ حالانکہ بہت پہلے وہ جذباتی تعلق سے گریزاں رہنے کا عہد کر چکا تھا۔

اس نے جیکٹ پہنی اور کلاک پر نظر ڈالی۔ آٹھ بجنے میں چودہ منٹ تھے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جلدی پہنچنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ اپنے کمرے سے نکل آیا۔ لفٹ میں بیٹھ کر وہ دوسری منزل پر پہنچا' کمرا نمبر ۲۲۹ کاریڈور کے اس سرے پر تھا۔ لفٹ سے نکلتے ہی اسے ایک جوان بھاری بھرکم ویٹر نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈرنکس کی ٹرے تھی۔ وہ دوسرے کاریڈور سے آیا تھا۔ احمد جاہ نے اسے دستک دیے بغیر ڈپلی کیٹ چابی کی مدد سے سارہ کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جاتے دیکھا۔ احمد نے خیال کیا کہ سارہ نے شاید ڈرنکس اس کے لیے منگوائی ہوں گی۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا۔ جب وہ سارہ کو بتائے گا کہ اس نے شراب چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ یقیناً خوش ہو گی۔ یہی سب کچھ سوچتے ہوئے وہ کاریڈور میں بڑھتا رہا۔ اسے توقع تھی کہ کسی بھی لمحے ویٹر ڈرنکس کی ٹرے چھوڑ کر کمرے سے نکلتا نظر آئے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اور کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اندر چلا گیا۔

وہ نشست گاہ میں داخل ہوا تو اسے حیرت ہوئی کیونکہ کمرا خالی تھا۔ ڈرنکس کی ٹرے میز پر رکھی تھی لیکن ویٹر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر احمد نے بیڈ روم میں جھانکا۔ اسے امید تھی کہ ویٹر بل پر سارہ سے دستخط کراتا نظر آئے گا لیکن بیڈ روم میں بھی کوئی نہیں تھا۔ یہ عجیب اسرار تھا۔ احمد جاہ بیڈ روم میں داخل ہوا اور باتھ روم کی طرف بڑھا' اس کا ارادہ سارہ کو پکارنے کا تھا لیکن وہ حیران رہ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ تیز قدموں سے اس طرف چلا مگر اس سے پہلے ہی اس نے دیکھ لیا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہ کھلے دروازے کے سامنے بت کی طرح ساکت کھڑا

رہ گیا۔ وہ شاک اس کے لیے بہت بڑا تھا۔

پانی بہنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ باتھ روم کے اندر شاور کیبن کے شیشے کے دروازے کے باہر موٹا ویٹر کسی شکاری جانور کی طرح ساکت وصامت کھڑا تھا۔ احمد جاہ کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ ایک لمحے کو احمد جاہ کو خیال ہوا کہ ویٹر کوئی جنسی دیوانہ ہے مگر اسی لمحے سارہ نے شاور بند کیا اور اس کے ساتھ ہی ویٹر نے اپنی جیکٹ سے چاقو نکالا اور جھپٹ کر شاور کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ احمد کو سارہ کی گھٹی گھٹی چیخ سنائی دی۔ چاقو والا ہاتھ بلند کیے ویٹر شاور کیبن میں داخل ہونے کو تھا۔

اس ایک ٹھہرے ہوئے لمحے میں احمد جاہ کو ایسا لگا کہ وہ ویت نام کے کسی جنگل میں کھڑا ہے جہاں ویت کانگ گوریلوں کا خطرہ ہے۔ اس کی جبلت بیدار ہو گئی۔ آگے کی طرف جھکتے ہوئے وہ شکار کے لیے تیار ہوتے ہوئے جانور کی طرح چلایا۔

ویٹر کے لیے وہ آواز باعثِ حیرت تھی۔ ایک لمحے کو وہ اپنی جگہ جم کر رہ گیا پھر وہ ایڑیوں کے بل گھوما۔ اس کے چہرے پر اب بھی حیرت تھی۔ اسی لمحے احمد جاہ دیوانہ وار اس پر جھپٹ پڑا۔ اس نے چاقو والے ہاتھ کی کلائی تھامی اور مروڑتا رہا۔ یہاں تک کہ ویٹر کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا پھر احمد نے پھرتی سے جھکتے ہوئے ویٹر کو اٹھایا اور اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کی طرف اچھال دیا۔ ویٹر باتھ روم کی ٹائلوں والی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا۔ احمد اس کی طرف پلٹنے ہی والا تھا کہ اس کی نظر شاور کیبن میں موجود سارہ پر پڑی' اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ جسم کا توازن برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ایک طرف گر رہی تھی۔ احمد جاہ نے جھپٹ کر اسے گرنے سے بچایا اور آہستگی سے فرش پر لٹا دیا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر وہ پلٹا کہ حملہ آور ویٹر سے نمٹے لیکن اتنی دیر میں ویٹر فرش سے اٹھ چکا تھا۔ اس کے قدموں میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی مگر وہ تیزی سے بیڈ روم میں دوڑ گیا۔ احمد جاہ بھی اس کے پیچھے لپکا لیکن جب تک وہ نشست گاہ کے دروازے تک پہنچا ویٹر غائب ہو چکا تھا۔

احمد جانتا تھا کہ حملہ آور نے اپنے فرار کا روٹ بہت احتیاط سے ترتیب دیا ہو گا۔ اب وہ اسے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اسے خیال آیا کہ نیچے لابی میں فون کیا جا سکتا ہے لیکن فائدہ کچھ نہیں تھا۔ اب مجرم کا پکڑا جانا ناممکن تھا۔ اور یہ طے تھا کہ وہ سامنے والے دروازے سے ہوٹل سے نہیں نکلے گا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ پہلے سارہ کی فکر کرنی تھی۔

وہ پلٹ کر باتھ روم میں گیا۔ سارہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس نے منہ پھیرتے ہوئے اسے بڑے تولیے میں لپیٹا اور لے جا کر بیڈ روم میں لٹا دیا۔ اسے کمبل اڑھانے کے بعد اس نے بہت کوشش کر کے برانڈی کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکائے۔ وہ ہوش میں آئی تو اس نے بے تابی سے پوچھا "کیسی ہو سارہ؟"

"خدا کا شکر ہے کہ تم موجود تھے"۔ سارہ نے کمزور آواز میں کہا "لیکن میں ...." اس کی نظریں جھک گئیں۔

"میں کمرے سے چلا جاتا ہوں"۔ احمد نے کہا اور نشست گاہ میں چلا آیا۔ ذرا دیر بعد سارہ نے اسے آواز دی۔ وہ بیڈ روم میں گیا سارہ لباس پہن چکی تھی لیکن اب بھی بستر پر تھی۔

"وہ روم سروس کا ویٹر تھا"۔ احمد نے اسے بتایا۔ وہ کرسی کھینچ کر بیڈ کے پاس بیٹھ گیا تھا "میں لفٹ سے نکلا تو میں نے اسے تمہارے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا"۔

"لیکن میں نے تو روم سروس کو کوئی آرڈر نہیں دیا تھا۔ یہاں ڈرنکس موجود ہے۔ ویٹر کا یہاں کیا کام؟"

"میں سمجھ گیا وہ ویٹر تھا ہی نہیں۔ وہ تمہیں قتل کرنے آیا تھا۔"

"کون ہو سکتا ہے؟"

احمد مسکرایا "کوئی ایسا شخص جسے بی زیڈ میں چھپنے والی تمہاری تصویر اچھی نہیں لگی اور نازیوں کے بارے میں تمہاری چھان بین پسند نہیں آئی"۔

سارہ کی نگاہوں میں بے یقینی تھی "لیکن اس کے لیے قتل ...."

"قتل تو بغیر کسی وجہ کے بھی ہو جاتے ہیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ تم ٹھیک تو ہو؟"

"بس خوف زدہ ہوں۔ ذرا دیر میں سنبھل جاؤں گی لیکن احمد' اب کھانا تو نہیں کھایا جائے گا"۔

"خیر ایسا بھی نہیں۔ ہاں کچھ دیر بعد کھانا کھائیں گے مگر پہلے میں ایک انکشاف کر دوں۔ اب میں چپ نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں سارہ"۔

سارہ کے لیے وہ زندگی کا حسین ترین لمحہ تھا۔

--------*

آدھی رات کا وقت تھا۔ دونوں اپنا اپنا بوجھ ہلکا کر چکے تھے۔ احمد جاہ نے اسے اپنی

ناکام شادی کے متعلق بتایا اور سارہ کی ناکام محبت کی تفصیل سنی اور اب وہ دونوں سب کچھ کہہ سن چکے تھے۔ اب جیسے ان کے پاس لفظ ہی نہیں بچے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے۔

اب احمد جاہ کو صرف ایک خیال تھا۔ کسی نے سارہ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ کوشش آئندہ بھی کی جا سکتی ہے اور سارہ بے حد قیمتی تھی اس کے لیے۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ سارہ صرف اسی صورت میں پوری طرح محفوظ رہ سکتی ہے کہ وہ ہٹلر کے بارے میں تحقیق سے دستبردار ہو جائے اور اپنے باپ کی موت کو بھی بھول جائے۔

لیکن احمد جانتا تھا کہ اس کی محبت بھی سارہ کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہیں روک سکتی۔ یہ سب کچھ سوچتے سوچتے ہی وہ سو گیا۔

وہ بیدار ہوا تو اسے پہلا احساس یہ ہوا کہ وہ اپنے کمرے نہیں ہے۔ ایک لمحے کو یاد ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں سویا تھا پھر اسے یاد آیا اور وہ ہڑبڑا کر صوفے پر اٹھ بیٹھا۔ اس نے سارہ کے بیڈ کی طرف دیکھا۔ سارہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ایک لفافے کو بند کر رہی تھی۔ اس کے بال کھلے تھے اور نائٹ گاؤن پہنے تھی۔

"سارہ کیا کر رہی ہو؟"

وہ مسکرائی "میں نے روڈی زیڈلر کا نمبر اور پتا نکال لیا ہے۔ اسی کی تلاش میں تم یہاں آئے تھے نا؟"

"کون روڈی زیڈلر؟"

"بس اب اٹھ جاؤ اور اپنا کام کرو۔ تمہیں زیڈلر سے وہ نقشے لینے ہیں عمارتوں کے"۔

احمد جاہ سنجیدہ ہو گیا "سارہ اب میں زندگی کا ہر لمحہ تمہارے .... صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں اس بات سے زیادہ اہمیت اب کسی چیز کی نہیں رہی"۔

"تم نہیں جانتے کہ تمہارے ان لفظوں کی میرے نزدیک کیا وقعت ہے لیکن احمد عملی معاملات کی فکر بھی ضروری ہے تم فوراً جا کر زیڈلر سے ملو"۔

"اور تم کیا کرو گی؟"

"میں؟ میں تمہارے ساتھ ناشتہ کروں گی اور پھر تمہیں زیڈلر کی طرف دھکیلوں گی"۔ سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میرے جانے کے بعد؟"

"میں تمہاری چابی لے کر تمہارے کمرے میں جاؤں گی۔ تمہارا سامان پیک کروں گی اور اسے یہاں لے آؤں گی۔ رات تم نے ٹھیک کہا تھا میں اب اکیلی نہیں رہ سکتی"۔ سارہ نے کہا۔ پھر چند لمحے سوچنے کے بعد بولی "لیکن امید ہے کہ تم میرے معاملے میں مغرب کی روایتی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرو گے"۔

"تم اس کی فکر نہ کرو مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو"۔

"بس ٹھیک ہے۔ اس کام کے بعد میں پھر ہٹلر کے تعاقب میں نکل کھڑی ہوں گی"۔

"لیکن محتاط رہنا"۔

"محتاط رہوں گی۔ اب تو محتاط رہنا ہی پڑے گا۔ زندگی کی اہمیت کہیں کی کہیں پہنچ گئی ہے"۔

احمد جاہ اٹھا اور باتھ روم کی طرف چل دیا۔

--------*

اپنے چوتھی منزل کے کمرے میں احمد جاہ نے سارہ کا دیا ہوا فون نمبر ملایا۔ اسے امید تھی کہ روڈی زیڈلر سے بات ہو جائے گی۔ دوسری طرف سے ایک جوان مردانہ آواز نے جواب دیا۔ احمد کو مایوسی ہونے لگی کیونکہ اس کے حساب سے زیڈلر کی عمر اس وقت کم از کم ۶۵ سال ہونی چاہیے تھی۔

لیکن دوسری طرف سے کہا گیا "میں زیڈلر بول رہا ہوں۔ کون بات کر رہا ہے؟"

"میرا نام احمد جاہ ہے اور میں کافی عرصے سے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

"لہجے سے امریکی معلوم ہوتے ہو اور نام سے مسلمان"۔

"آپ کے دونوں اندازے درست ہیں"۔

"میری تلاش کیوں ہے تمہیں؟" زیڈلر نے پوچھا "اور تمہیں میرا فون نمبر کہاں سے ملا؟"

"مس سارہ رحمان سے جو اپنے والد سر رحمان کے ساتھ ہٹلر کی بائیوگرافی پر کام کر

107 ہٹلر کی واپسی

رہی تھیں اور اب اکیلی اسے مکمل کر رہی ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا' سر رحمان نے آپ سے انٹرویو کیا تھا"۔

"مجھے یاد ہے لیکن تم کیوں.... ؟"

"مجھے بھی آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ میں .... " احمد جاہ ہچکچایا۔ وہ لفظ نازی استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا "میں تیسری جمہوریہ کے دوران جرمن آرکیٹیکچر پر ایک کتاب کر رہا ہوں مجھے معلوم ہے کہ آپ نے اس عہد میں اہم کردار ادا کیا تھا"۔

"اہم تو نہیں' چھوٹا سا کہہ لو لیکن بہر حال اہمیت کے اعتبار سے وہ بڑا کام تھا۔ میں بھی شاید دیوانہ تھا کہ اس پاگل کے ساتھ پاگل پن میں مبتلا ہوا"۔

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جلد از جلد"۔

"تو آج ہی آ جاؤ۔ بشرط فرصت"۔

"فرصت ہی فرصت ہے۔ میں یہاں صرف آپ سے ملاقات کے لیے آیا اور ٹھہرا ہوا ہوں۔ آپ بس وقت بتا دیں"۔

ان کے درمیان لنچ کے وقت ملاقات طے پا گئی۔ احمد بہت خوش تھا اور سارہ کا شکر گزار کہ اس کی وجہ سے یہ مرحلہ اتنا آسان ہو گیا تھا۔ اس کام سے نمٹ کر اس نے استقبالیہ پر فون کیا اور کہا کہ اسے ایک سنگین واقعے کے متعلق ہوٹل کے منیجر سے بات کرنی ہے۔ اس نے کلرک کو مزید کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔

وہ نیچے آیا تو لابی میں ایک پستہ قامت شخص اس کا منتظر تھا۔ نسلاً سوئس لگتا تھا۔ وہ منیجر کا اسسٹنٹ تھا کیونکہ منیجر چند روز کے لیے بیڈن گیا ہوا تھا "آپ اپنا مسئلہ بتائیں"۔ اس نے کہا۔

"مسئلہ صرف میرا نہیں' تمہارا بھی ہے"۔ احمد جاہ نے کہا اور اسے تفصیل سے پورا واقعہ سنایا۔

اسسٹنٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "روم سروس کا ویٹر اور چاقو! آپ کو یقین ہے کہ وہ ویٹر ہی تھا؟"

"وردی تو ویٹر ہی کی تھی"۔

"آپ اسے دیکھیں گے تو پہچان لیں گے؟"

"میں نے اس کی بس ایک جھلک دیکھی تھی اور جو کچھ ہوا' بہت تیزی سے ہوا اگر شاید میں اسے پہچان لوں"۔

"ٹھیک ہے مسٹر جاہ' ہمارے پاس پورے اسٹاف کی تصویریں موجود ہیں۔ میں وہ لے کر آتا ہوں"۔ اسسٹنٹ نے کہا پھر وہ جاتے جاتے رکا "اور ہاں' یہ سب کچھ ہمارے ہیڈ دربان کو بھی بتا دیں۔ ممکن ہے' اس نے ایسے کسی مشکوک آدمی کو دیکھا ہو۔ اچھا یہ کس وقت کی بات ہے؟"

"آٹھ بجنے میں کچھ منٹ ہوں گے"۔

"آپ ہیڈ دربان سے بات کریں۔ میں ابھی آیا"۔

احمد جاہ نے دھیمی آواز میں ہیڈ دربان کو تفصیل سنائی۔ ہیڈ دربان کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا "یہ تو بہت خوف ناک بات ہے"۔ وہ بڑبڑایا "یعنی وہ خاتون کو چاقو سے مارنا چاہتا تھا"۔

"یہ سچ ہے"۔

"آپ کو فوراً ہی ہمیں مطلع کرنا چاہیے تھا سر"۔

"یہ ممکن نہیں تھا۔ میں مس رحمان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ان کا برا حال تھا"۔ احمد نے کہا "سوال یہ ہے کہ آٹھ بجے سے ذرا پہلے یا بعد تم نے کسی کو بھاگ کر لابی سے نکلتے تو نہیں دیکھا۔ وہ بھاری جسم کا جوان آدمی تھا' رنگت دبی ہوئی تھی"۔

ہیڈ دربان نے کہا "یہ تو بڑا مصروفیت کا وقت ہوتا ہے۔ اتنے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور میں خود بہت مصروف رہتا ہوں۔ مجھے خیال نہیں کہ میں نے ایسے کسی مشکوک آدمی کو دیکھا ہو لیکن ...."

اسی وقت اسٹنٹ منیجر ایک البم لیے واپس آ گیا "اسے دیکھیں آپ" اس نے احمد کی طرف البم بڑھائی۔

البم میں پاسپورٹ سائز تصویریں تھیں۔ ہر تصویر کے نیچے نام بھی لکھا تھا اور ایک نمبر بھی تھا۔ احمد ورق الٹتا رہا لیکن حملہ آور کی تصویر نظر نہیں آئی اس کا مطلب تھا کہ وہ ہوٹل کا ملازم نہیں ہو گا۔

"نہیں۔ ان میں کوئی نہیں ہے" "ممکن ہے' وہ باہر کا آدمی ہو اور اس نے ویٹر کا روپ دھارا ہو' یہ کچھ مشکل کام تو نہیں"۔

"مجھے یہ فکر ہے کہ ہمیں کس طرح کے احتیاطی اقدامات کرنے ہوں گے"۔ اسٹنٹ

منیجر بڑبڑایا۔

"میرے خیال میں یہ معاملہ ہوٹل کی انتظامیہ کے بس کا نہیں"۔ ہیڈ دربان بولا "ہمیں پولیس سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ چیف آف پولیس ولف گینگ شٹ میرا واقف کار ہے وہ بہت اہل آدمی ہے اور نازی مزاج کے لوگوں سے شدید نفرت کرتا ہے۔ وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ وہ اینٹی نازی ہیرو ہے ہمارا۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ آپ جا کر اس سے مل لیں۔

--------*

احمد جاہ نے ٹیکسی ڈرائیور کو پولیس اسٹیشن چلنے کی ہدایت دی۔ ابھی روڈی زیڈلر سے اس کی ملاقات میں خاصا وقت تھا اور ویسے بھی سارہ کا تحفظ زیادہ اہم معاملہ تھا۔ پولیس ممکن ہے حملہ آور کو نہ پکڑ سکے لیکن کم از کم سارہ کے تحفظ کا بندوبست تو کر سکتی ہے' حملے کے محرکات کو تو سمجھ سکتی ہے۔

پولیس چیف ولف گینگ شٹ تنو مند اور جان دار آدمی تھا۔ کیمپنسکی کے ہیڈ دربان نے فون پر اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ چنانچہ وہ اس ملاقات کے لیے تیار تھا۔ اس نے احمد کو سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے رائٹنگ پیڈ اور قلم سنبھال لیا "مجھے کمرا نمبر ۲۲۹ کے واقعے کے بارے میں سرسری طور پر تو بتا دیا گیا ہے"۔ وہ بولا "رات آٹھ بجے کا وقت تھا نا؟"

"دو تین منٹ کا فرق ہو سکتا ہے"۔

"ٹھیک ہے' اب آپ مجھے تفصیل سے بتائیں کہ کیا ہوا تھا۔ کوئی بات چھوڑیے گا نہیں خواہ وہ آپ کو کتنی ہی غیر اہم لگے"۔

احمد جاہ بولتا رہا اور شٹ نوٹس لیتا رہا۔ سب کچھ سننے کے بعد شٹ نے پوچھا "آپ کہتے کہ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا؟"

"چاقو میں اپنے ساتھ لایا ہوں"۔ احمد نے چھوٹے تولیے میں لپٹا ہوا چاقو اس کی طرف بڑھایا۔

شٹ نے تولیہ کھولا اور تیز دھار والے چاقو کا معائنہ کیا "عام سا شکاری چاقو ہے۔ ایسے لاکھوں چاقو یہاں گردش میں ہوں گے۔ اس کے برانڈ سے تو کوئی مدد نہیں مل سکتی البتہ یہ ممکن ہے کہ اس پر انگلیوں کے نشانات موجود ہوں"۔

"ہوں گے بھی تو گڈمڈ ہو گئے ہوں گے کیونکہ میں نے اسے بغیر احتیاط کے اٹھایا تھا۔ اس وقت اس انداز میں سوچنے کے قابل ہی نہیں تھا"۔ احمد جاہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"تب تو ہمیں موازنے کے لیے آپ کے فنگر پرنٹس بھی لینا ہوں گے۔ کاش حملہ آور کی کسی ایک انگلی کا نشان ہی رہ گیا ہو"۔ شٹ نے کہا اور چاقو کو دوبارہ تولیے میں لپیٹ دیا "اسے میں لیبارٹری بھجوا رہا ہوں اب آپ مجھے حملہ آور کے حلئے کے بارے میں بتائیں"۔

"سب کچھ بہت تیزی سے ہوا تھا۔ میں اسے ٹھیک طرح سے نہیں دیکھ سکا۔ بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے خاصا چھوٹا تھا۔ پانچ فٹ سات انچ قد ہو گا اس کا اور میں نے اسے کندھے کے اوپر سے اٹھا کر پھینکا تھا۔ وہ یقیناً بھاری بھرکم تھا۔ ۱۸۰ پونڈ وزن ہو گا اس کا۔ بال سیاہ تھے' آنکھیں بھوری اور ناک چوڑی اور چپٹی ہوئی"۔

شٹ حلیہ لکھ رہا تھا "آپ کے خیال میں جرمن تھا؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا"۔

شٹ نے قلم بند کر کے رکھا اور اپنی کرسی سے ٹیک لگائی "اس کا ہدف مس سارہ رحمان تھیں' مجھے مس رحمان کے بارے میں بتائیں"۔

"کیا جاننا چاہتے ہیں آپ؟"

"یہاں ان کی دشمنی بھی ہے کسی سے؟"

"وہ تو یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں۔ وہ اسکالر ہیں۔ شہریت انگلینڈ کی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی کیوں انہیں قتل کرنا چاہے گا"۔

"تو وہ یہاں سیاح کی حیثیت سے آئی ہیں؟" شٹ کے انداز میں بد تمیزی تھی۔

احمد جاہ چند لمحے سوچتا رہا۔ مدد کی ضرورت ہو تو سچ بولنا پڑتا ہے "نہیں .... سیاح کی حیثیت سے تو نہیں"۔ آخر کار اس نے جواب دیا "وہ اپنے والد کے ساتھ مل کر ہٹلر کی بایو گرافی پر کام کر رہی تھیں۔ ان کے والد ابھی کچھ دن پہلے یہاں .... مغربی برلن میں ٹریفک کے ایک حادثے میں ...."

"اوہ' اس لیے نام مجھے جانا پہچانا لگ رہا تھا"۔ شٹ نے اس کی بات کاٹ دی "وہ کیس میرے ہی پاس تھا اور میں نے اسے باپ کی موت کی اطلاع دی تھی"۔

"اب سارہ یہاں ہٹلر کی زندگی کی آخری ساعتوں کے متعلق تحقیقی کام مکمل کرنے کے لیے یہاں آئی ہیں..... اکیلی!"

"اب تحقیق کرنے کو کیا رہ گیا ہے۔ روسی ثابت کر چکے ہیں کہ ہٹلر نے ۴۵ء میں خودکشی کر لی تھی"۔

"مس رحمان بے حد کاملیت پسند ہیں۔ وہ تمام جزئیات کی تصدیق چاہتی ہیں اور پھر یہ امکان بھی موجود ہے کہ ہٹلر بچ نکلا ہو"۔

شمٹ مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگا "ہاں ایسی احمقانہ افواہیں میں نے بھی سنی ہیں۔ آخری افواہ یہ تھی کہ ہٹلر یوبوٹ کے ذریعے جرمنی سے جاپان فرار ہو گیا تھا"۔ وہ پھر ہنسا "مس رحمان مزید تحقیق کے لیے جاپان کیوں نہیں گئیں؟"

احمد کو اس پر غصہ آنے لگا۔ ویسے بھی یہ ریچھ نما شخص اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ پہلی نظر میں ہی اس نے اسے ناپسند کیا تھا "انہیں کسی نے یہاں برلن میں قتل کرنے کی کوشش کی ہے"۔ اس نے گمبھیر لہجے میں کہا "اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں پرانے نازی بھی موجود ہیں اور نئی نسل میں بھی ہٹلر کے پرستار موجود ہیں۔ آپ جانتے ہوں گے کہ کل کے اخبار میں مس رحمان کی تصویر چھپی تھی مدفون فیورر بنکر کا معائنہ کرتے ہوئے۔ ممکن ہے کسی نازی کو یہ بات بری لگی ہو۔ وہ لوگ نہیں چاہیں گے کہ اب ماضی کو کریدا جائے"۔

شمٹ سنجیدہ ہو گیا "ممکن ہے لیکن اس کا امکان کم ہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسے لوگ یہاں موجود ہیں۔ میرا محکمہ ہمیشہ ایسے لوگوں کی تلاش میں مصروف رہتا ہے لیکن ان لوگوں کی تعداد بھی زیادہ نہیں اور وہ ہیں بھی بہت بڈھے۔ بڈھے اور ناکارہ۔ مگر ممکن ہے ان میں ایسا کوئی جنونی بھی ہو جس کی یہ حرکت ہو"۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے کسی جنونی نے مس رحمان کے قتل کے لیے کسی اور سے مدد لی ہو"۔

شمٹ سنبھل کر بیٹھ گیا "اس امکان کے تحت میں پرانے نازیوں کو ٹٹولوں گا کہ وہ کسی چکر میں تو نہیں ہیں لیکن مسٹر جاہ، میں اس طرف سے فکر مند نہیں ہوں گا"۔

"لیکن ہم تو فکر مند ہوں گے۔ مس رحمان پر قاتلانہ حملہ کوئی مذاق نہیں تھا"۔

"مجھے تو یہ حملہ سوچا سمجھا نہیں، کسی جنسی جنونی کا کام معلوم ہوتا ہے بہرکیف ایک

غیر ملکی پر حملے کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہم اس حملہ آور کو تلاش کریں گے، میں خود تلاش کروں گا۔ اتنا کہہ کر شمٹ اپنی کرسی سے اٹھا "ہم اسی وقت سے مس رحمان کو تحفظ فراہم کریں گے۔ میں ابھی ہوٹل جا کر حفاظتی انتظامات کروں گا۔ اب انہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ مس رحمان کو یقین دلا دیں"۔

"شکریہ چیف"۔ احمد جاہ بھی اٹھ گیا۔

لیکن پولیس اسٹیشن سے نکلتے ہوئے اسے احساس تھا کہ اس کی پریشانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ وہ اب بھی بے چین تھا۔

--------*

روڈی زیڈلر سفید اسپورٹس شرٹ، سفید پینٹ اور ٹینس شوز پہنے ہوئے تھا۔ اس کا قد احمد جاہ جتنا ہی تھا لیکن وہ بہت دبلا پتلا تھا۔ انگریزی وہ بہت صاف ستھری بول رہا تھا۔ وہ احمد کو ایک ہوادار اور کشادہ اسٹوڈیو میں لے گیا وہاں ایک رائٹنگ ٹیبل اور ایک کرسی تھی۔ اس کے علاوہ نقشہ نویسوں کے کام کی کئی میزیں اور چند کرسیاں مہمانوں والی تھیں "مجھے اب بھی کبھی کبھی کام مل جاتا ہے"۔ اس نے وضاحت کی۔

احمد جاہ نے دلچسپی سے دیکھا۔ میز پر ہرے رنگ کا ایک کمپیوٹر بھی رکھا تھا۔

"اچھا تو تم جرمن تعمیرات کے موضوع پر لکھ رہے ہو۔ مجھے اپنی کتاب کے متعلق بتاؤ"۔ زیڈلر نے کہا۔

"میں آپ کو دکھاؤں گا"۔ احمد جاہ نے اپنا پورٹ فولیو اس کی طرف بڑھایا "اس میں وہ سب کچھ ہے جو تعمیر کیا گیا اور وہ بھی جس کے اس عہد میں منصوبے بنائے گئے لیکن تعمیر نہیں کیا جا سکا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میرے پاس کن کن چیزوں کی کی ہے"۔

زیڈلر نے پورٹ فولیو کھولا اور عمارتوں کی ڈرائنگ اور فوٹو گرافس کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اس نے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا "کس چیز کی ہے تمہارے پاس؟"

"ان عمارتوں کے ڈیزائنوں کی، جو اسپیر کے معاون کی حیثیت سے آپ نے بنائی تھیں"۔

زیڈلر نے پورٹ فولیو کو بند کر کے میز پر رکھ دیا "واقعی تمہارے پاس سب کچھ موجود ہے سوائے میرے کام کے"۔

"اور ہر زیڈلر' میں اس کتاب کو ہر اعتبار سے مکمل دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ آپ نے کیا کچھ کیا تھا!"

"میں نے اس عہد میں زیادہ کام نہیں کیا لیکن بہرحال وہ اہم ضرور تھا"۔

"جہاں تک میرے علم میں ہے' آپ نے ہٹلر کے لیے سات عمارتیں ڈیزائن کیں اور تعمیر کرائیں"۔

"یہ درست ہے" زیڈلر نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اسپیئر کے کاغذات میں ان عمارتوں کے نہ ڈیزائن ہیں نہ فوٹوگرافی"۔

زیڈلر چند لمحے اپنی ناک سہلاتا رہا "اسپیئر کو وہ پسند جو نہیں تھیں۔ اس لیے اس نے ان کی نقول نہیں رکھیں۔ اس کے علاوہ کہیں اور سے تمہیں کچھ مل نہیں سکتا ان عمارتوں کے متعلق اس لیے کہ وہ سیکرٹ تھیں"۔

"سیکرٹ؟ وہ کیوں؟" احمد نے حیرت سے پوچھا۔

"اس لیے کہ وہ ہٹلر کے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز تھے"۔

"کیا وہ واقعی سیکرٹ تھے؟"

"بھئی عمارتوں کو جس حد تک سیکرٹ رکھا جا سکتا ہے' اس سے زیادہ کوشش کی گئ ان عمارتوں کے سلسلے میں"۔ زیڈلر نے کہا "لیکن تعمیر میں بہرحال بہت لوگ انوالو ہوتے ہیں۔ مزدوری تو اس معاملے میں ہٹلر نے قیدیوں سے لی اور کام مکمل ہوتے ہی انہیں قتل کرا دیا گیا۔ ان اسٹرکچرز کے بارے میں اتحادیوں کو جنگ ختم ہونے تک کچھ بھی معلو نہیں ہو سکا"۔

"اور وہ عمارتیں آپ نے ڈیزائن کیں؟"

"تمام کی تمام"۔ زیڈلر نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"آپ کے پاس ان کے فوٹوگراف ہیں؟"

"بس چند ایک کے ہیں۔ میں نے بتایا نا کہ وہ عمارتیں سرکاری راز کی حیثیت رکھ تھیں۔ جرمنی کو شکست ہونے لگی تو ہٹلر نے ان میں سے کچھ بنکرز کو خالی کرا کے تباہ کر دینے کا حکم دیا۔ باقی بنکرز اتحادیوں نے دریافت کر کے تباہ کر دیے۔ میرے پاس ان کے کھنڈرات کی کچھ تصویریں ہیں لیکن ان سے ان کے طرز تعمیر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ بھی میرے پاس ہے' وہ میں ڈھونڈ کر تمہیں بھیج دوں گا۔ قیام کہاں ہے تمہارا؟"

"میرسل کیمپنسکی میں"۔

"ایک دو دن میں تمہیں یہ مواد مل جائے گا"۔ زیڈلر نے کہا اور اپنی آہنی ڈیسک کی دراز کھولی' اس میں سے کاغذ نکالا اور اس پر کچھ نوٹ کیا پھر وہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"آپ کے پاس فوٹوگراف نہیں ہیں' لیکن ان ساتوں زیر زمین اسٹرکچرز کے ڈیزائن تو یقیناً ہوں گے"۔

"میں ان کا ذکر کرنے ہی والا تھا"۔ زیڈلر نے پُرجوش لہجے میں کہا "اوریجنل بلیو پرنٹس میرے پاس ساتوں بنکرز کے ہیں"۔

"میرا کام تو ان سے بھی چل جائے گا"۔ احمد بولا "آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں انہیں اپنی کتاب میں ری پروڈیوس کر دوں یوں میرا کام مکمل ہو جائے گا"۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں"۔ زیڈلر نے پائپ کا کش لیتے ہوئے کہا "ابھی دیکھنا چاہتے ہو؟"

"آپ کو زحمت ہو گی"۔

"انہیں میں اسٹور روم سے نکال لاؤں گا۔ پہلے یہ چیک کر لوں کہ وہ ہیں کہاں"۔ زیڈلر نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا "میں نے اپنے کام کی تمام معلومات کمپیوٹر کو فیڈ کر دی ہیں"۔ اس نے کرسی گھمائی اور کمپیوٹر کے سامنے کر لی۔ اس نے کمپیوٹر کے چند بٹن دبائے "ابھی پانچ منٹ میں معلوم ہو جائے گا"۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔

احمد جاہ خوش تھا کہ اس کی جستجو بار آور ہوئی۔ مسئلہ پوری طرح حل ہو گیا تھا۔ یہی نہیں' ان زیر زمین بنکرز کے نقشوں پر زوردار کیپشن لگایا جاتا تو وہ کتاب کے لیے زبردست کلائمکس ثابت ہوتے۔ وہ ہٹلر کے بارے میں سوچنے لگا۔ جس نے وہ بنکر تعمیر کرائے تھے۔ ان دنوں وہ خود کو کس قدر غیر محفوظ سمجھ رہا ہو گا۔ اتحادی فوجیں اس کے گرد گھیرا تنگ کر رہی تھیں۔ جرمن فوجیں ہر جگہ شکست کھا کر پسپا ہو رہی تھیں۔ ویسے ہی زیر زمین تعمیرات ہٹلر کی شخصیت کی نشان دہی کرتی تھیں۔ وہ آدمی ہی تاریک لاشعور کا تھا۔

چند منٹ بعد زیڈلر واپس آ گیا۔ اس کی بغل میں بلیو پرنٹس کی ٹیوبز دبی تھیں "یہ میں لے آیا ہوں"۔ اس نے ٹیوبوں کو میز پر رکھا "قریب آ جاؤ میں تمہیں ایک ایک کر کے دکھاؤں گا"۔

احمد جاہ ڈیسک کی طرف بڑھا اور اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ زیڈلر نے ٹیوب سے پہلا بلیو پرنٹ نکالا اور اسے میز پر پھیلا دیا "یہ بنکر ڈورک ہے۔ یہ جرمنی کی حدود میں کوہ ایفل میں بنایا گیا تھا۔ اسپیئر نے ۳۹ء کے آخر میں اس کی ڈیزائننگ شروع کی تھی لیکن اسے یہ پروجیکٹ پسند نہیں آیا کیونکہ ہٹلر کو تعمیراتی حسن سے کوئی غرض نہیں تھی۔ چنانچہ اسپیئر نے یہ کام مجھے سونپ دیا۔ میں نے اس کا ڈیزائن مکمل کیا۔ ۴۰ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس پر اس زمانے کے حساب سے کوئی بیس لاکھ امریکی ڈالر لاگت آئی ہو گی"۔ اس نے دوسرا بلیو پرنٹ نکالا "یہ ہے بنکر فیلسی نیسٹ۔ یہ بھی کوہ ایفل کی طرف بنایا گیا تھا لیکن بیلجیم سے بہت قریب تھا۔ اس کی تعمیر کے سلسلے میں بھی میں نے ایک پہاڑی غار کو استعمال کیا تھا اور یہ ہے بنکر ٹینن برگ ..... " زیڈلر نے تیسرا بلیو پرنٹ نکال کر میز پر پھیلایا۔ احمد جاہ سحر زدہ سا سن اور دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک کر کے بلیو پرنٹ اس کے سامنے آتے رہے، اور زیڈلر کی کمنٹری جاری رہی۔ "یہ بنکر ری ڈاؤٹ ..... اور یہ بنکر پلاچ ..... اور یہ ..... " زیڈلر اب آخری بلیو پرنٹ کو پھیلا رہا تھا۔ اس کے لہجے اور انداز میں ناپسندیدگی تھی "یہ وہ بنکر ہے جو سب سے زیادہ مشہور ہوا مگر مجھے یہ پسند نہیں۔ یہ ہے کنکریٹ کا فیورر بنکر جسے ریش چانسلری اور اس کے باغیچے کے برابر تعمیر کیا گیا تھا۔ ہٹلر آخر تک یہاں چھپا رہا تھا۔ اسپیئر نے ۳۶ء میں اسے ڈیزائن کیا۔ ۳۸ء میں' میں نے اس کے ڈیزائن میں تبدیلیاں کیں۔ اسے فول پروف بنانے کے لیے ہوشیمٹ کنسٹرکشن کمپنی سے مدد لی گئی۔ یہ سب سے پیچیدہ بنکر تھا۔ اس کے کچھ حصے آخر تک نامکمل رہے۔ اس لیے کہ ہمیں کبھی یہ یقین نہیں تھا کہ اسے استعمال کیا جائے گا۔ ہمیں سنجیدگی سے کبھی یہ یقین نہیں تھا کہ ہٹلر برطانیہ کو سرنگوں ہوتے دیکھے گا اور مہینوں اس میں چھپا رہے گا۔ بہر کیف مسٹر جاہ' یہ ہیں وہ گمشدہ اسٹرکچر"۔

"آپ نے سات کہے تھے مسٹر زیڈلر لیکن یہ تو چھ ہیں"۔ احمد نے اعتراض کیا۔

زیڈلر نے بلیو پرنٹس کو گننا شروع کیا۔ وہ واقعی چھ ہی تھے۔ زیڈلر کی آنکھوں میں الجھن تھی "تھے تو سات ہی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور کمپیوٹر نے بھی تصدیق کی ہے۔ یہ ایک کہاں غائب ہو گیا!"

"ممکن ہے اسٹور روم میں رہ گیا ہو"۔

"میں پھر دیکھ لیتا ہوں"۔ زیڈلر پھر ملحقہ کمرے میں گیا مگر فوراً ہی واپس آ گیا "نہیں

وہاں تو نہیں ہے"۔ اس نے کہا اور کچھ دیر سوچتا رہا "سمجھ میں نہیں آتا"۔

"آپ نے یہ بلیو پرنٹس کبھی کسی کو مستعار نہیں دیے؟"

"اس کی میں جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ایک سیٹ میں نے ہٹلر کو دیا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ہٹلر نے اپنی موت سے پہلے اسے جلا دیا تھا اور یہ سیٹ ہمیشہ میرے پاس رہا ہے"۔

زیڈلر نے کہا "میں نے کبھی انہیں ..... " وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اسے کچھ یاد آ گیا تھا "ہاں' یاد آیا۔ البرٹ اسپیئر خود اس موضوع پر ایک کتاب لکھنا چاہ رہا تھا۔ نازی عہد کے جرمن طرز تعمیر پر۔ اس کے لیے مجھ سے بلیو پرنٹس منگوائے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب اسپیئر کی رہائی میں ایک سال رہ گیا تھا۔ بیس سال کی سزا ہوئی تھی اسپیئر کو۔ میں خود یہ بلیو پرنٹس جیل لے کر گیا تھا۔ اسپیئر جیل سے رہا ہوا تو اس نے سیٹ مجھے واپس کر دیا"۔

"لیکن ایک بلیو پرنٹ رہ گیا"۔ احمد جاہ نے کہا۔

"ہاں' یہی ہوا ہے۔ ساتواں اسپیئر سے کہیں ادھر ادھر ہو گیا ہو گا ممکن ہے جیل میں ہی رہ گیا ہو یا اسپیئر کے دوست روڈولف ہیس کے پاس ہو۔ اسپیئر نے اس سے مدد لی تھی۔ اب میں ان چھ کی تو نقول بنا دیتا ہوں۔ جہاں تک ساتویں کا تعلق ہے' میری تجویز ہے کہ تم اسپنڈاؤ جیل جا کر معلوم کرو ..... " وہ کہتے کہتے رکا اور کیلنڈر کی طرف متوجہ ہو گیا "تین دن بعد ٹرائی کرنا وہاں۔ چاروں فاتح قومیں باری باری جیل کا انتظام سنبھالتی ہیں۔ ان دنوں روسی جیل کے انچارج ہیں۔ تین دن بعد اس کا چارج امریکا کو مل جائے گا۔ وہ بہتر رہیں گے تمہارے لیے۔ روسی تو شاید بات بھی نہ کریں۔ امریکیوں سے بات کرنا۔ ممکن ہے ساتواں نقشہ جیل میں کہیں مل جائے۔ میں تمہیں اجازت نامہ لکھ دیتا ہوں کہ نقشہ جیل میں ہو تو تمہیں دے دیا جائے۔ یوں تمہارا کام مکمل ہو جائے گا"۔

زیڈلر نے اجازت نامہ لکھ کر احمد کی طرف بڑھا دیا۔ احمد نے اس سے پوچھا "آپ کو اس ساتویں بنکر کے متعلق کچھ یاد نہیں؟"

"مجھے بس اتنا یاد ہے کہ اس کا نام بنکر ریس تھا۔ اسے چارلوٹن بورن نامی قصبے کے قریب تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ سب سے مہنگا بنکر تھا۔ اس پر کم از کم ساٹھ لاکھ ڈالر خرچ ہوئے تھے۔ ہٹلر کو وہ پسند نہیں آیا۔ لہٰذا اس نے اسے کبھی استعمال نہیں کیا۔ اس نے اسے اس کے بلیو پرنٹس سمیت تباہ کرا دیا لیکن شاید ..... میرا خیال ہے ۴۳ء میں اسے کچھ خیال آیا۔ اس نے ویسا ہی بنکر کہیں اور تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس کا نام بنکر کروس ریس طے پایا تھا

لیکن اس کی تعمیر کے لیے میری خدمات حاصل نہیں کی گئیں لہٰذا میرے پاس بس اس کا نقشہ ہے۔ بنکر کو تو میں نے دیکھا بھی نہیں"۔

"میری کتاب کے لیے تو وہ بہرحال اہم ہے"۔

"بس تو تین دن بعد اسپینڈاٹو جا کر ٹرائی کر لو"۔

--------*

ٹووالیون اپنے جرمن چیف سے ملنے کو اتنی بے تاب تھی کہ طے شدہ مقام پر یعنی کیفے کیری پندرہ منٹ پہلے ہی پہنچ گئی۔ بہرحال اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا کیونکہ کیفے کا ماحول بہت اچھا تھا۔ وہاں خلوت بھی میسر تھی۔ ٹووا اپنے خیالوں میں ڈوبی رہی۔ اس وقت چونکی' جب شائم گولڈنگ اس کے سامنے آ بیٹھا۔

شائم نے اپنے لیے آئس کریم سوڈا منگوایا۔ وہ بہت بے تکا وقت تھا۔ ناشتے اور لنچ کے درمیان کا وقت۔ ٹووالیون نے بھی پسند نہ ہونے کے باوجود آئس کریم سوڈا ہی منگوا لیا۔

شائم چند منٹ تک اپنی جیکٹ کی جیبیں خالی کر کے اپنے نوٹس کا جائزہ لیتا رہا۔ ٹووا اسے غور سے دیکھتی رہی۔ وہ کسی اسرائیلی یا موساد کے ڈائریکٹر سے بڑھ کر جرمن لگ رہا تھا۔ یہ ان کی دوسری ملاقات تھی۔ پہلی ملاقات میں شائم نے اسے سارہ رحمان کے متعلق معلومات فراہم کی تھیں لیکن آج وہ اسے پہلے کے مقابلے میں زیادہ پُرسکون لگ رہا تھا۔

"ہاں" شائم اپنے مشروب کا گھونٹ لیتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا "تو تم سارہ رحمان سے مل چکی ہو؟"

ٹووا کو حیرت ہوئی "تو تمہیں معلوم ہے یہ بات؟"

"میرا کام ہی یہی ہے"۔ شائم نے سنجیدگی سے کہا "تمہیں وہ کیسی لگی؟"

"بہت اچھی"۔

"اور اسے تم کیسی لگیں؟"

"میرا خیال ہے' اس نے مجھے ناپسند نہیں کیا۔ ہم ڈنر ساتھ کر چکے ہیں"۔

"مجھے معلوم ہے۔ کیلی فورنیا کا وہ آرکیٹیکٹ بھی ساتھ تھا"۔ شائم نے کہا۔ پھر بولا "لیکن کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ تمہاری اصلیت اسے معلوم ہو گی تو نقشہ بدل جائے گا"۔

"ہاں جانتی ہوں"۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کس چکر میں ہے"۔

"تم نے پی نیڈ میں اس کی تصویر تو یقیناً دیکھی ہو گی"۔

"ہاں۔ یہ طے ہے کہ وہ وہاں کھدائی کرائے گی۔ مگر اہم بات یہ ہے کہ اسے تلاش کس چیز کی ہے"۔

ٹووا کو اب تک جو کچھ معلوم تھا' وہ اس نے شائم کو بتا دیا۔ "اسے معلوم ہوا ہے کہ ہٹلر کی لاش سے ملنے والی بتیسی ہٹلر کی نہیں تھی اور دوسری چیز ایک سنگی شبیہہ تھی' جس کا لاکٹ ہٹلر ہر وقت پہنے رہتا تھا۔ اس پر فریڈرک دی گریٹ کی شبیہہ تھی۔ وہ بھی ملبے میں نہیں تھا۔ اس سے اس امکان کو تقویت ملتی ہے کہ جلائی جانے والی لاش ہٹلر کی نہیں تھی"۔

"یہ سراغ اسے کہاں سے ملے؟"

"یہ سارہ نے نہیں بتایا۔ میں تو اس پر حیران ہوں کہ اتنا کچھ ہی اس نے کیسے بتا دیا"۔ ٹووا آگے کو جھک آئی "اور یہ سب کچھ تمہیں بتا کر میں اس سے وعدہ خلافی کا ارتکاب کر رہی ہوں"۔

"زیادہ اخلاقیات مت جھاڑو"۔ شائم نے درشت لہجے میں کہا "ویسے بھی میں یہ سب کچھ کسی کو بتاؤں گا نہیں۔ ہاں تو مس رحمان کا خیال ہے کہ ہٹلر اور ایوا براؤن دونوں کے ڈپلی کیٹ تھے اور جو لاشیں جلائی گئیں وہ ان کے ڈبلز کی تھیں۔ یعنی روسی بے وقوف بن گئے"۔

"میں نے اسے اس سلسلے میں تعاون کی پیشکش کی ہے۔ وعدہ کیا ہے کہ ڈبلز کے سلسلے میں ریسرچ کروں گی۔ ایک بات بتاؤ' کیا اس بات کا امکان ہے؟"

شائم نے کندھے جھٹک دیے "یہ شک کرنے والوں کی بڑی پسندیدہ تھیوری ہے"۔

"یعنی تمہیں اس پر یقین نہیں ہے؟"

"دیکھو یہ کوئی کمزور تھیوری نہیں ہے۔ عالمی لیڈرز ڈبلز کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ انگلستان کے رچرڈ دوم اور امریکا کے روز ویلٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ڈبلز تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں تاریخ میں۔ نپولین کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔ ہٹلر کے ساتھی روڈولف ہیس کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔ ہٹلر کے بارے

میں بھی یہی سنا گیا ہے"۔

"بہر حال میں اس امکان پر کام کر رہی ہوں"۔

"بات بنی کچھ؟"

"ابھی تو کچھ نہیں ملا۔ میں نے ہٹلر کی سوانح پڑھ ڈالیں۔ سارہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں مورجن پوسٹ کے رپورٹر پیٹر سے مدد لے سکتی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد مجھے پیٹر سے ملنا ہے"۔

"گڈلک"۔

ٹُووا نے شائم کو غور سے دیکھا کہ اس کے انداز میں ناپسندیدگی تو نہیں۔ پھر اس نے پوچھا "شائم کیا تمہارے خیال میں' میں وقت ضائع کر رہی ہوں؟"

"نہیں' کوشش کرتی رہو ٹُووا اور مجھ سے رابطہ رکھنا"۔

--------*

پیٹر نے ایک صحافی ساتھی اور سارہ رحمان کی دوست کی حیثیت سے ٹُووا کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا اور اسے اپنے دفتر میں لے گیا۔ ٹُووا نے اسے اپنا مقصد بتایا۔ پیٹر نے اعتراف کیا کہ نہ اس نے اس سلسلے میں کبھی کچھ لکھا ہے اور نہ ہی سنا ہے "تم ایک منٹ یہاں بیٹھو۔ میں قبرستان سیکشن میں جا کر تراشوں کی فائل چیک کرتا ہوں۔ ممکن ہے کسی اور نے اس سلسلے میں کچھ لکھا ہوا"۔

وہ چلا گیا۔ ٹُووا شیلف میں لگی کتابوں کا جائزہ لیتی رہی۔ ذرا دیر بعد اسے احساس ہوا کہ پیٹر واپس آ گیا ہے۔ پیٹر کے ہاتھ میں ایک فولڈر تھا۔ اس نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر فولڈر کھول لیا "اس میں زیادہ کچھ تو نہیں ہے۔ بہت پتلی فائل ہے"۔ اس نے کہا۔

"اس میں ہے کیا؟" ٹُووا نے پوچھا۔

"ابھی دیکھتے ہیں"۔ پیٹر نے کہا اور تراشوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا سر نفی میں ہل رہا تھا "۵۰ء میں امریکی ملٹری پولیس کو پتا چلا کہ فرینکفرٹ کے ایک اسپتال میں ایک وارڈ بوائے ہے جو ہو بہو ہٹلر لگتا ہے۔ اس کا نام ہنرک نول تھا۔ اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو پتا چلا کہ وہ ہٹلر نہیں ہے۔ اسے رہا کر دیا گیا۔ ۵۱ء میں ویانا سے یہ خبر جاری ہوئی کہ ہٹلر ۴۴ء میں ایک قاتلانہ حملے میں بم کے دھماکے میں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد مارٹن بورمن نے ہٹلر کی جگہ لے لی تھی لیکن اس نے ہٹلر کی موت کی خبر چھپاتے ہوئے اسٹرا سرنائی

ہٹلر کے ڈبل سے کام لیا تھا۔ پورا نام نہیں دیا گیا تھا اس کا اور اسٹوری کے ذرائع کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا تھا لہٰذا ہم اسے اہمیت نہیں دے سکتے۔ پھر ۶۹ء میں ایک ریٹائرڈ جرمن کان کن البرٹ پانکلا کو ۳۰۰ویں مرتبہ گرفتار کر کے رہا کیا گیا۔ صرف اس لیے کہ اس کی شکل ہٹلر سے غیر معمولی طور پر ملتی تھی۔ بس.... لیکن نہیں' یہ ایک اور کاغذ ہے' اسے تو میں نے تقریباً نظر انداز ہی کر دیا تھا"۔

"یہ کیا ہے؟" ٹُووا نے پُر امید لہجے میں پوچھا تھا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ کسی نے نوٹ لکھا ہے کہ ہٹلر کے ڈبلز کے سلسلے میں منفریڈ ملر کی فائل دیکھی جائے"۔

"یہ کون ہے؟"

"اس کا تو مجھے اندازہ تک نہیں لیکن میں معلوم کر سکتا ہوں۔ مس لیون' وہ سامنے فریج رکھا ہے۔ آپ اس میں سے کوک نکال لیں اپنے لیے۔ میں ابھی آتا ہوں"۔

ٹُووا کو سوفٹ ڈرنک سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ چپ بیٹھی پیٹر کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ ذرا دیر بعد پیٹر ایک طویل تراشہ لیے واپس آیا۔ وہ تراشہ پڑھتا ہوا آیا تھا۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے کہا۔ "یہاں ۱۹۳۴ء سے پرانے ریسٹورانوں' اور نائٹ کلبوں میں تفریحی پروگراموں کا رواج تھا۔ منفریڈ ملر ایسے کلبوں کا مقبول ترین فنکار رہا ہے۔ وہ ہٹلر سے بے حد غیر معمولی مشابہت رکھتا تھا۔ اس کا خاص آئٹم ہٹلر کی نقالی کرنا تھا۔ ایک دن وہ پروگرام کرنے نہیں آیا۔ اس دن کے بعد اسے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا کیا بنا۔ شاید وہ ریٹائر ہو گیا تھا"۔

"ممکن ہے وہ اب بھی زندہ ہو!"

"آرٹیکل میں اس کا تذکرہ نہیں۔ اس میں اس ریسٹورنٹ کا نام دیا گیا ہے' جہاں وہ پرفارم کرتا تھا۔ اس کا نام تھا لوینڈر روف کلب۔ تم وہاں پوچھ گچھ کرو۔ ممکن ہے' کوئی ملر کے بارے میں بتا سکے۔ یہ بہرحال ایک کلیو ہے۔ ٹھہرو.... میں تمہیں ایڈریس دیتا ہوں"۔

--------*

وہ ایک درمیانی درجے کا بیئر گارڈن تھا۔ بیلوں سے گھرا ہوا اور سڑک سے دور۔ وہاں فاصلے سے میزیں لگی تھیں۔ زیادہ تر وہاں جوان لوگ تھے' جو کولڈ ڈرنکس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ٹُووا نے ایک میز کی طرف سے آتے ہوئے ویٹر کو روکا اور خود کو صحافی کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ "میں کلب کے مالک سے ملنا چاہتی ہوں"۔

"یعنی ہربری سے؟" ویٹر نے کہا۔ وہ متاثر نظر آ رہا تھا۔ "وہ اندر ہیں۔ آیئے میرے ساتھ۔ میں انہیں بلاتا ہوں"۔

ٹووا اس کے ساتھ ہال میں چلی گئی۔ اندر بھی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ دوپہر کا وقت تھا لیکن وہاں کسٹمر ایک بھی نہیں تھا۔ آگے ڈانسنگ فلور تھا۔ شو وغیرہ بھی یقیناً وہیں ہوتے ہوں گے۔ آگے ایک اسٹیج سا تھا۔ اس پر آرکسٹرا کے سازندے بیٹھے تھے۔ ایک دبلا پتلا آدمی ان سے باتیں کر رہا تھا۔ ویٹر نے جا کر اس شخص سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ وہ شخص ٹووا کی طرف چلا آیا۔

"میں فریڈ ہربری ہوں"۔ اس نے کہا۔ "آپ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں؟"

"میرا نام ٹووا لیون ہے۔ میرا تعلق واشنگٹن پوسٹ سے ہے۔ میں جنگ سے پہلے کے برلن کی تفریحات پر آرٹیکل کر رہی ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ ایک زمانے میں ہر لوینڈروف یہ کلب چلاتے تھے"۔

"ہاں.... والٹر لوینڈروف۔ اور یہ کلب ۳۰ء میں بے حد مقبول تھا"۔ فریڈ ہربری نے بتایا۔

"مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہاں ہونے والا ایک ایکٹ بے حد مقبول تھا۔ ایک ون مین شو۔ نقال منفریڈ طر کا۔ میں طر کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں"۔

"منفریڈ طر.... نام جانا پہچانا لگتا ہے لیکن میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ہاں.... ہر لوینڈروف یا میرے والد اسے جانتے ہوں گے۔ یہ علاقہ جنگ کے آخری مہینوں میں اتحادیوں کی بمباری سے بہت متاثر ہوا تھا۔ جنگ کے بعد لوینڈروف کو کلب دوبارہ تعمیر کرانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ انہوں نے اسے میرے والد کو فروخت کر دیا۔ میرے والد کا ۷۵ء میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد سے یہ کلب میں چلا رہا ہوں"۔

"تو آپ منفریڈ طر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"میں پھر کہوں گا کہ میرے والد جانتے ہوں گے لیکن وہ اب زندہ نہیں ہیں۔ ہاں مسٹر لوینڈروف کو یقیناً یاد ہوگا۔ آپ ان سے مل لیں نا"۔

ٹووا جو مایوس ہونے لگی تھی۔ یہ سن کر خوش ہو گئی۔ "یعنی وہ زندہ ہیں؟"

"جی ہاں اور ہر روز بیئر پینے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ آیئے.... گارڈن میں چل کر دیکھتے ہیں۔ ممکن ہے' وہ آ چکے ہوں"۔

گارڈن میں آ کر ہربری نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "ابھی نہیں آئے۔ تین بجے تک آ جاتے ہیں یعنی دس پندرہ منٹ میں آ جائیں گے۔ آپ یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کر سکتی ہیں۔ بیئر میری طرف سے پیجئے' وہ آئیں گے تو میں انہیں آپ کے پاس لے آؤں گا"۔

"شکریہ ہربری"۔

ٹووا بیئر کے گھونٹ لیتی رہی۔ پندرہ منٹ ہو گئے۔ وہ ڈر رہی تھی کہ لوینڈروف سے ملاقات نہیں ہو گی۔ اسی لمحے فریڈ ہربری ایک بے حد بوڑھے شخص کو اس کی میز پر لے آیا۔ اس نے ان دونوں کا تعارف کرایا پھر ٹووا سے مخاطب ہوا۔ "مس لیون' میں نے ہر لوینڈروف کو آپ کے مقصد کے متعلق بتا دیا ہے۔ آپ باتیں کریں۔ میں اور بیئر بھجواتا ہوں"۔

ٹووا نے بڈھے لوینڈروف کے جھریوں بھرے چہرے کو تاسف سے دیکھا۔ اس کی دھندلائی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اسے گذشتہ روز کی بھی کوئی بات یاد نہیں ہو گی۔ "میں چوتھی دہائی کے مقبول ایکٹس کے بارے میں ایک آرٹیکل لکھ رہی ہوں"۔ بالآخر اس نے بات شروع کی۔ "مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے کئی اچھے ایکٹ اسپانسر کیے تھے"۔

"صرف اچھے نہیں' اپنے عہد کے بہترین ایکٹس"۔ بڈھے لوینڈروف نے تصحیح کی۔

"مجھے ایک مخصوص ایکٹ میں زیادہ دلچسپی ہے' جو بہت زیادہ مقبول ہوا' آپ کو منفریڈ طر یاد ہے.... طر جو ہٹلر کی نقل اتارتا تھا"۔

"آہ طر.... طر۔ وہ یقیناً بہترین فنکار تھا"۔

"میں اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں" ٹووا نے کہا۔ "میرا خیال ہے' وہ ہٹلر کا ڈبل بننے کی صلاحیت رکھتا تھا"۔

اچانک لوینڈروف کی آنکھوں کی دھندلاہٹ دور ہو گئی اور اس کی جگہ چمک نے لے لی۔ "وہ ہٹلر کی کاپی تھا۔ بالکل ہٹلر جیسا اور وہ نقال بھی بہت اچھا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ہٹلر نہیں ہے۔ میرے سامنے جیسے ہی اس نے مظاہرہ کر کے دکھایا' میں نے فوراً ہی اسے بک کر لیا"۔

"اور وہ کامیاب ثابت ہوا؟"

"کامیاب سا کامیاب! ہر رات یہاں لوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ لوگ دور دراز کے علاقوں سے آتے تھے اس کا ایکٹ دیکھنے۔ ان میں ہر طبقے کے لوگ ہوتے تھے۔ طر کے ہاں بڑا تنوع تھا۔ وہ کسی بھی مفروضہ صورت حال میں ہٹلر بن سکتا تھا۔ اس کی چال ڈھال' اس کی آواز' اس کا انداز' اس کا لہجہ.... اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ اتنا اچھا بزنس کبھی نہیں ہوا پھر"۔

"مگر پھر ملر ریٹائرڈ ہوگیا۔ عین اس وقت جب وہ ٹاپ پر تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟" ٹووا نے بڑے میاں کو اکسایا۔

"کیسا ریٹائرمنٹ' کہاں کا ریٹائرمنٹ۔ پورے برلن میں اسی کا چرچا تھا۔ ہاں.... اسے اچانک چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا"۔

"ہٹلر کے گینگ نے۔ ایک رات اس نے ایکٹ ختم کیا تو گسٹاپو کے چار مسٹنڈوں نے اسے دھرلیا۔ انہوں نے اسے کار میں ٹھونسا اور لے گئے۔ یہ ۳۶ء کے موسم بہار کی بات ہے۔ اس کے بعد میں نے کبھی اس کی صورت بھی نہیں دیکھی"۔

ٹووا کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ "لیکن اس کا ہوا کیا؟"

"بس وہ غائب ہوگیا۔ اس کا تذکرہ بھی نہیں سنا کبھی۔ ممکن ہے' اسے اس بدتمیزی پر شوٹ کردیا گیا ہو۔ ممکن ہے' ملک بدر کردیا گیا ہو"۔

اور ممکن ہے' ہٹلر نے اسے اپنا ڈبل بنالیا ہو۔ ٹووا نے دل میں سوچا۔ ایک شخص جو ہر زاویے سے ہٹلر تھا۔ وہ تو بہت قیمتی سمجھا گیا ہوگا۔ اس سے تو بڑے کام لیے جاسکتے تھے۔ "اگر اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا تو امکان ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہوگا؟" اس نے بڑے میاں سے پوچھا۔

"بالکل ممکن ہے۔ وہ جوان آدمی تھا۔ جس وقت وہ اسے اٹھا کر لے گئے' اس وقت اس کی عمر ۳۰ برس بھی نہیں ہوئی تھی"۔

"آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں' جس کے بارے میں یہ امکان ہو کہ وہ اس کے انجام سے واقف ہوگا؟" ٹووا نے ایک اور زاویہ آزمایا۔

"نہیں۔ کوئی نہیں۔ البتہ...." لوینڈ روف ذہن پر زور دے رہا تھا۔ "ہاں... یاد آیا۔ اینالیز راب شاید جانتی ہوں۔ وہ برلن اولمپکس کی فوٹوگرافی کی معاون تھی۔ وہ ہٹلر کو بھی جانتی تھی۔ اس کی عمر ۱۸ سال تھی۔ وہ اکثر میرے کلب میں آتی اور ملر کی پرفارمنس پر ہنستے ہنستے بے حال ہوجاتی۔ ممکن ہے' ہٹلر کو ملر کے بارے میں اس نے بتایا ہو اور ممکن ہے' ہٹلر نے اسے ملر کے انجام کے بارے میں بتایا ہو۔ ہاں.... ایک وہی ایسی ہے' جو شاید ملر کے انجام سے واقف ہو"۔

"اس کا پتا ہے آپ کے پاس؟"

"وہ بہت مقبول ہستی ہے۔ کسی سے بھی پوچھو گی تو اس کا پتا مل جائے گا تمہیں"۔

--------*

"ہاں.... میں جانتی ہوں کہ منفرڈ ملر کا کیا بنا" اینالیز نے کہا۔ "یقین کرو' وہ بہت اچھا پرفارمر تھا"۔

لوینڈ روف نے سچ کہا تھا۔ اینالیز کا پتا معلوم کرنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی تھی اور وہ خوشی انٹرویو دینے پر رضامند ہوگئی تھی۔ جیسے ہی اسے پتا چلا کہ ٹووا کو منفرڈ ملر میں دلچسپی ہے تو اس نے اس اپارٹمنٹ میں' جہاں اس کا پروجیکشن روم تھا' کسی کو فون کیا کہ ۳۶ء کے برلن اولمپکس کی ریلیں تیار رکھے۔ پھر اس نے بڑے پُراسرار انداز میں ٹووا سے کہا تھا کہ وہ اسے اولمپکس کی فلم دکھائے گی۔ اس کے نتیجے میں اب ٹووا اس کے ساتھ پروجیکشن روم میں بیٹھی تھی۔

"جب گسٹاپو والوں نے ملر کو کلب سے اٹھایا تو اس کے بعد ملر کا کیا بنا؟" ٹووا نے پوچھا۔

اینالیز نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیا بننا تھا بھئی' لازمی بات ہے وہ ہٹلر کا ڈبل بن گیا۔ ابھی میں تمہیں دکھاؤں گی"۔

اس سادہ انکشاف نے ٹووا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اینالیز نے ایک بٹن دبایا اور مائیکروفون میں کہا۔ "کیا صورت حال ہے؟"

"پانچ منٹ لگیں گے مادام!"

اینالیز نے کہا۔ "مس لیون' ان پانچ منٹوں میں تمہیں وہ سب کچھ بتاؤں گی جو میں جانتی ہوں۔ منفرڈ ملر کو ہٹلر کا ڈبل میں نے بنوایا تھا۔ میں نے ایک پارٹی میں ہٹلر کو ملر کے بارے میں بتایا تھا۔ میں اس وقت نشے میں تھی لیکن ملر کے بارے میں بات زبان سے نکالتے ہی مجھے احساس ہوگیا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ ممکن ہے' ہٹلر اسے اپنی توہین سمجھے مگر نہیں.... ہٹلر کے چہرے سے بے پناہ دلچسپی ظاہر ہورہی تھی۔

ہٹلر نے کہا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ وہ مجھ سے مشابہ ہے؟ میں نے اس کی دلچسپی محسوس کی نکل گئی۔ میں نے کہا' مائی فیورر' یہ صرف مشابہت نہیں' سمجھ لیں کہ وہ آپ ہیں۔ وہ بالکل آپ جیسا ہے آپ کی۔ یہی قد' یہی صورت' یہی آواز اور لہجہ اور یہی چال ڈھال۔ آپ اسے دیکھ کر محسوس کریں گے کہ آئینے کے سامنے کھڑے ہیں' ہٹلر نے مجھ سے پوچھا کہ ملر کون سے کلب میں پرفارم کرتا ہے۔ میں نے بتادیا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ اگلی بار میں لوینڈ روف کلب گئی تو پتا چلا کہ ملر ریٹائر ہوگیا ہے۔ یہ بات حلق سے نہیں اترتی تھی۔ لوگ اتنی کم عمری میں ریٹائر نہیں ہوتے"۔

"آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اسے گسٹاپو والے لے گئے تھے؟"

"فوراً ہی بعد۔ میں لینی کی اسسٹنٹ تھی۔ تم جانتی ہو کہ لینی نے ۳۶ء کے برلن اولمپکس کی

کوریج کی تھی۔ اولمپکس سے ذرا پہلے میں اور لینی ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ گفتگو برلن تفریحات کی ہو رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے لوینڈروف کلب جانا چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے کہ اب وہاں کلب کا سپر اسٹار منفریڈ ملر پرفارم نہیں کرتا۔ لینی بولی۔ "مجھے معلوم ہے۔ اس لئے کہ اب منفریڈ ملر فیورر کے لیے پرفارم کرتا ہے۔ فیورر نے اسے اپنے پاس بلوا لیا ہے"۔ میں حیران رہ گئی یہ سن کر۔ لینی نے بتایا کہ اب ملر ہٹلر کا ڈبل بن گیا ہے"۔

"آپ کو یقین ہے اس بات کا؟" نووا نے پوچھا۔

"تم خود دیکھ لینا"۔ ایمالیز نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

پروجیکشن روم میں تاریکی ہو گئی۔ "میں تمہیں صرف پہلی دو ریلیں دکھاؤں گی"۔ ایمالیز نے کہا۔ "افتتاحی تقریب میں ہٹلر کو غور سے دیکھتی رہنا"۔

نووا سحرزدہ سی اسکرین کو دیکھے جا رہی تھی۔

"یہ دیکھو۔ یہ آسٹریا کے کھلاڑیوں کا دستہ ہے' جو ہٹلر کو نازی سلیوٹ دے رہا ہے۔ فرانسیسی دستہ ہے۔ انہوں نے بھی تقریباً یہی کیا ہے...." ایمالیز کی کمنٹری جاری تھی۔ "دیکھتی رہو۔ آخر میں امریکی آئیں گے۔ وہ نازی سلیوٹ بھی نہیں کریں گے اور اپنے پرچم کے ستاروں اور پٹیوں کو ہٹلر کی طرف خم بھی نہیں کریں گے۔ تم ہٹلر کو اپنی برہمی چھپانے کی کوشش کرتے دیکھو گی۔ یہ بھی دیکھنا کہ تماشائی کس قدر ناخوش ہیں۔ ہاں.... اب ہٹلر کو دیکھو۔ تم سوچ رہی ہو کہ یہ ہٹلر ہے یا اس کا ڈبل۔ میں تمہیں بتاتی ہوں۔ یہ افتتاحی دن ہے.... اور یہ اصل ہٹلر ہے۔ اس موقع پر وہ خود آیا تھا۔ اس کے خیال میں وہ پروپیگنڈے کا بہت اچھا موقع تھا۔ اولمپکس کے دوران یہ واحد موقع تھا کہ ہٹلر نے بنفس نفیس شرکت کی تھی۔ اس کے باوجود تم فلم میں اسے چار بار دیکھو گی"۔

فلم چلتی رہی اور نووا بڑی توجہ سے دیکھتی رہی۔

ایمالیز نے پھر کمنٹری شروع کر دی۔ "یہ اولمپکس کا دوسرا دن ہے.... مقابلوں کا پہلا دن۔ ہٹلر کو دیکھو.... وہ جرمن شاٹ پٹ چیمپئن دو لکے کو مبارک باد دے رہا ہے' جس نے جرمنی کے لئے پہلا طلائی تمغہ جیتا تھا۔ اور یہ وہ فن لینڈ کے تینوں کھلاڑیوں کو مبارک باد دے رہا ہے' جنہوں نے دس ہزار میٹر کی ریس میں تینوں تمغے جیتے تھے اور یہ.... اور یہ.... دیکھو اس باوقار ہٹلر کو"۔ اس نے ڈرامائی انداز میں توقف کیا۔ "لیکن یہ ہٹلر نہیں' منفریڈ ملر ہے.... ہٹلر کا ڈبل"۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"میں جانتی ہوں۔ دونوں میں فرق بہت معمولی سا تھا.... صرف کان کی بناوٹ کا۔ وہ نہ ہوتا تو میں بھی نہ پہچان پاتی"۔

فلم ختم ہوئی تو گفتگو پھر شروع ہوئی۔ "ہٹلر کے نزدیک اولمپکس میں شرکت وقت کا ضیاع تھا۔ اسے اور بہت کام تھے چنانچہ وہاں اس نے ملر کو بھیج دیا۔ ملر کی پرفارمنس ایسی بے داغ تھی کہ ناظرین میں کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ وہ ہٹلر نہیں ہے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ اہم سیاسی موقعوں اور تقریبات میں ہٹلر نے کبھی ملر کو استعمال نہیں کیا۔ کم اہم تقریبات میں ہی وہ ملر کو بھیجتا تھا"۔

"اس پر یقین کرنا کتنا مشکل ہے"۔

"ٹھیک کہتی ہو۔ اب میں ایک اور بات بتاتی ہوں' جس پر یقین کرنا اور زیادہ مشکل ہو گا۔ حال ہی میں کارسن تھامسن نامی ایک امریکی ایتھلیٹ کی یادداشتیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ ایوا براؤن برلن کے اولمپک ولیج میں امریکی بیس بال ٹیم کے کھلاڑیوں سے ملنے کے لیے آئی تھی"۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟" نووا نے کہا۔ "سنا ہے کہ ہٹلر نے ایوا کو چھپا رکھا تھا"۔

"ہاں' ایسا ہی تھا لیکن ایوا کو ہر امریکی چیز اچھی لگتی تھی۔ فلم "گون وِد دی ونڈ" اس نے کم از کم بارہ مرتبہ دیکھی تھی۔ بیس بال سے اسے عشق تھا۔ وہ لینی کی اولمپکس ڈاکومینٹری میں کمنٹری کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے بیس بال کے کھیل کو پوری طرح سمجھنا چاہتی تھی۔ سو اس نے امریکی بیس بال ٹیم سے برلن میں ایک نمائشی میچ کھیلنے کی فرمائش کی مگر عین موقعے پر ہٹلر نے اسے روک لیا۔ دوسری طرف میچ کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہٹلر نے ایوا کی جگہ ہناوالڈ کو بھیج دیا۔ ایک اور ڈبل! ہنا بھی اداکارہ تھی"۔

"اس ہناوالڈ کا کیا انجام ہوا؟" نووا نے پوچھا۔

"کاش.... مجھے معلوم ہوتا۔ ۱۹۴۰ء سے پہلے ہی وہ جیسے فضا میں تحلیل ہو گئی۔ اس کا کوئی سراغ نہیں ملا"۔

"اور منفریڈ ملر کا انجام؟"

"یہاں بھی میں بے خبر ہوں"۔ ایمالیز نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ ۱۹۴۳ء تک ہٹلر اس سے کام لیتا رہا تھا۔ اس کے بعد جنگ کی صورت حال خراب ہوئی تو ہٹلر کو اپنے جرنیلوں سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ وہ مجھ سے یا لینی سے کیا ملتا"۔

"کوئی ایسا شخص' جو جانتا ہو کہ ملر اب بھی زندہ ہے یا نہیں؟"

"منفریڈ ملر کی فیملی تھی"۔ اینالیزنے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کم از کم اتنا مجھے معلوم ہے کہ اس کا ایک بیٹا تھا۔ چند برس پہلے میں نے جرمن پرفارمرز کے بچوں کے بارے میں ایک اخبار فیچر پڑھا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی اس میں مختصر سی' منفریڈ ملر کا تذکرہ بھی تھا۔ اس میں اس کے بیٹے جوزف ملر کے متعلق لکھا تھا کہ وہ بھی لفت ہنسا میں ائر کنٹرولر ہے۔ جوزف کا بیان تھا.... کاش میں نے اپنے والد کو ان کے کیریئر کے عروج کے دور میں پرفارم کرتے ہوئے دیکھا ہوتا" اس پر میں جذباتی ہو گئی۔ میں نے اولمپکس کی اس فلم کی کاپی منگوائی' جس میں ملر نے ہٹلر کا رول کیا تھا اور میں نے وہ پرنٹ اس نوٹ کے ساتھ جوزف ملر کو پوسٹ کر دیا۔ "اپنے باپ کے فنکارانہ عروج کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس فلم کو دیکھ لو"۔ جوزف بہت خوش ہوا۔ مجھے شکریے کا خط بھی لکھا تھا۔ اس میں اس کا پتا موجود ہے وہ میں تمہیں نکال دیتی ہوں۔ بلکہ نہیں.... میں اسے فون کر کے کہہ دوں گی کہ وہ برشل کیمپنسکی میں تم سے خود رابطہ کرلے"۔

"میں نہیں بتا سکتی کہ میں کس قدر شکر گزار ہوں آپ کی"۔

اینالیزا اسے رخصت کرنے دروازے تک آئی۔ ٹووا نے ہمت کر کے اس سے وہ بات پوچھ ہی لی' جو اس کے لیے خلش بن گئی تھی۔ "آپ کے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ممکن ہے ہٹلر کی جگہ اس کے ڈبل منفریڈ ملر کو فیورر بنا کر جلایا گیا ہو۔ ممکن ہے' وہ ہٹلر کی نہیں' ملر کی لاش ہو"۔

اینالیزبت کی طرح ساکت ہو گئی۔ "کیا تعجب خیز خیال ہے۔ نہیں.... میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا"۔

"تعجب خیز سہی' لیکن یہ ممکن تو ہے؟"

"نہیں...." اینالیز کہتے کہتے رکی پھر اس نے کندھے جھٹک دیئے۔ "ہاں.... ممکن تو کچھ بھی ہو سکتا ہے"۔ وہ ٹووا کو گھورتی رہی۔ "مگر ایک بات ہے۔ ہٹلر بنکر میں نہیں مرا تو پھر اس کا کیا بنا۔ وہ کہاں گیا؟"

--------*

چیف آف پولیس ولف گینگ شمٹ ریسٹورنٹ میں اپنی مخصوص میز پر بیٹھا تھا۔ ایولین اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ شمٹ خاموش تھا۔ ایولین ایک بٹر رول کھا چکی تو شمٹ نے فیصلہ کیا کہ اب ایولین کو وہ سب کچھ بتایا جا سکتا ہے اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور بولا۔ "ایفی.... مجھے تمہیں ایسی نیوز سنانی ہے' جو اچھی نہیں۔ لیکن اتنی بری بھی نہیں"۔

ایولین نے اپنی چائے کی پیالی نیچے رکھ دی۔ "سناؤ ولف گینگ"۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس لڑکی سارہ رحمان کو ماضی میں جھانکنے سے روک دوں گا۔ میں شرمندہ ہوں کہ اس سلسلے میں میری ابتدائی کوشش ناکام ہو گئی ہے"۔

"تم نے اسے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی؟"

"نہیں ایفی۔ میں نے اسے حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی تھی لیکن اتفاقی طور پر ایک رکاوٹ درمیان میں آ گئی۔ میں نے یہ کام ایک تجربہ کار اور مستعد آدمی کو سونپا تھا۔ وہ کیمپنسکی میں سارہ رحمان کے سوئٹ میں گھسنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ وہ اپنا کام کرنے ہی والا تھا کہ احمد جاہ نامی ایک امریکی آرکیٹیکٹ اچانک ہی نازل ہو گیا اور یہ احمد جاہ بہت پھرتیلا اور طاقت ور ثابت ہوا۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ویت نام کی جنگ لڑ چکا ہے اور تربیت یافتہ فوجی ہے۔ میں تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ میرا آدمی پکڑا نہیں گیا۔ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا"۔

"واقعی۔ ورنہ تو بڑی گڑبڑ ہو جاتی"۔

"یوں ہمارا اگلا قدم اور پُرخطر ہو گیا ہے۔ کیونکہ اب وہ لڑکی خبردار ہو چکی ہے اور بہت محتاط رہے گی۔ اب وہ ایک لمحے کے لیے بھی اکیلی نہیں رہے گی۔ احمد جاہ اس کے کمرے میں منتقل ہو گیا ہے"۔

"اوہ واقعی؟"

"ہاں"۔ شمٹ کے لہجے میں نفرت اور حقارت تھی۔ "میرا خیال ہے' وہ دونوں شادی کے بغیر زن و شوہر کی طرح رہ رہے ہیں۔ خیر.... اور ان پنچ نسل کے لوگوں سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ بدکردار کہیں کے"۔

ایولین عجیب سے انداز میں مسکرائی"۔ ولف گینگ' عورتیں ہر نسل کی ایک جیسی ہوتی ہیں"۔ اس نے کہا۔

"کیا مطلب!" شمٹ بڑبڑایا۔

"میں بغیر شادی کے ۷ اسال تک فیورر کے ساتھ رہی تھی۔ ویانا میں ہم دونوں بستر کے رفیق بنے تو ہماری شادی نہیں ہوئی تھی"۔

ولف گینگ شمٹ کے رخسار شرمندگی سے تمتما اٹھے۔ اس نے پُرزور لہجے میں ایولین کا دفاع کیا۔ "ایفی.... مائی گاڈ! یہ موازنہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ تم اور فیورر تو خاص جوڑا تھے۔ لگتا تھا' خدا نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے بنایا ہے۔ تم دونوں تو جرمنی کی تاریخ کے عظیم ترین انسان

تھے"۔

ایولین نے اثبات میں سرہلایا۔ "جب میں پہلی بار اس سے ملی' تبھی سے میرا بھی یہی نقطۂ نظر تھا"۔ اس نے خواب ناک لہجے میں کہا۔ وہ کسی ایسی جگہ پر ماضی کے بارے میں بات بھی نہیں کرتی تھی لیکن اس وقت وہ خود ماضی میں پہنچ گئی تھی۔ "مجھے وہ دن آج بھی یاد ہے' جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ میں نے میونخ میں موٹے ہنرک ہوفمین کی فوٹوگرافی کی دکان میں جاب شروع کی ہی تھی۔ درحقیقت مجھے وہاں جاب کرتے ہوئے صرف چار ہفتے ہوئے تھے مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا باس نیشنل سوشلسٹ پارٹی کا ممبر ہے اور وہاں آنے والے بیشتر گاہک پارٹی کے ممبر ہیں۔ میں اس وقت سیڑھی پر چڑھی اوپر شیلف سے ایک فائل نکالنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ہنرک کا وہ دوست دکان میں آیا۔ مجھے وہ عام سا آدمی لگا لیکن اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی اور مونچھیں مختلف سی اور مضحکہ خیز تھیں۔ وہ سیڑھی کے ایک طرف بیٹھ گیا اور مجھے ندیدے پن سے دیکھنے لگا۔ ہنری نے ہمیں متعارف کرایا لیکن اس کا اصل نام نہیں بتایا۔ اصل نام تو مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ اس کے بعد ہم کئی بار ملے۔ اس کے طور طریقے مہذبانہ تھے۔ وہ بڑی ادا سے سر خم کرتا اور میرے ہاتھ پر بوسہ دیتا"۔ ایولین نے ایک آہ بھری۔ "یہ سب کچھ فوٹوگرافی کی اس دکان میں ہی شروع ہوا تھا"۔

"کیسی رومینٹک کہانی ہے"۔ ولف گینگ شمٹ نے ستائشی لہجے میں کہا۔

چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے ایوا نے نظریں اٹھا کر شمٹ کو دیکھا۔ "ولف گینگ' یاد ہے تم مجھ سے پہلی بار کب ملے تھے؟"

"شاید ۴۰ء کی بات ہے"۔

"نہیں.... ۴۱ء میں برگ ہوف میں ایک دن ایک خادم کوئی ہنگامی خبر لے کر ہمارے کمرے میں گھس آیا"۔ ایولین ہنس دی۔ "ہم دونوں برے حال میں تھے۔ وہ پہلا موقع تھا کہ کسی کو یقینی طور پر ہمارے افیئر کا علم ہوا"۔

ولف گینگ شمٹ اب اپنے اخلاقیات والے جملے کی غلطی پر پچھتا رہا تھا۔ اس نے تلافی کی کوشش کی۔ "بہرکیف تم دونوں نے شادی کر لی تھی بالآخر"۔

"ہاں۔ وہ میری زندگی کا سب سے خوش کن لمحہ تھا"۔ ایولین نے کہا۔ "اور تم سے میری پہلی ملاقات اس سے چار سال پہلے کی بات ہے۔ مجھے یاد ہے۔ تم برگ ہوف میں آئے' اور تمہیں میری حفاظت پر مامور کر دیا گیا"۔

"یہ ضروری تھا۔ تم جنگل میں چہل قدمی کی عادی تھیں۔ فیورر تمہیں بہت چاہتے تھے۔ تمہاری حفاظت کا بہت خیال تھا انہیں"۔

"میں خوش نصیب تھی کہ مجھے تم جیسا دوست ملا۔ ولف گینگ' تم سا دوست میسر نہ ہوتا تو آج میں نہ جانے کس حال میں ہوتی"۔

"ایفی.... تمہارا خیال رکھنا' تمہاری حفاظت کرنا.... یہ وہ عہد ہے' جو میں زندگی کی آخری سانس تک نبھاؤں گا"۔

ایولین کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ "اور اب یہ لڑکی.... یہ خواہ مخواہ ہمارے ماضی کو کرید رہی ہے"۔

"میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں اس سے بھی بچاؤں گا"۔ ولف گینگ نے کہا۔ "لیکن اب یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا' جتنا میں نے سوچا تھا۔ اب وہ احمد جاہ ہر پل لڑکی کے ساتھ رہے گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے اور ساتھی بھی ہیں۔ ایک روسی ہے نکولس کیرخوف۔ ایک امریکی صحافی ہے ٹو والیون۔ وہ نسلاً جرمن یہودی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ تمام لوگ ہمارے محترم ماضی کے لیے خطرہ ہیں۔ اس کو شوقیہ تفتیش کاروں کی ٹیم سمجھ لو۔ اچھا.... سارہ رحمان کا مقصد ہمیں معلوم ہے۔ احمد جاہ تھرڈ ریش کی تعمیرات پر ایک پکچر بک کر رہا ہے۔ کیرخوف کو کہیں سے ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی ایک تصویر مل گئی ہے۔ وہ اس کے اصل ہونے کی حتمی تصدیق چاہتا ہے۔ ٹو والیون ہٹلر کے ڈبل والی تھیوری پر کام کر رہی ہے بظاہر.... اپنی اپنی جگہ تینوں مؤخرالذکر بے ضرر لگتے ہیں لیکن سارہ رحمان سے ان کا اشتراک سب کو خطرناک بنا دیتا ہے"۔

"انہیں فیورر کی وصیت کے بارے میں تو کچھ معلوم نہیں؟"

"نہیں ایفی۔ یہ تو ہمارا راز ہے۔ اس کی تو انہیں ہوا بھی نہیں لگی"۔

ایفی کے چہرے پر پچھتاوے کا تاثر ابھرا۔ "کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا"۔

"کیا مطلب؟"

"میرے ناقدین.... مؤرخین.... ہمیشہ مجھے کم عقل اور کند ذہن قرار دیتے رہے ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ مجھے ملبوسات اور تفریحات کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی...."

"چھوڑو ایفی کن بے وقوفوں کی بات کرتی ہو' انہیں کیا معلوم کہ فیورر کیسے تمہیں اپنے سیاسی نظریات میں شریک کرتے تھے.... تم سے مشورہ لیتے تھے۔ انہوں نے آسٹریا پر فوج کشی سے پہلے تم سے مشورہ کیا تھا اور ۳۸ء میں مسولینی سے کانفرنس کے لیے تمہیں ساتھ لے کر اٹلی گئے

تھے"۔

"اور کاش انہیں معلوم ہوتا کہ آخر میں ہٹلر نے مجھے کتنا بڑا کام سونپا تھا۔ وہ کام' جو اب ہم کر رہے ہیں"۔

"یہ سب کچھ راز ہی رہے گا ایفی۔ جب تک ان کے مقاصد میرے علم میں ہیں' مجھے کوئی پریشانی نہیں اور تمہیں بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"ایک بات بتاؤ ولف گینگ۔ تمہیں ان کے.... اور ان کے مقاصد کے بارے میں اتنا بہت کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

شمٹ مسکرایا۔ "سارہ رحمان پر حملے کے بعد احمد جاہ میرے پاس آیا تھا' اس واقعے کی رپورٹ کرنے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ مس رحمان کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ میں ہوٹل میں اس کے لیے باڈی گارڈز مقرر کروں گا' جو دوسری منزل پر پہنچنے والے ہر راستے پر نظر رکھیں گے۔ میں نے یہ سب کچھ کیا بھی لیکن ایک کام اور کیا۔ میں نے سوئٹ کے سیکیورٹی چیک اپ کے لیے جو ٹیکنیشن بھیجے' انہوں نے لڑکی کے ٹیلی فون کو بگ کر دیا ہے۔ کسی کو شبہ بھی نہیں ہوگا اور اب اس کا پھل ملنا شروع ہو گیا ہے"۔ اس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے ایک زرد باکس نکال کر ایولین کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ سارہ کی پہلے دن کی فون کالز اور اسے کی جانے والی کالز کی ریکارڈنگ ہے۔ گھر پہنچ کر سن لینا۔ فی الحال اس میں کوئی بہت سنسنی خیز بات تو نہیں لیکن یہ تو ابتدا ہے"۔ اس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ "یہ بھی سن لو کہ اس وقت مس رحمان اور احمد جاہ کیر خوف کو وہ عمارت دکھانے لے گئے ہیں' جو کبھی گوئرنگ ائر منسٹری کہلاتی تھی"۔

"کیوں؟ اس کی کیا ضرورت پڑ گئی انہیں؟"

"یہ تو میں بھی نہیں سمجھ سکا لیکن ایفی' یقین کرو' جلد ہی ہمیں معلوم ہو جائے گا"۔ شمٹ نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور اگر کوئی خطرہ پیدا ہوا تو میں بہ آسانی اس کا سدباب کر لوں گا۔ تم بالکل فکر نہ کرو ایفی"۔

ایولین نے سکون کی گہری سانس لی۔ "میں پریشان نہیں ہوں ولف گینگ۔ تم جیسا جاں نثار دوست جو میرے ساتھ ہے"۔ اس نے زرد باکس اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا۔ "میں.... اور میرا شوہر.... ہم دونوں تمہارے شکر گزار ہیں۔ تم جرمنی کے مستقبل کی خاطر جو کچھ کر رہے ہو' وہ نہ صرف ہم پر بلکہ جرمنی پر احسان ہے"۔

------*

اروِن پلیپ کی مرسیڈیز چیک پوائنٹ چارلی سے گزر کر مشرقی برلن میں اپنی منزل کی طرف بہ رہی تھی۔

لیپ زگ اسٹراس میں اس نے گہرے رنگ کی سنگی عمارت سے ایک بلاک پیچھے کار پارک کی۔ اس کے مسافر اترے اور اس سرکاری عمارت کی طرف چل دیے۔ وہ اگرچہ سہ پہر کا وقت تھا لیکن سڑک پر ٹریفک بھی زیادہ نہیں تھا اور فٹ پاتھوں پر چہل پہل بھی کم تھی۔

نکولس کیر خوف کے ہاتھ میں ہٹلر کی پینٹنگ تھی۔ اس نے عمارت کے سامنے پہنچ کر اسٹرکچر کا جائزہ لیا۔ اس کی نظروں نے گراؤنڈ فلور سے چوتھی منزل تک عمارت کے سامنے کے حصے کو ڈالا۔ سارہ' احمد جاہ اور ٹووا بھی اس کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔

"یہ ہے ۴۵ء کی گوئرنگ ائر منسٹری"۔ احمد جاہ نے کہا۔ "تھرڈ ریش کا واحد اسٹرکچر' جو اتحادی بمباری کو جھیل سکا"۔

"اب یہ مشرقی برلن کا ہاؤس آف منسٹرز کہلاتا ہے"۔ سارہ نے بتایا۔

"کیر خوف خاموش رہا۔ وہ عمارت کا ہٹلر کی پینٹنگ سے موازنہ کر رہا تھا۔ پھر وہ ان لوگوں کی طرف مڑا۔ "بے شک ہٹلر نے اس عمارت کو پینٹ کیا تھا"۔

"اب تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا"۔ احمد جاہ نے کہا۔ "اب اطمینان سے نمائش میں رکھ دو۔ اب تم اس کے بارے میں ہر سوال کا جواب دے سکتے ہو"۔

"ہاں۔ اس عمارت کو ۳۵ فیصد نقصان پہنچا تھا"۔ سارہ نے کہا۔ "یعنی ایک تہائی حصے کی بعد میں مرمت کی گئی"۔ اس نے اپنا پرس کھول کر ٹٹولا۔ "گیٹ کی بہتر اور واضح تصویر دیکھنا چاہو تو میرے پاس ہے۔ یہ فوٹوگراف ۳۵ء میں لیا گیا تھا۔ یہ آج ہی آکسفورڈ سے مس پامیلا نے بھیجا ہے۔ یہ بمباری میں نقصان سے پہلے کی تصویر ہے اس عمارت کی"۔ اس نے فوٹو نکال کر کیر خوف کی طرف بڑھا دیا۔

اب کیر خوف عمارت کے گیٹ اور سامنے والے حصے کا موازنہ ۳۵ء کے فوٹوگراف اور ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی تصویر سے کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر ابھر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے سارہ نے ٹووا سے سرگوشی میں کہا۔ "یہ کیر خوف کو کیا ہو گیا...."

کیر خوف نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا اور جیسے پھٹ پڑا۔ "عجیب.... بے حد عجیب!" وہ اشارے سے انہیں قریب بلا رہا تھا۔ "یہ دیکھو.... گیٹ کے پاس دیوار پر سرامک ٹائلوں کا یہ یادگاری نشان ہے۔ اب پینٹنگ دیکھو۔ ہٹلر نے بھی اسے پینٹ کیا ہے لیکن ۳۵ء کے فوٹوگراف

میں یہ موجود نہیں تھا۔ بمباری کے بعد.... امن کے بعد جب عمارت کی مرمت کی گئی' تب یہ نصب کیا گیا"۔

احمد جاہ نے ۳۵ء والا فوٹو گراف ہاتھ میں لے کر موازنہ کیا اور بولا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو"۔

"اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ ہٹلر نے اوریجنل بلڈنگ کو پینٹ نہیں کیا"۔ سارہ تقریباً چلا اٹھی۔ "یعنی ہٹلر نے عمارت کی مرمت کے بعد اسے پینٹ کیا تھا"۔

"لیکن اس کی مرمت.... کب کی گئی؟" کیرخوف کے لہجے میں الجھن تھی۔

"ابھی فون کر کے معلوم کر لیتے ہیں"۔ سارہ نے کہا اور کار کی طرف چل دی۔ مرسیڈیز کے پاس پہنچ کر اس نے پلپ سے کہا۔ "پلپ' مجھے فوری طور پر فون کرنا ہے۔ یہاں قریب کوئی فون بوتھ ہے؟"

"کیفے ایم پلاسٹ کے قریب کئی فون ہیں"۔ پلپ نے کچھ سوچنے کے بعد بتایا۔

"بس تو مجھے وہاں لے چلو"۔

وہ سب کار میں بیٹھ گئے۔ کار مشرقی برلن کی سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ چند منٹ بعد پلپ نے کار پلاسٹ ہوٹل کے سامنے روک دی۔ "کارنر پر اس طرف کیفے ہے"۔ اس نے سارہ کو بتایا۔

"وہاں آپ کو فون بوتھ نظر آجائیں گے"۔

وہ چاروں اترے اور کارنر کی طرف چل دیئے۔ مڑتے ہی انہیں بوتھ نظر آگیا۔ "آپ لوگ ریسٹورنٹ میں بیٹھیں"۔ سارہ نے کہا۔ "میں فون کر کے آتی ہوں"۔

بوتھ میں پہنچ کر سارہ نے اپنی فون ڈائری کھول کر پروفیسر اوٹو بلوباخ کا نمبر نکالا اور رنگ کیا۔ وہ ڈر رہی تھی کہ شاید پروفیسر دفتر میں موجود نہیں ہو گا لیکن چوتھی گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا۔

"ابھی تک تمہاری درخواست کا جواب نہیں آیا ہے"۔ بلوباخ نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔ "مجھے امید ہے کہ شام تک جواب مل جائے گا"۔

"میں منتظر رہوں گی پروفیسر' لیکن اس وقت میں نے ایک اور وجہ سے فون کیا ہے۔ وضاحت بعد میں کروں گی۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ پرانی گوئرنگ ائیر منسٹری کی عمارت جواب ہاؤس آف منسٹریز کہلاتی ہے' اسے بمباری سے کافی نقصان پہنچا تھا لیکن وہ بچ گئی تھی۔ مجھے یہ بتائیں' اس کی مرمت کا کام کب مکمل ہوا تھا"۔

"میں معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ چند منٹ لگیں گے۔ تم اس وقت کہاں ہو؟"

"فون بوتھ میں۔ میں خود دوبارہ رنگ کر لوں گی"۔

"بس تو پانچ منٹ بعد فون کر لینا"۔

ریسیور رکھ کر سارہ باہر نکل آئی اور مضطربانہ انداز میں بوتھ کے قریب ٹہلنے لگی۔ اس نے پانچ منٹ کے بجائے چھ منٹ انتظار کیا۔ پھر اس نے بوتھ میں جا کر دوبارہ بلوباخ کا نمبر ڈائل کیا۔

"سارہ.... مطلوبہ معلومات مل گئی ہیں"۔ بلوباخ نے ریسیور اٹھاتے ہی کہا۔ سارہ کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں۔ "اس عمارت کو ۵۲ء میں مرمت کے بعد استعمال کے قابل بنایا گیا تھا"۔ بلوباخ نے مزید کہا۔

"آپ کو یقین ہے؟"

بلوباخ برا مان گیا۔ "میں تمہیں یقینی معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ یہ عمارت ۳۵ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ ۴۴ء میں اتحادیوں کی بمباری کے نتیجے میں اسے جزوی طور پر نقصان پہنچا۔ ۵۲ء میں اس کے تباہ شدہ حصے کو دوبارہ تعمیر کیا گیا اور عمارت کی مرمت کی گئی"۔

"کچھ اضافے بھی کیے گئے۔ مثلاً سرامک ٹائل کی ایک یادگار بھی دروازے کے ساتھ دیوار پر نصب کی گئی؟" سارہ نے استفسار کیا۔

"یہ تو مجھے یاد نہیں مگر ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے"۔

"بہت بہت شکریہ پروفیسر"۔

سارہ باہر نکلی تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ وہ کیفے کی طرف لپکی۔ ان کی میز کے پاس پہنچ کر اس سے بیٹھا بھی نہیں گیا۔ اس کی کیفیت ہسٹریائی تھی۔ "ناقابل یقین"۔ اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ "گوئرنگ ائیر منسٹری کی مرمت ۵۱ء تک نہیں ہوئی تھی۔ یعنی سرامک ٹائل کی وہ یادگار ۵۲ء میں نصب ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہٹلر نے اسے کیسے پینٹ کر دیا" اتنا کہتے کہتے وہ ہانپ گئی تھی۔ "یعنی ہٹلر نے اسے کم از کم ۵۲ء میں پینٹ کیا ہو گا۔ اور اس کا مطلب ہے...."

"کہ ہٹلر کم از کم ۵۲ء تک یقینی طور پر زندہ تھا"۔ کیرخوف نے اس کی بات اچک لی۔ اس کا چہرہ بھی تمتما اٹھا تھا۔ "اور ممکن ہے کہ وہ ابھی زندہ ہو"۔

--------*

رات ساڑھے آٹھ بجے وہ چاروں کیمپنسکی کے ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ سارہ کے لیے وہ دن خوش قسمتی کا تھا۔ ہوٹل پہنچتے ہی بلوباخ کی کال آئی تھی۔ بلوباخ نے اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی درخواست منظور کر لی گئی ہے اور اسے مجوزہ مقامات پر کھدائی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ "کل سے تمہیں ایک ہفتے کا وقت دیا جا رہا ہے"۔ بلوباخ نے کہا تھا۔ "لیکن میری بھی ایک

درخواست ہے"۔

"جی فرمائیے"۔ سارہ سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"وہاں سے تاریخی یا سیاسی اہمیت کی کوئی چیز ملی.... یا کوئی اہم بات معلوم ہوئی تو تم ہمیں.... مشرقی جرمنی کو بھی اس میں شریک کرو گی"۔

سارہ نے اس سے وعدہ کر لیا۔

اور اب وہ جشن منا رہے تھے۔ انہوں نے سارہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دی تھی۔

"لیکن میں خوف زدہ ہوں"۔ سارہ نے کہا۔

"فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ احمد جاہ نے اسے یقین دلایا۔

"اگر وہاں سے مطلوبہ چیزیں برآمد ہو گئیں تو؟"

"مجھے یقین ہے سارہ! کہ ایسا نہیں ہو گا۔ نہ وہاں سے ہٹلر کی بتیسی ملے گی' نہ اس کا وہ نقشین پتھر والا لاکٹ۔ مجھے یقین ہے کہ تم صحیح راہ پر لگ چکی ہو۔ آج گورنگ ائر منسٹری کے معاملے میں جو کچھ ہوا' وہ اس بات کا یقین دلانے کو بہت کافی ہے"۔

سارہ نے اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے کیرخوف کو دیکھا۔ وہ جذبات کے اظہار کا قائل نہیں تھا لیکن مشرقی برلن میں وہ بھی جذباتی ہو گیا تھا۔ البتہ اب اس کا چہرہ پھر بے تاثر تھا۔ "نکولس' آج جو کچھ معلوم ہوا' اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" سارہ نے پوچھا۔ "اور تمہارا کام مکمل ہو گیا یہاں؟"

کیرخوف چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "نہیں.... مکمل تو نہیں ہوا۔ تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ میرے ذہن پر کیا بوجھ ہے؟"

"پلیز.... بتاؤ نا"۔

"یہ درست ہے کہ ہمیں ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔ اگر میرے پاس موجود پینٹنگ ہٹلر کی بنائی ہوئی ہے تو یہ طے ہے کہ ہٹلر نے ۱۹۴۵ء میں خود کشی نہیں کی تھی۔ یہ نہایت سنسنی خیز اور بے حد اہم بات ہے لیکن سب کچھ اس ایک بات پر منحصر ہے کہ کیا یہ تصویر واقعی ہٹلر ہی کی پینٹ کی ہوئی ہے؟"

"تم تو اس کا تفصیلی معائنہ کر چکے ہو"۔ احمد جاہ نے کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ یہ ہٹلر ہی کا کام ہے"۔

"مجھے اب بھی یقین ہے لیکن آج کی دریافت نے میرے یقین کو کچھ کمزور کر دیا ہے"۔

کیرخوف نے کہا۔ "یہ خیال بہت خوف ناک ہے کہ ہٹلر ۱۹۴۵ء کے بعد بھی برسوں زندہ رہا۔ بلکہ ممکن ہے' آج بھی زندہ ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کہیں چھپ گیا ہو گا اور یہ بھی طے ہے کہ یہ تصویر پینٹ کرنے کے لیے وہ اپنی پناہ گاہ سے نکلا ہو گا۔ اس نے اس عمارت کو دیکھا ہو گا اور اسے پینٹ کیا ہو گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ اس نے یہ خطرہ مول لیا ہو گا۔ اس سے مجھے شک ہوتا ہے کہ ممکن ہے' یہ تصویر اس نے پینٹ نہ کی ہو"۔

"نکولس' یہ بھی ممکن ہے کہ ہٹلر نے اس عمارت کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پینٹ نہ کیا ہو"۔ سارہ نے کہا۔ "ممکن ہے' اس نے عمارت کے فوٹو گراف کی مدد سے اسے پینٹ کیا ہو۔ فوٹو تو اسے کوئی بھی لے جا کر دے سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہٹلر نے فوٹو گرافس کی مدد سے پینٹنگز کی ہیں بلکہ اس کا بیشتر کام ایسا ہی ہے"۔

"یہ درست ہے"۔ کیرخوف نے اعتراف کیا۔ "لیکن میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے یقینی طور پر ثابت کرنا ہو گا کہ یہ ہٹلر کی پینٹنگ ہے"۔

"تمہیں یہ معلوم ہوا کہ پینٹنگ برلن کی کس آرٹ گیلری سے فروخت کی گئی ہے؟" احمد جاہ نے مداخلت کی۔ "ثبوت تم اس گیلری سے طلب کر سکتے ہو"۔

کیرخوف ناخوش نظر آنے لگا۔ "مجھے ابھی تک گیلری کا نام معلوم نہیں ہو سکا ہے"۔ اس نے اعتراف کیا۔ "اس اسٹیوارڈ نے وعدہ کیا تھا کہ رسید مجھے بھجوا دے گا لیکن شاید وہ بھول گیا.... بہرحال' ابھی ایک ہفتہ یہاں رہ کر مزید کوشش کروں گا۔ میرے لیے یہ بات بہت اہم ہے"۔

"کیا کرو گے تم؟"

"اس آرٹ گیلری کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا"۔

"لیکن مغربی برلن میں تو سینکڑوں آرٹ گیلریاں ہیں"۔

"میں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی مدد سے فہرست بنالی ہے۔ بیشتر گیلریوں کو میں چیک کر چکا ہوں۔ خوش قسمتی سے میری تلاش محدود ہو گئی۔ اسٹیوارڈ نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے یہ پینٹنگ وسطی برلن کی کسی آرٹ گیلری سے خریدی تھی۔ وہ گیلری مین ایونیو سے زیادہ دور نہیں تھی"۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ کرفرسٹن ڈیم کے علاقے میں ہو گی"۔ احمد نے کہا۔

"ہاں۔ کل میں یہ پینٹنگ لے کر نکلوں گا اور دکھاتا پھروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ بات بن جائے گی"۔ کیرخوف سارہ کی طرف مڑا۔ "اور اگر میں قائل ہو گیا کہ یہ مسلمہ طور پر ہٹلر کی تخلیق ہے تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ تم ٹھیک راستے پر بڑھ رہی ہو"۔

"میرے لیے بھی اس بات کی بڑی اہمیت ہے"۔ سارہ نے کہا۔ "میری مدد کی ضرورت ہو تو ....."

"نہیں۔ ہم سب کو اپنے اپنے کام کی فکر کرنی ہے۔ یہ کام میں خود ہی کر لوں گا"۔ کیر خوف کی نظریں ٹووا کے چہرے پر آرکیں۔ "اور ٹووا.... تمہاری گاڑی کہاں تک پہنچی؟"

"ارے ہاں ٹووا.... ہمیں اپنے مسائل میں خیال ہی نہیں رہا۔ تم مجھے کچھ بتانا چاہ رہی تھی۔ ابھی بتاؤ گی یا....."

"ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ کوئی راز تو ہے نہیں"۔ ٹووا نے جلدی سے کہا۔ "میں ہٹلر کے ڈبل کے بارے میں چھان بین کر رہی ہوں۔ اگر آپ لوگوں کی تھیوری درست ہے تو یہ بھی طے ہے کہ ہٹلر کا ڈبل تھا۔ اس کے بغیر ہٹلر کے بچ نکلنے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا"۔ وہ مسکرائی۔ "اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ یہ سچ ہے۔ ہٹلر کا ڈبل واقعی موجود تھا"۔

سارہ نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔ "تم یہ ثابت کر سکتی ہو؟"

"یہ ثابت کر چکی ہوں میں۔ سنو...." ٹووا نے ان لوگوں کو پوری تفصیل سنا دی۔ "مجھے منفریڈ ملر کے بیٹے جوزف ملر سے ملنا ہے۔ اس سے شاید اس کے انجام کے متعلق بھی معلوم ہو جائے"۔

سارہ خوش ہوئی لیکن سوچ میں بھی پڑ گئی۔ "تم نے شاندار کام کیا ہے ٹووا لیکن اگر جوزف ملر سے پتا چلا کہ اس کا باپ زندہ ہے تو....."

"تو ہم ہار جائیں گے۔ ڈبل زندہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ لاش ہٹلر ہی کی جلائی گئی تھی"۔ ٹووا نے کہا۔ "اور اگر جوزف نے بتایا کہ اس کا باپ ۴۵ء میں پراسرار طور پر غائب ہو گیا تھا تو ہٹلر کے بچ نکلنے کی تھیوری درست ثابت ہو جائے گی"۔

سارہ نے احمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "اب تم ہمیں زیڈلر سے ملاقات کے بارے میں بتاؤ"۔

احمد نے انہیں زیڈلر سے ملاقات کے بارے میں بتایا۔ "پرسوں میں اسپنڈاو جیل کے امریکی انچارج سے ملوں گا"۔ اس نے آخر میں کہا۔ پھر وہ سارہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "سب سے اہم کام تو تمہارا ہے۔ کل تم فیورر بنکر میں کھدائی شروع کروا رہی ہو۔ سب انتظامات مکمل ہیں نا؟"

"ہاں پروفیسر بلوباخ نے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے پرمٹ تیار ہوں گے.... سیکیورٹی زون میں داخلے اور کھدائی کے اجازت نامے۔ میرے، اردن، پلیپ اور کنسٹرکشن کمپنی کے کارکنوں کے

لیے۔ عملہ چار آدمیوں پر مشتمل ہوگا۔ اینڈریو اوبرساٹ اور تین اس کے ساتھی۔ ہم صبح دس بجے کام شروع کریں گے"۔

--------*

وہ مشرقی برلن میں تھے۔ سارہ کے اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے۔ وہ پلیپ کی مرسیڈیز کی عقبی نشست پر اکیلی بیٹھی تھی۔ گاڑی اس گارڈ ہاؤس کی طرف بڑھ رہی تھی، جس کے ساتھ الیکٹرونک آلات کی مدد سے کھلنے اور بند ہونے والا گیٹ تھا۔ گیٹ کے آگے سیکیورٹی زون شروع ہوتا تھا۔

وہ ایک بار پہلے یہاں آ چکی تھی پھر بھی اسے عدم تحفظ کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ اس وقت پروفیسر بلوباخ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اسے تنہائی کا احساس ہو رہا تھا۔ گیٹ قریب آ گیا تھا، وہاں چھ سات باوردی فوجی کھڑے نظر آ رہے تھے۔ ان کے عقب میں خاردار تاروں کا جنگلا تھا۔ سارہ نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ٹرک کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس میں اوبرساٹ اور اس کے عملے کو اپنے آلات سمیت آنا تھا۔ سارہ کو پریشانی ہونے لگی۔

مرسیڈیز فوجیوں کے قریب رک گئی۔ وہ سب پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے کندھوں سے مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ اردن پلیپ نے اتر کر سارہ کے لیے دروازہ کھولا۔

سارہ اتر رہی تھی کہ اسے کنسٹرکشن کمپنی کا ٹرک آتا دکھائی دیا۔ جلد ہی ٹرک بھی وہیں آ رکا۔ اوبرساٹ اپنے کارکنوں سمیت نیچے اتر آیا۔ "سوری مس رحمان۔ مجھے چیک پوائنٹ چارلی پر چیکنگ میں دیر ہو گئی"۔ اینڈریو اوبرساٹ نے معذرت کی۔ "میرا خیال ہے، ایک بار پھر اسی مرحلے سے گزرنا پڑے گا"۔ اس نے فوجیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شاید"۔ سارہ نے کہا۔ "پہلے میں دیکھ لوں کہ پروفیسر نے ہمارے پرمٹ یہاں بھجوا دیے ہیں یا نہیں"۔

سارہ فوجیوں کی طرف بڑھی۔ گارڈ ہاؤس کے پاس اسے ایک بورڈ نظر آیا۔ اس پر لکھا تھا "وارننگ۔ اس علاقے سے دور رہیں۔ یہ ممنوعہ علاقہ ہے"۔

ایک فوجی جو قد میں اپنے ساتھیوں سے بڑا تھا اور نظر کا چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ آگے بڑھا۔ وہ افسر تھا۔ "فراؤلین سارہ رحمان؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں میں سارہ رحمان ہوں۔ ہمارے پرمٹ آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں"۔

افسر نے اس امر کی تصدیق کرنے کی بجائے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اپنا پاسپورٹ دکھائیں"۔

سارہ نے پاسپورٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

آفیسر نے پاسپورٹ کی تصویر اور پھر سارہ کو دیکھا۔ پھر پاسپورٹ واپس کر کے اس نے پہلا مرسیڈیز میں اور پھر ٹرک میں جھانک کر دیکھا۔ "آپ کے ساتھ پانچ افراد ہیں؟" اس نے سار سے پوچھا۔

"جی ہاں"۔

"سب مغربی جرمنی کے شہری ہیں؟"

"جی ہاں۔ ان کے پاس پاسپورٹ بھی ہیں۔ اگر آپ چاہیں...."

آفیسر نے ہاتھ کے اشارے سے پاسپورٹ کو منع کر دیا۔ "اندر جانے سے پہلے آپ کی گاڑیوں کی تلاشی لی جائے گی"۔

"ضرور"۔

"اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ نیچے اتر آئیں اور تلاشی تک ایک طرف کھڑے رہیں"۔

ہدایت پر عمل کیا گیا اور مرسیڈیز اور ٹرک کی تلاشی کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ سارہ اوبر سالٹ کی طرف بڑھ گئی۔ "اس بار یہ لوگ تفصیلی تلاشی لے رہے ہیں"۔ اوبر سالٹ بڑبڑایا۔

"انہیں تلاش کس چیز کی ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"ہتھیار تلاش کر رہے ہوں گے"۔ اوبر سالٹ نے کہا۔ پھر سرگوشی میں بولا۔ "کون جانے مارٹن بورمین کو ڈھونڈ رہے ہیں"۔

تلاشی کا کام دس منٹ میں مکمل ہوا پھر فوجی اپنی اپنی جگہ جا کھڑے ہوئے۔ آفیسر سارہ کی طرف آیا اور گلابی رنگ کے چھ کارڈ اس کی طرف بڑھائے۔ "یہ چھ افراد کے اجازت نامے ہیں۔ سات دن کے لیے۔ ہر صبح دس بجے آپ لوگ سیکیورٹی زون میں داخل ہوں گے۔ ہر بار آتے اور رخصت ہوتے وقت آپ کی گاڑیوں کی تلاشی لی جائے گی اور آپ لوگ زیادہ سے زیادہ شام پانچ بجے تک اسی گیٹ سے واپس چلے جائیں گے۔ آپ لوگ صرف اسی جگہ تک محدود رہیں گے جس کی آپ کو اجازت دی گئی ہے۔ یعنی ٹیلہ اور اس کے ساتھ کا علاقہ۔ اب آپ جائیں"۔

وہ پھر گاڑیوں میں بیٹھے۔ گیٹ کھول دیا گیا تھا۔ وہ سیکیورٹی زون میں داخل ہو گئے۔

گاڑیاں مدفون بنکر کے سامنے رکیں۔ سارہ مرسیڈیز سے اتری اور گرد و پیش کا جائزہ لینے لگی۔ قریب ترین واچ ٹاور اس مقام سے زیادہ دور نہیں تھا لیکن واچ ٹاور میں کوئی موجود نہیں تھا۔ ٹیلے کے داہنی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر خار دار تاروں کا جنگلا تھا۔

اینڈریو اوبر سالٹ ٹرک سے اتر آیا تھا اور چیخ چیخ کر اپنے عملے کو ہدایات دے رہا تھا۔ وہ لوگ بیلچے، پھاوڑے اور دیگر سامان اتار رہے تھے۔ پھر اوبر سالٹ سارہ کے پاس آیا اور وہ بھی جائزہ لینے لگا۔ "یہ تو کوڑے کا ڈھیر معلوم ہوتا ہے"۔ وہ بولا "یقین نہیں آتا کہ جرمنی کا لیڈر دو تین مہینے اس کوڑے کے نیچے رہا ہو گا۔ ہر دن' ہر رات"۔

"کم از کم ساڑھے تین ماہ کہو"۔ سارہ نے تصحیح کی۔

"اور وہ یہاں گھرے ہوئے چوہے کی موت مر گیا!"

"شاید"۔ سارہ نے بے حد آہستہ کہا۔ پھر پوچھا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ ہمیں کیا تلاش کرنا ہے؟"

"جی ہاں۔ ایک جبڑے کی ہڈی' بتیسی اور ایک نقشین پتھر جس پر فریڈرک دی گریٹ کی شبیہہ تھا"۔

"اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی نکل آئے"۔ سارہ نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم کسی بھی چیز کو نظر انداز نہیں کریں گے"۔ اوبر سالٹ نے کہا۔ "پہلے آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ کھدائی کہاں کرنی ہے اور یہ بھی بتائیں کہ کہاں کتنی گہری کھدائی ہو گی"۔

سارہ نے اپنا پرس کھول کر وہ نقشہ نکالا' جو اس نے ارنسٹ ووجل کی مدد سے تیار کیا تھا۔ اس میں سب کچھ بالکل واضح تھا۔ اس کی مدد سے اس نے اینڈریو اوبر سالٹ کو کام سمجھایا۔ اوبر سالٹ نے ان مقامات پر نشانیاں لگا دیں۔ سارہ نے ٹیلے پر چڑھ کر ایک خاص جگہ کو پاؤں سے چھوا۔ "یہاں.... فیورر بنکر کا نچلا لیول ۵۵ فٹ نیچے ہے اور ایمرجنسی ڈور یہاں تھا"۔ وہ بائیں جانب بڑھی۔ اوبر سالٹ پیچھے پیچھے تھا۔ "سب سے پہلے یہاں کھدائی کرنی ہے۔ یہاں وہ اصلی خندق تھی"۔

"اوبر سالٹ نے اس جگہ کا معائنہ کیا اور بولا۔ "یہ زیادہ گہری تو نہیں معلوم ہوتی"۔

"یہ نہ بھولو کہ چالیس برس گزر چکے ہیں اور روسیوں نے بلڈوزر بھی استعمال کیے ہیں۔ کون جانے' کتنی مٹی پڑ چکی ہو اس پر۔ میرا خیال ہے' اب وہ پہلے کے مقابلے میں کئی فٹ نیچے ہو گی"۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم اسے پاتال تک بھی تلاش کر سکتے ہیں"۔ اوبر سالٹ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور انہیں احکامات دینے شروع کر دیے۔ اس نے جوتے کی نوک سے نرم مٹی پر خندق کی آؤٹ لائن بنائی اور گہرائی کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے کھدائی شروع

کرنے کا حکم دیا۔

کام شروع ہو گیا۔ سارہ نے اوبر سات سے کہا۔ "اب میں تمہیں اس گڑھے کا مقام دکھا
ہوں' جس میں ہٹلر اور ایوا کو دفن کیا گیا تھا۔ یہاں سے تین میٹر دور" اس نے نقشے میں دیکھ
ہوئے کہا اور اس طرف بڑھ گئی۔ "یہ ہے وہ جگہ۔ ہٹلر اور ایوا کی باقیات کینوس میں لپیٹ کر یہا
لائی گئیں۔ یہاں انہیں دبا دیا گیا۔ پھر روسیوں نے انہیں نکالا اور انہیں ہٹلر اور ایوا براؤن'
باقیات کی حیثیت سے شناخت کیا"۔

"لیکن آپ کو یقین نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کی باقیات تھیں؟"

"میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ درست تھے یا ان سے غلطی سرزد ہوئی تھی۔ مجھے امید ہے'
یہ کھدائی اس بات کا فیصلہ کر دے گی"۔ سارہ نے کہا۔ "ہاں یہ بتاؤ' تمہارے آدمیوں کو بھی معلو
ہے کہ انہیں کس چیز کی تلاش ہے؟"

"انہیں ہدایت دی گئی ہے کہ انہیں سب کچھ چھلنیوں سے چھاننا ہے۔ آپ بے فکر رہیں
کچھ بھی ملے گا تو آپ کو بتایا جائے گا۔ اس کی اہمیت کا تعین آپ کریں گی"۔

--------*

ٹووا لیون ڈائننگ روم میں جوزف طر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ جوزف کی بیوی کھانے کی
سے برتن اٹھا رہی تھی۔ ٹووا جوزف کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ اس میں منفریڈ طر'
شباہت تلاش کر رہی تھی۔ منفریڈ طر' جو ہٹلر کا ڈبل تھا لیکن جوزف طر میں باپ کی شباہت نہیں
تھی۔ ہوتی تو وہ کسی حد تک تو ہٹلر جیسا لگتا۔ جوزف طر تو عام سا آدمی تھا۔

ٹووا کو جوزف سے اینالیز نے ملوایا تھا۔ ٹووا نے جوزف سے اپنا تعارف واشنگٹن پوسٹ'
رپورٹر کی حیثیت سے کرایا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ منفریڈ طر کے ہٹلر ایکٹ پر آرٹیکل لکھ رہ
ہے۔ جوزف اس پر خوش نظر آیا تھا۔

اب ناشتے کے بعد وہ دونوں اکیلے تھے۔ ان کے سامنے کافی کی پیالیاں رکھی تھیں۔ باہر ہ
ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ ناشتے سے پہلے جوزف اپنے باپ کے نائٹ کلب کیریئر کے متعل
چند سوالوں کے جواب دے چکا تھا۔ اس نے باپ کی پرفارمنس سے متعلق اخباری تبصروں
تراشوں کی فائل بھی ٹووا کو دکھائی تھی۔ اس رات کا تذکرہ بھی ہو چکا تھا' جب گستاپو کے بھیڑیے
منفریڈ طر کو لوینڈ روف کلب سے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

"ہماری فیملی کے لیے وہ لمحہ ہمیشہ تاریخی اور یادگار رہا"۔ جوزف نے اعتراف کیا۔"

والد کو ہٹلر سے ملوانے لے گئے تھے"۔

"اس لیے کہ ہٹلر کو اپنے لیے ایک ڈبل کی ضرورت تھی"۔ ٹووا نے کہا۔ "اس کا ثبوت
کو برلن اور راو لپکس کی اس فلم سے مل چکا ہے' جو اینالیز راب نے آپ کو بھجوائی تھی"۔

"اس سے پہلے مجھے یقین نہیں تھا اس بات کا۔ میں یہ جانتا تھا کہ میرے والد ہٹلر کے لیے
ادھر کے کام کرتے ہیں۔ کس نوعیت کے کام' یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ میرے والد نے بھی
سلسلے میں کچھ نہیں بتایا اور پھر یہ بھی ہے کہ میں کم عمر تھا۔ جنگ ختم ہوئی تو میں بس سات آٹھ
کا تھا۔ مجھے سیاست کا کچھ پتا ہی نہیں تھا"۔

یہ تھی ناشتے سے پہلے کی گفتگو۔ ناشتے کے بعد ٹووا نے اور طرح کا اسٹارٹ لیا۔ "یہ طے ہے
۳۶ء میں تمہارے والد نے ہٹلر کی حیثیت سے اولپکس دیکھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بعد
یہ سلسلہ جاری رہا؟"

جوزف طر نے پہلو بدلا۔ "مجھے ہمیشہ یہی شک رہا کہ پاپا اس کے بعد بھی ہٹلر کے ڈبل کی
یت سے کام کرتے رہے"۔

"لیکن آپ یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے؟"

"نہیں۔ لیکن اولپکس کی فلم بھی یہی ثابت کرتی ہے"۔

"۳۶ء اور ۳۹ء کے درمیان آپ کے والد کیا کرتے تھے؟ کیا انہوں نے دوبارہ اداکاری
شروع کر دی؟"

"نہیں۔ میری بڑی بہن بتاتی تھی کہ وہ زیادہ تر گھر میں ہی رہتے تھے۔ جیسے کسی کے منتظر
ہمارے گھر میں خوش حالی تھی۔ میرا خیال ہے' انہیں ہٹلر سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ اور وہ
معقول تنخواہ ہو گی۔ اس کا اندازہ خوش حالی سے ہوتا ہے۔ تاہم بعد میں.... میرا خیال ہے'
کے دوران پاپا بکثرت گھر سے باہر جانے لگے۔ کبھی وہ کئی کئی دن غائب رہتے۔ میری بہنیں
ممی سے پوچھتی رہتی تھیں کہ پاپا کہاں ہیں۔ ممی کہتیں کہ وہ سرکاری ملازم ہیں اور ہٹلر کے
خاص خدمات انجام دیتے ہیں۔ وہ یہ تاثر دیتی تھیں کہ جیسے پاپا ہٹلر کے خاص قاصد ہیں لیکن
کی اداکارانہ صلاحیتوں کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ پاپا ہٹلر کا ڈبل ہیں"۔

"لیکن آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں؟"

"نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جنگ زور پکڑ گئی تو پاپا زیادہ تر گھر سے دور رہنے لگے۔ وہ
طویل عرصہ غائب رہتے۔ اس عرصے میں گھر وہ بس چند ایک بار ہی آئے۔ رفتہ رفتہ وہ کم سخن ہو

گئے تھے۔ آخری بار وہ گھر آئے تو میں آٹھ سال کا تھا شاید۔ یہ جنگ ختم ہونے سے چند ماہ پہلے بات ہے۔ وہ مجھے، ممی اور بہنوں کو کسی محفوظ مقام پر لے جانے کے لیے آئے تھے۔ انہوں نے ہمیں اوبر سالزبرگ شفٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ان کا ارادہ ہمارے ساتھ ہی جانے کا تھا لیکن ایک روز جرمن خفیہ پولیس گسٹاپو کے چار ایجنٹ آئے اور انہیں پھر اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ ہٹلر کا حکم تھا۔ اُس کے بعد میں نے کبھی پاپا کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ اوبر سالزبرگ نہ پہنچے۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں کہ ان کا کیا ہوا؟"

ٹووا کے لیے اپنا ہیجان چھپانا دشوار ہو گیا۔ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو تاریخ یاد ہے، جب آپ کے والد کو گسٹاپو والے آخری بار لے کر گئے تھے؟"

"تاریخ تو مجھے نہیں یاد لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپریل ۴۵ء کے آخری دن تھے۔ ان کے جانے کے کوئی ایک ہفتے کے اندر جنگ ختم ہو گئی لیکن پاپا کبھی واپس نہیں آئے نہ کسی سے ان کے متعلق کچھ معلوم ہوا"۔

ٹووا سر ہلانے لگی۔ ٹائمنگ بالکل پرفیکٹ تھی۔ ساری کڑیاں ملتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے والد کو فیورر بنکر لے جایا گیا ہو اور وہ وہاں آخر تک ہٹلر کے ساتھ رہے ہوں"۔

جوزف ملر حیران نظر آنے لگا۔ "میرے پاپا اور ہٹلر.... بنکر میں۔ نہیں۔ میرے خیال میں ممکن نہیں۔ ایک وقت میں دو ہٹلر کیسے سامنے رہ سکتے تھے۔ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"

ٹووا سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ تمہارے والد کو ہٹلر کی حیثیت سے سامنے لایا گیا ہو اور خودکشی پر مجبور کیا گیا ہو تاکہ اصل ہٹلر فرار ہو جائے اور محفوظ رہے"۔

جوزف ملر سکتے کی سی کیفیت میں بیٹھا رہ گیا۔ "یہ کیسے۔ کیسے ممکن ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتی یہ بات"۔

"کچھ لوگ ہیں، جو یہی سمجھتے ہیں"۔

"کیا واقعی.... آپ کے خیال میں یہ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو؟"

"ممکن تو ہے لیکن میں ثابت نہیں کر سکتی"۔

جوزف ملر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بڑبڑایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے، تم یہ کبھی ثابت نہیں کر سکتیں۔ میں نے ہٹلر کی کئی سوانح پڑھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کئی ہفتے پہلے سے اس بنکر میں موجود تھا اور وہ بنکر سے نکلا ہی نہیں۔ لہٰذا میرے پاپا بنکر میں داخل ہوتے تو یہ بات عام ہو جاتی۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"۔

"آپ کو یقین ہے کہ آخری ہفتے میں ہٹلر بنکر سے ایک بار بھی نہیں نکلا؟"

"میں یقین سے کیسے کہہ سکتا ہوں۔ یہ بات آپ کسی ایس ایس گارڈ سے پوچھیں، جس کی آخری دس دنوں میں بنکر کے دروازے پر ڈیوٹی رہی ہو۔ تبھی آپ اپنی تھیوری ثابت کر سکتی ہیں"۔

"یہ میرے لیے ناممکن نہیں"۔ ٹووا نے کہا۔

"تو پھر آپ معلوم کر سکتی ہیں کہ ہٹلر کا کیا حشر ہوا.... اور.... اور میرے پاپا کا کیا انجام ہوا۔ وش یو گڈ لک"

------*

کیمپنسکی ہوٹل پہنچتے ہی ٹووا نے دوسری منزل کا رخ کیا اور سارہ کے سوئٹ کے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں میں دروازہ کھل گیا۔ "میں تو ڈر رہی تھی کہ آپ مشرقی برلن روانہ ہو چکی ہوں گی بنکر میں کھدائی کے لیے"۔ ٹووا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"بس۔ جانے والی ہوں"۔ سارہ نے رین کوٹ کے بٹن لگاتے ہوئے کہا۔ وہ کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی اور نیچے بارش سے بھیگی سڑک کو دیکھنے لگی۔ پھر وہ پلٹی۔ "کیا بات ہے ٹووا۔ تم پریشان لگ رہی ہو۔ خیریت تو ہے؟"

"مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی مدد کر سکتی ہیں۔ ذرا دیر رک سکیں گی آپ؟"

"کیوں نہیں۔ پہلے سکون سے بیٹھ جاؤ"۔

دونوں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ٹووا نے کہا۔ "میں اس وقت جوزف ملر سے مل کر آ رہی ہوں"۔

سارہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "کون جوزف؟"

"ہٹلر کے ڈبل منفریڈ ملر کا بیٹا"۔

"ہاں، یاد آ گیا۔ دراصل میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا ہے۔ ہاں.... تو کیا نتیجہ نکلا ملاقات کا۔ کچھ پتا چلا اس کے باپ کا؟"

"بس وہ اتنا جانتا ہے کہ گسٹاپو والے اس کے باپ کو لے گئے تھے.... اس عرصے میں، جسے تاریخ ہٹلر کی زندگی کا آخری ہفتہ قرار دیتی ہے"۔

"اور ہٹلر اس سے پہلے ہی سے بنکر میں موجود تھا"۔ سارہ نے معترضانہ انداز میں کہا۔

"یہی تو مسئلہ ہے۔ اگر اصلی ہٹلر تمام عرصے بنکر میں موجود رہا۔ نہ وہاں سے نکلا' نہ واپس آیا اور اس کے باوجود ہٹلر کو بنکر میں داخل ہوتے دیکھا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک اور ہٹلر بنکر میں اصلی ہٹلر کے ساتھ یکجا ہو گیا تھا۔ یوں تمہارا مسئلہ آسان ہو جائے گا"۔ ٹووا نے ڈرامائی توقف کیا پھر بولی۔ "ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے' جس نے ہٹلر کو بنکر میں داخل ہوتے دیکھا جب کہ ایک ہٹلر بنکر میں بھی موجود ہو۔ بنکر کے دروازے پر ڈیوٹی دینے والا کوئی ایس ایس گارڈ ہماری مدد کر سکتا ہے اور آپ نے ایک بار ایسے ایک گارڈ کا تذکرہ کیا تھا"۔

"ہاں۔ ارنسٹ وو جل۔ اس کی ڈیوٹی بنکر کے دروازے پر تھی"۔ سارہ نے کہا۔

"میں اس سے مل سکتی ہوں؟" ٹووا بولی۔ "اس کو فون کر کے میرے لیے وقت لے لو"۔

سارہ پہلے ہی فون کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنی ڈائری سے وو جل کا فون نمبر نکالا اور ڈائل کیا۔ "ہیلو ہر وو جل۔ میں سارہ رحمان بول رہی ہوں"۔

ٹووا جلدی سے سارہ کے قریب چلی گئی۔

"آپ سے ایک بات پوچھنی ہے ہر وو جل" سارہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہی تھی۔ "آپ بتا سکتے ہیں کہ ہٹلر کتنے عرصے پہلے سے بنکر میں مقیم تھا؟"

"ذرا زور سے بولو"۔ دوسری طرف سے وو جل نے کہا۔

سارہ نے اپنی بات دہرائی۔

"ہٹلر ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء کو بنکر میں داخل ہوا تھا"۔

"ایک بات اور۔ وجہ چہل قدمی ہو یا کچھ اور..... یہ بتائیں کہ ہٹلر کو آخری بار بنکر سے نکلتے کب دیکھا گیا اور آخری بار بنکر میں داخل ہوتے اسے کب دیکھا گیا؟"

"کیا اچھا سوال ہے لیکن اس کا جواب دینا کچھ دشوار نہیں۔ ایوا براؤن آخری بار چہل قدمی کے لیے ۱۹ اپریل کو باہر نکلی لیکن باہر خطرات بڑھ گئے تھے چنانچہ وہ جلد ہی واپس آ گئی اور اس کے بعد کبھی باہر نہیں نکلی۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ وہ شیئر گارٹن کے جنگل میں جایا کرتی تھی"۔

"میں اڈولف ہٹلر کے بارے میں پوچھ رہی ہوں ہر وو جل" سارہ نے بلند آواز میں کہا۔ "آخری بار کب ایسا ہوا کہ وہ بنکر سے باہر جانے کے بعد واپس آیا ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہٹلر اپنے کتے بلونڈی کو ٹہلانے کے لیے رات کے وقت باہر لے جاتا تھا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۴۵ء کو وہ سرنگ کے ذریعے بنکر سے نئی چانسلری میں گیا' جہاں کورٹ آف آنر میں اس کی ۵۶ ویں سالگرہ کے موقع پر استقبالیہ دیا گیا تھا۔ نیوز ریل کیمروں نے اس کی موجودگی کو سیلولائیڈ پر منتقل کیا۔ وہ بنکر کے پہلو میں واقع گارڈن میں آیا' جہاں اس نے ہٹلر یوتھ کے بیس یتیم اراکین کو ان کے ہیروازم پر تمغے دیئے۔ اس کے بعد وہ بنکر میں واپس چلا گیا پھر وہ بنکر سے نہیں نکلا۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے۔ آپ یہ بتائیں ہر وو جل کہ کیا یہ درست ہے؟" اب وہ کشیدہ اعصاب کی ساتھ وو جل کے جواب کی منتظر تھی۔

"سب غلطی پر ہیں۔ اگر کتابیں یہ بتاتی ہیں تو وہ بھی غلط ہیں"۔ وو جل نے کہا۔ "آپ نے کہا کہ ۲۰ اپریل کو ہٹلر آخری بار بنکر سے نکلا اور واپس آ گیا تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں نے خود اس کے بعد فیورر کو ایک عورت کے ساتھ بنکر واپس آتے دیکھا۔ شاید وہ اس کی سیکرٹریوں میں سے ایک تھی۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ ۲۸ اپریل کی رات تھی"۔

سارہ نے معنی خیز نظروں سے ٹووا کو دیکھا' جو ریسیور سے کان لگائے ہوئے تھی۔ "ہر وو جل' میرے ذرائع کا کہنا ہے کہ ہٹلر کو اپنے زندگی کے آخری دس دنوں کے دوران بنکر سے نکلتے نہیں دیکھا گیا۔ جب کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ مرنے سے صرف دو دن پہلے بنکر سے نکلا بھی اور واپس بھی آیا تھا"۔ سارہ نے یہ نئے زاویے سے حملہ کیا تھا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں خود اس وقت بنکر کے دروازے پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ ہٹلر کہیں سے آیا تھا' ممکن ہے' چہل قدمی کر کے واپس آ رہا ہو۔ اس وقت رات بہت ہو چکی تھی۔ نیچے بنکر میں سب لوگ سو چکے تھے۔ شاید اس لیے کسی کو اس بات کا علم نہیں ہوا۔ میں نے فیورر کو سلیوٹ کیا تھا۔ اس نے غائب دماغی سے ہاتھ کے اشارے سے میرے سلیوٹ کا جواب دیا اور اندر چلا گیا"۔

"مرنے سے دو دن پہلے! ہر وو جل' آپ نے میری بات کا واضح جواب نہیں دیا۔ یہ بتائیں کہ آپ نے اس روز ہٹلر کو بنکر سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا۔ ہٹلر کی واپسی سے ذرا پہلے ہی میری ڈیوٹی شروع ہوئی تھی۔ اس سے پہلے میں ڈیوٹی پر نہیں تھا"۔

"یعنی آپ نے اسے بنکر سے جاتے ہوئے نہیں' واپس آتے ہوئے دیکھا۔ ہر وو جل' آپ کو یقین ہے کہ وہ ہٹلر ہی تھا؟" سارہ نے پوچھا۔

"ایسا یقین ہے' جیسا اپنے ارنسٹ وو جل ہونے کا ہے۔ یقین کرو فراؤلین رحمان' وہ ہٹلر ہی تھا۔ میں اپنا ہر لفظ ثابت کر سکتا ہوں۔ میں نے بنکر میں اہم لوگوں کی آمد و رفت کا ریکارڈ رکھا تھا۔

اس میں درست وقت بھی درج کرتا رہا تھا۔ اگر آپ کو شک ہے تو آ کر میرا ریکارڈ خود دیکھ لیں۔ ریکارڈ میرے اسٹور روم میں فاضل کتابوں کے ساتھ موجود ہے.... میرے بیسمنٹ میں۔ اگر آپ مجھے دو گھنٹے کی مہلت دیں تو میں وہ لاگ بک آپ کو دکھا سکتا ہوں"۔

سارہ کو اب بالکل شک نہیں رہا تھا۔ تاہم اس نے کہا۔ "شکریہ ہر ووجل۔ میں دو گھنٹے بعد آ رہی ہوں"۔

ریسیور رکھ کر سارہ نے ٹووا کو دیکھا اور مسکرائی۔ "اب تم بتاؤ۔ ہٹلر کی مفروضہ موت سے دو دن پہلے بنکر میں کون داخل ہوا ہو گا؟"

"منفریڈ ملر کے سوا کون ہو سکتا ہے"۔ ٹووا بھی مسکرائی۔

--------*

احمد جاہ نے اسپینڈاؤ جیل فون کر کے امریکی انچارج میجر جارج ایلفورڈ سے بات کی تھی۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد اس نے اپنا مقصد بیان کیا تھا۔

"ہمارے پاس قیدیوں کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے"۔ میجر نے کہا۔

"میرے پاس اس بلیو پرنٹ کے سلسلے میں اس کے مالک کا اجازت نامہ موجود ہے۔ اسپیئر کو بلیو پرنٹ زیڈ لر نے مستعار دیا تھا۔ آپ چاہیں تو روڈی زیڈ لر سے فون پر تصدیق کر لیں"۔

"روڈی زیڈ لر پہلے ہی اس سلسلے میں مجھے فون کر چکا ہے"۔ میجر ایلفورڈ نے کہا۔

"اس کے علاوہ میں تم سے ملنا بھی چاہتا ہوں"۔ احمد جاہ نے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"بالمشافہ گفتگو بہتر رہے گی"۔ احمد نے کہا۔

"تو آج ساڑھے گیارہ بجے کا وقت مناسب رہے گا؟" میجر نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا"۔

ریسیور رکھ کر احمد جاہ سارہ کی طرف متوجہ ہوا' جو جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ "کاش مجھے اسپینڈاؤ جیل کے متعلق معقول معلومات حاصل ہوتیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ نیورمبرگ کی عدالت سے جو سات ٹاپ کے نازی سزائے موت سے بچ نکلے تھے' انہوں نے سزائے قید مغربی برلن کی اس جیل میں گزاری تھی۔ ان کی سزا جولائی ۴۷ء سے شروع ہوئی تھی۔ سچ بتاؤں' مجھے مکمل معلومات کے بغیر کہیں جانا اچھا نہیں لگتا"۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں"۔ سارہ نے کہا۔ "تم مورجن پوسٹ دفتر جا کر میرے دوست رپورٹر پیٹر سے مل لو۔ وہ تمہیں اسپینڈاؤ کے متعلق معلومات فراہم کر دے گا"۔

سو احمد جاہ نے یہی کیا۔ پیٹر نے اس کے ساتھ پورا تعاون کیا اور اسے اسپینڈاؤ جیل پر ایک ضخیم فائل تھما دی۔ احمد جاہ کے پاس کافی وقت تھا۔ وہ اطمینان سے فائل کا مطالعہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میجر ایلفورڈ سے ملاقات کا وقت قریب آ گیا۔

اور اب وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر مغربی جرمنی کے نواحی علاقے میں واقع برٹش سیکٹر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی منزل عجیب ترین جیلوں میں سے ایک.... اسپینڈاؤ جیل تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ ذہن میں ان تفصیلات کو دہراتا رہا' جو اسے فائل سے حاصل ہوئی تھیں۔

اسپینڈاؤ ایک قدیم جیل تھی' جسے ۱۸۸۱ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ نازیوں کے عہد میں ۳۳ء میں اس کا نام ریڈ کیسل پڑ گیا۔ جلد ہی یہ جیل سیاسی قیدیوں کی آماجگاہ بن گئی۔ عقوبتی کیمپوں میں بھیجے

جانے سے پہلے قیدیوں کو یہاں رکھا جاتا تھا۔ جیل میں ۱۳۲ کوٹھریاں تھیں‘ ۱۳۲ قیدیوں کے لیے لیکن جس وقت اتحادیوں نے اس کا چارج سنبھالا‘ اس میں ۶۰۰ قیدی ٹھنسے ہوئے تھے۔ انہیں نکالا گیا اور سیکیورٹی کے انتظامات سخت کیے گئے۔ تب سات جنگی مجرموں کو وہاں لایا گیا۔

جیل کا کنٹرول ابتدا ہی سے چاروں طاقتوں کے پاس تھا۔ بورڈ کے چار ڈائریکٹرز تھے.... ایک امریکی‘ ایک برطانوی‘ ایک فرانسیسی اور ایک روسی تھا۔ وہ چاروں ہر ہفتے ملاقات کرتے اور مل کر جیل کا انتظام چلاتے۔ جیل کے اندر چاروں طاقتوں کے مستقل گارڈز تھے۔ باہر والے گارڈز کی تعداد ۱۲۰ تھی۔ چاروں ملکوں کے ۳۰‘ ۳۰ گارڈز تھے۔

۱۸ جولائی ۴۷ء کو ساتوں جنگی مجرموں کو اسپینڈاؤ لایا گیا۔ احمد جاہ نے ان کے نام یاد کرنے کی کوشش کی.... رڈولف ہیس‘ جو ہٹلر کا سیکنڈ ڈپٹی تھا۔ البرٹ اسپیئر ہٹلر کا ذاتی آرکیٹیکٹ‘ ایرک ریڈر نازی ایڈمرل تھا۔ کارل ڈونٹز نازی نیوی کا سربراہ اور ہٹلر کی موت کے بعد شکست خوردہ جرمنی کا حکمراں‘ ریش بینک کا سربراہ والٹر فنک۔ ہٹلر یوتھ کا لیڈر بالڈر وان شیراک اور ایک زمانے کا نازی وزیر خارجہ وان نیورتھ۔

سب سے پہلے ریڈر‘ فنک اور وان نیورتھ رہا ہوئے۔ سزا پوری ہونے سے پہلے۔ اس لیے کہ ان کی عمریں زیادہ تھیں اور ذہنی توازن ٹھیک نہیں رہا تھا۔ پھر کارل ڈونٹز اپنی دس سال کی سزا کاٹ کر رہا ہوا۔ اس کے بعد اسپیئر اور وان شیراک کی ۲۰ سال کی سزائیں پوری ہوئیں۔ ایک قیدی رہ گیا.... رڈولف ہیس۔ اسے عمر قید سنائی گئی تھی ۹۱ سالہ نازی لیڈر کی وجہ سے جیل کا چار طاقتی نظام جوں کا توں رکھنا پڑا۔

ٹیکسی تنگ سڑک پر مڑی اور ۲۳‘ ولیم اسٹراس کے سامنے رک گئی۔ وہ اسپینڈاؤ جیل کی عمارت تھی۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنے کے بعد احمد جاہ نے عمارت کا جائزہ لیا۔ بارش رک گئی تھی اور جیل کی دیواریں دھلی دھلی لگ رہی تھیں۔

کمپاؤنڈ‘ سرخ اینٹوں کی اونچی دیواروں اور خاردار تاروں کی باڑھ سے گھرا تھا۔ ڈبل گیٹ ناقابل تسخیر لگتا تھا۔ اندر واچ ٹاورز تھے‘ جن میں مسلح گارڈ موجود تھے۔ ان کے پاس بہت بڑی اسپاٹ لائٹس بھی تھیں۔ جنگلے کے پاس ایک بورڈ تھا‘ جس پر لکھا تھا۔ ”وارننگ۔ خطرہ۔ قریب نہ آئیں۔ گارڈز کو گولی چلانے کی ہدایت ہے“۔

ایک منزلہ سنتری ہاؤس کے عقب میں جیل کی تین منزلہ عمارت تھی۔

احمد جاہ فٹ پاتھ کراس کر کے مین گیٹ پر پہنچا اور بزر دبایا۔ گیٹ میں ایک کھڑکی کھلی۔ احمد نے اپنا نام اور آمد کا مقصد بتایا۔ چند سیکنڈ کے بعد گیٹ کا شکمی دروازہ کھولا گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک وارڈن اور دو مسلح امریکی سپاہی اس کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے اس سے شناخت کا مطالبہ کیا۔ اس نے پاسپورٹ نکال کر انہیں دیا۔ تب اس کی تلاشی لی گئی پھر اسے ایک سپاہی کے ساتھ میجر ہلفورڈ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

وہ صحن عبور کر کے جیل کی ایڈمنسٹریشن بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ سپاہی نے بائیں جانب گھومتے ہوئے اشارہ کیا۔ ”وہ جیل کے ڈائریکٹر کا آفس ہے جناب“۔

احمد جاہ نے دروازے پر دستک دی۔ اجازت ملنے پر وہ اندر چلا گیا۔ وہ سادہ سا کمرا تھا۔ میجر ہلفورڈ نے گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”مجھے حیرت ہے“ احمد نے کہا۔ ”یہاں حفاظتی انتظامات اب بھی اتنے سخت ہیں“۔

میجر نے کندھے جھٹک دیئے۔ ”حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ ۴۷ء کی بات اور تھی۔ ساتوں مجرم بہت اہم تھے..... اور اس وقت ہٹلر کے پرستار بھی کم نہیں تھے۔ آئے دن دھمکیاں ملتی تھیں کہ قیدیوں کو رہا کرا لیا جائے گا مگر اب یہ بے جواز ہے“۔ اس نے پھر کندھے جھٹک دیئے۔

”اب تو یہاں صرف ہیس رہ گیا ہے“۔

”ہاں‘ ڈپٹی فیورر ہیس۔ ۹۱ سالہ ناکارہ ہیس۔ اب اسے بس ایک علامت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تم سناؤ‘ میرا خیال ہے‘ تمہیں ہیس میں ہی دلچسپی ہے“۔

”نہیں۔ مجھے بنکر کے نقشے کی تلاش ہے اور ممکن ہے‘ وہ اس کے پاس ہو۔ میں وعدے کے مطابق اب آپ کو سب کچھ بتاؤں گا مگر اختصار کے ساتھ۔ شاید آپ میری مدد کر سکیں“۔

میجر ہلفورڈ دانتوں سے سگار کا سرا کاٹ رہا تھا۔ ”میں سن رہا ہوں“۔ اس نے کہا۔

مختصر لفظوں میں احمد نے اسے اپنی کتاب اور گمشدہ بلیو پرنٹ کے بارے میں بتایا۔ ”زیڈ لر کو یاد آیا کہ البرٹ اسپیئر جن دنوں جیل میں تھا‘ اس نے زیڈ لر سے ساتوں بنکروں کے نقشے منگوائے تھے۔ اسپیئر خود بھی اس موضوع پر کتاب لکھنا چاہتا تھا“۔

”ہاں۔ ساتوں قیدیوں میں اسپیئر ہی ایسا تھا‘ جس کا ذہنی توازن درست رہا“۔ میجر ہلفورڈ نے کہا ”اس لیے کہ وہ اپنا وقت مطالعے میں اور آرکیٹیکچر کے بارے میں لکھنے میں صرف کرتا تھا“۔

”بہرحال جب اسپیئر رہا ہوا تو وہ یہ نقشے بھی ساتھ لے گیا اور اس نے اپنی دانست میں تمام نقشے زیڈ لر کو واپس کر دیئے لیکن درحقیقت ان میں ایک کم تھا۔ اب ہمارا خیال ہے کہ وہ ساتویں

بنکر کا پلان یہیں جیل میں بھول گیا ہو گا"۔

"یہ کیوں سوچا تم نے؟"

"زیڈ لر کا کہنا ہے کہ اسپیئر ساتویں بنکر کی لوکیشن نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس نے اس کا نقشہ ہیس کو دیا کہ شاید ہیس کو اس بنکر کا محل وقوع یاد آجائے لیکن شاید ہیس اس سلسلے میں اسپیئر کی کوئی مدد نہ کر سکا"۔

"کیسے کرتا۔ وہ تو برسوں سے سمجھ بوجھ سے محروم ہے"۔

"بہرکیف' امکان یہ ہے کہ اسپیئر رہائی کے وقت ہیس سے نقشہ لینا بھول گیا ہو گا۔ زیڈ لر کا خیال ہے کہ وہ ہیس کی چیزوں میں موجود ہو گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

میجر ایلفورڈ نے سگار ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا۔ "اگر نقشہ یہاں موجود ہے تو تمہیں مل جائے گا۔ ہمیں کسی پرانے بلیو پرنٹ میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے"۔

"تو اسے تلاش کہاں کیا جائے گا؟" احمد نے پوچھا۔ "ہیس کی کوٹھری میں؟"

"نہیں بھئی۔ اب وہاں ایک پلنگ' میز' کرسی' ٹی وی اور چند کپڑوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کوٹھری میں غیر ضروری چیزیں ہٹائے برسوں ہو گئے"۔ میجر اٹھ کھڑا ہوا"۔ اگر وہ ہے تو بس جیل کی لائبریری میں ہو گا۔ چلو.... دیکھتے ہیں"۔

لائبریری ایک کوٹھری ہی میں بنائی گئی تھی۔ "وہ میز کے نیچے جو تین کارٹن ہیں...." میجر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان میں قیدیوں کی چیزیں ہیں۔ قیدیوں کی کیا' صرف ہیس کی کہو۔ دیگر چھ کی تو شاید ہی کوئی چیز ہو اس میں"۔ اس نے جھک کر تینوں کارٹن میز کے نیچے سے گھسیٹے۔ پھر اس نے پہلا کارٹن کھولا۔ "اس میں زیادہ تر ہیس کا خلائی کلکشن ہے"۔ اس نے بتایا۔ "اس نے جب سے ٹی وی پر انسان کے چاند پر اترنے کا منظر دیکھا تھا تو خلا کے متعلق جاننے کا خبط ہو گیا تھا۔ اس کی فرمائش پر ناسا سے پمفلٹ اور بروشر بطور خاص منگوائے جانے لگے۔ نہیں.... اس میں خلائی لٹریچر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے"۔

احمد جاہ نے کارٹن کو دوبارہ بھرنے میں میجر کا ہاتھ بٹایا پھر وہ دوسرے کارٹن کی طرف مڑے۔ اس میں کپڑے بھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ جوتوں کی ایک جوڑی بھی تھی۔ میجر کارٹن کو ٹٹولتا رہا۔ "اس میں بھی تمہارا بلیو پرنٹ نظر نہیں آتا"۔

"وہ نیچے کچھ کاغذ ہیں تو سہی"۔ احمد نے کہا۔

میجر نے کاغذات کو نکالا۔ وہ رول کیے ہوئے تھے۔ اس نے کھولنا شروع کیا۔ وہ یقینی طور پر

بلیو پرنٹ تھا پھر اس پر روڈی زیڈ لر کے دستخط بھی واضح طور پر نظر آ گئے۔ "ساتواں بنکر" میجر نے کہا۔ "تمہیں شاید اس کی تلاش تھی؟"

"بالکل"۔

میجر اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو.... دفتر میں چل کر اسے پھیلا کر دیکھیں گے۔ اطمینان سے دیکھنا"۔

کارٹن کو دوبارہ بھر کے.... میز کے نیچے دھکیل کے وہ باہر نکلے اور دوبارہ آفس کے طرف چل دیے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میجر نے بلیو پرنٹ کو میز پر پھیلایا۔ احمد بھی اس پر جھک گیا۔ دونوں نقشے کا معائنہ کرنے لگے۔ "کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسے کہاں بنایا جانا ہے"۔ احمد جاہ بڑبڑایا۔

"واقعی۔ یہ تو عجیب بات ہے"۔ میجر نے تائید کی۔

"دوسرے چھ بنکرز کے نقشوں پر لوکیشن دی گئی ہے"۔ احمد کے لہجے میں الجھن تھی۔ "پھر اس پر کیوں نہیں ہے؟"

"تمہیں یقین ہے کہ یہ زیر زمین بنکر ہے؟"

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔ جنریٹر اور روشندانوں کی لوکیشن سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہٹلر کا زیر زمین ہیڈ کوارٹر ہے.... گمشدہ بنکر۔ اور میں حیران ہوں کہ یہ کتنا بڑا ہے۔ ہٹلر نے اسے کہاں تعمیر کرایا ہو گا۔ بشرطیکہ تعمیر ہوا ہو"۔

"میرا خیال ہے' یہ ٹاپ سیکرٹ ہو گا"۔ میجر نے نقشہ تہہ کر کے احمد کی طرف بڑھا دیا۔ "چلو۔ تمہارا کام تو بن گیا۔ اب ممکن ہے کہ زیڈ لر کو اس بارے میں اور بھی کچھ یاد آجائے"۔

"جی ہاں۔ اسی لیے میں یہاں سے سیدھا زیڈ لر کے پاس جاؤں گا۔ تھینک یو میجر"۔

--------*

زیڈ لر نے دروازہ کھولا اور احمد کو اندر لے گیا۔ احمد فاتحانہ انداز میں نقشے کو لہرا رہا تھا۔ "بنکر نمبر سات۔ مل ہی گیا آخر" اس نے کہا۔

"گڈ ورک"۔ زیڈ لر نے اسے داد دی۔ "کہاں سے ملا یہ؟ اسپینڈاؤ میں؟"

"ہاں تمہارا اندازہ درست تھا"۔ احمد جاہ نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اب تم اسے دیکھو ذرا"۔

اسٹوڈیو میں پہنچ کر زیڈ لر نے دو دھیا روشنی والی لائٹس آن کیں اور پھر نقشے کو ایک میز پر پھیلا کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد اس نے اسے پلٹ کر دیکھا' جیسے نقشے کی پشت پر کوئی خاص چیز تلاش کر رہا ہو۔ بالآخر نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے نقشے کو دوبارہ فولڈ کیا

اور احمد جاہ کی طرف بڑھا دیا۔ "ٹھیک کہتے ہو۔ اس پر لوکیشن کہیں بھی نہیں دی گئی ہے"۔

احمد اس کے چہرے کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ "لیکن یہ ڈرائنگ..... یہ تمہیں کچھ یاد نہیں دلاتی؟"

"یہ طے ہے کہ یہ نقشہ میرا بنایا ہوا ہے"۔ زیڈلر نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہٹلر نے ہر بنکر کی لوکیشن مجھ سے نقشے پر لکھوائی تھی لیکن یہ نقشہ مستثنیٰ ہے اس سے۔ ہٹلر نے مجھے اس کی لوکیشن بتائی ہی نہیں ہوگی"۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ "بالکل یہی بات ہے لیکن ایسا کیوں ہوا؟ یہ مجھے یاد نہیں"۔

"ممکن ہے، ہٹلر فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ اسے کہاں تعمیر کرائے"۔ احمد نے خیال ظاہر کیا۔ "اور ممکن ہے کہ اس نے جان بوجھ کر تمہیں بے خبر رکھا ہو۔ ممکن ہے، اس سلسلے میں اس نے کسی کو بھی کچھ نہ بتایا ہو!"

"ہو سکتا ہے، ہٹلر کے تمام بنکرز سیکرٹ تھے اس کے باوجود مجھے سب کی لوکیشن معلوم ہے تو پھر ساتویں بنکر کے بارے میں یہ رازداری کیوں؟ ممکن ہے، وہ مجھے بتانا بھول گیا ہو..... اور ممکن ہے، بتانا ہی نہ چاہتا ہو"۔

"مجھے یہی بات غیر معمولی لگتی ہے کہ لوکیشن کے علم کے بغیر کوئی کسی عمارت کا نقشہ تیار کر دے۔ کیسے کر سکتا ہے؟"

"یہ ایسی غیر معمولی بات نہیں"۔ زیڈلر نے کہا۔ "چھ بنکر کے نقشے میں بنا چکا تھا اور یہ ساتواں بھی بنکر ہی تھا۔ پھر ہٹلر کی ہدایات پر عمل کرنا ہوتا تھا۔ پیمائشیں بھی وہ بتاتا تھا۔ یقین کرو، اس کام کی اسے بڑی سمجھ تھی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ساتویں بنکر کے سلسلے میں اس نے مجھے بتایا تھا کہ بہت بڑا بنکر بنانا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ جہاں کام ہوگا، وہاں کی مٹی کس طرح کی ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ اسے ابتدا سے ہی معلوم تھا کہ بنکر وہ کہاں بنوائے گا اور اگر اس نے مجھے لوکیشن کے متعلق نہیں بتایا تو کسی کو بھی نہیں بتایا ہوگا۔ یہ راز مرتے مرتے اپنے ساتھ ہی لے گیا"۔

"کیا خیال ہے۔ آپ تو یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہٹلر نے آپ کے اس نقشے سے استفادہ کیا بھی یا نہیں"۔

"درست کہتے ہو۔ یہ مجھے نہیں معلوم۔ اس کے متعلق تو قیدی مزدور ہی یقین سے کچھ بتا سکتے ہیں"۔

"ایک بات بتائیں۔ آپ کے ڈیزائن کیے ہوئے تمام زیر زمین بنکروں کی تعمیر میں قیدیوں

نے مزدوری کی۔ ان میں تو مختلف قومیتوں کے لوگ ہوں گے"۔

زیڈلر ہچکچایا۔ "ممکن ہے، تمام بنکر کا یہ معاملہ نہ ہو۔ فیورر بنکر کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ اسے برلن کی ایک پرانی کنسٹرکشن کمپنی نے بنایا تھا۔ مین پاور کی کمی کو کسی اور طرح پورا نہیں کیا جا سکتا تھا"۔

"اور آپ یہ تجویز کر رہے ہیں کہ ایسے کسی مزدور کو معلوم ہو سکتا ہے کہ ساتواں بنکر تعمیر ہوا یا نہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کی تعمیر میں شریک رہا ہو۔ وہ اس کی لوکیشن بھی بتا سکتا ہے"۔

"بشرطیکہ وہ زندہ بھی ہو اور اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے"۔ زیڈلر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بات یہ ہے..... مسٹر جاہ کہ کام پورا ہوتے ہی ہٹلر انہیں مروا دیتا تھا۔ رازداری کا تقاضا بھی یہی تھا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں اس بنکر کے پلان کے نیچے کیپشن کے طور پر 'نامعلوم' لکھوانا پڑے گا"۔

"یہ الگ بات ہے کہ مجھے کوئی ایسا قیدی مل ہی جائے جو کسی طرح بچ نکلا ہو"۔ احمد نے کہا۔

"ہاں۔ اور اس جستجو کے لیے خود کو تیار کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ بھوسے کے ڈھیر میں سوئی تلاش کرنے کی مشق شروع کر دو"۔

--------*

سارہ اور ٹووا ڈالمین اسٹراس پر اس عمارت کے سامنے اتریں، جہاں ارنسٹ ووجل رہتا تھا۔ سارہ نے ارون پلمپ کو انتظار کرنے کو کہا اور ٹووا کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گئی۔ ٹووا نے یہ دو گھنٹے بہت اضطراب میں کاٹے تھے۔ اس کا بس چلتا تو وہ فوراً ہی ووجل سے ملنے پہنچ جاتی۔ انتظار کے اس عرصے میں وہ سارہ سے ووجل کے متعلق معلوم کرتی رہی تھی۔ اس نے اس سلسلے..... میں سارہ کے نوٹس کی چھان بین کی۔ اس ریکارڈ میں تمام گواہ اس بات پر متفق تھے کہ تقریباً آخری تین دنوں میں ہٹلر نہ بنکر سے نکلا نہ واپس آیا لیکن ایک ایس ایس گارڈ ان سب کو غلط قرار دے رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس نے موت سے دو دن پہلے ہٹلر کو بنکر میں واپس آتے دیکھا تھا اور اس کی گواہی سے اس بات کو تقویت ملی تھی کہ ہٹلر کا ڈبل ہٹلر کی بنکر میں موجودگی کے دوران بنکر میں داخل ہوا تھا۔ ہٹلر کو اس سے آخری کام لینا تھا..... خودکشی کرانی تھی..... اور اس کی لاش کو نذرِ آتش کرانا تھا تاکہ خود اس کے بچ نکلنے کا سامان ہو سکے۔

وہ دونوں ووجل کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر رکیں۔ سارہ نے ڈور بیل کا بٹن دبایا اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔ دروازہ نہیں کھلا تو اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی اس بار بھی بے سود۔

پھر ٹوڈا نے بڑھ کر بٹن پر انگلی رکھی' اس نے تین بار گھنٹی بجائی لیکن اندر کوئی جوابی آہٹ تک نہیں ابھری۔

"ہو سکتا ہے گھنٹی خراب ہو"۔ ٹوڈا نے کہا۔

"ممکن ہے۔ چلو' پرانے زمانے کا طریقہ آزما دیکھیں"۔ یہ کہہ کر سارہ نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں میں ٹوڈا بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔

مگر ردعمل نچلی منزل سے آیا۔ ایک بوڑھی خاتون سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی۔ "کیا بات ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ "تم لوگوں نے تو ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ میں فراؤ لیکی ہوں.... لینڈ لیڈی اور تم دونوں کون ہو؟"

"ہم مسٹر دوجل کے کسٹمر ہیں"۔ سارہ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "ہماری ان سے ملاقات طے تھی۔ وہ ہمیں ایک اہم کتاب دکھانے والے تھے"۔ سارہ نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "اب پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ دروازہ ہی نہیں کھل رہا ہے"۔

"ارے دوجل۔ تمہیں نہیں معلوم' اس کی سماعت کمزور ہے۔ ثقل سماعت کا آلہ نکلا ہوا ہو تو وہ بالکل بہرا ہو جاتا ہے"۔ لینڈ لیڈی نے کہا اور اپنے ایپرن کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چابیوں کا ایک گچھا نکالا۔

"اگر دوجل نے تمہیں ملاقات کا وقت دیا ہے تو وہ یقیناً گھر پر موجود ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے ثقل سماعت کا آلہ نکال رکھا ہے۔ میں اسے بتا دوں گی...." یہ کہتے ہوئے لینڈ لیڈی نے کی ہول میں چابی داخل کی۔ تالا کھلا تو اس نے دروازے کو دھکیلا۔ وہ اندر داخل ہوئی' کمرے کا جائزہ لیا اور فاتحانہ لہجے میں بولی۔ "دیکھا' میرا اندازہ درست تھا۔ یہ جھولنے والی کرسی میں بیٹھا گہری نیند سو رہا ہے۔ ثقل سماعت کا آلہ آف کر رکھا ہے"۔ اس نے اشارے سے سارہ اور ٹوڈا کو اندر بلایا۔ "تم اندر آؤ۔ میں اسے جگاتی ہوں"۔

ٹوڈا نے اندر گھستے ہی گہری سانس لی اور سرگوشی میں سارہ سے کہا۔ "کیسی بری بو پھیلی ہوئی ہے۔ کس چیز کی بو ہے یہ؟"

لیکن سارہ' دوجل کو غور سے دیکھ رہی تھی' جس کی آنکھیں سختی سے بند تھیں۔ ٹوڈا نے بھی دوجل کو دیکھا۔ دوجل کے رخسار سپید اور ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔ "یہ تو بیمار لگ رہا ہے"۔ سارہ نے کہا۔

فراؤ لیکی نے دوجل کو کندھے سے تھام کر ہلایا۔ "اٹھو ارنسٹ' تمہارے کسٹمر آئے ہیں"۔

دوجل کی آنکھیں تو نہیں کھلیں البتہ سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔ لینڈ لیڈی نے ہاتھ ہٹایا تو دوجل کا سر کرسی کے ہتھے سے جا لگا۔

"مجھے تو یہ زندہ نہیں لگتا"۔ ٹوڈا نے سرگوشی میں کہا۔

سارہ لپکی اور کرسی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ تھام کر دوجل کی نبض دیکھی۔ پھر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "یہ تو مر چکا ہے۔ کتنی خوفناک بات ہے"۔ وہ بولی۔ "اور وہ بو جو تم نے محسوس کی تھی ٹوڈا' وہ میرے خیال میں پوٹاشیم سائنائیڈ کی تھی"۔

"لیکن دو گھنٹے پہلے تو یہ ٹھیک تھا"۔ ٹوڈا کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"یا تو اس نے زہر کھایا ہے یا اسے کھلایا گیا ہے۔ بہرحال سائنائیڈ نے اسے فوراً ہی ختم کر دیا ہو گا"۔

لینڈ لیڈی اب خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے منہ پر گیا اور سسکنے لگی۔ "نہیں.... یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو زندگی سے بھرپور آدمی تھا۔ یہ خودکشی نہیں کر سکتا۔ یہ...."

"قتل تو ہو سکتا ہے"۔ ٹوڈا بڑبڑائی لیکن آواز صرف سارہ تک پہنچی۔

لینڈ لیڈی ریسیور اٹھا کر نمبر ملا رہی تھی۔ "یہ کیا...." اس نے کہا۔ پھر اسے فون کے لٹکے ہوئے تار نظر آئے۔ "لائن کاٹ دی گئی ہے۔ میں اپنے کمرے سے فون کرتی ہوں"۔ وہ پلٹ کر دروازے کی طرف بھاگی۔

سارہ اب دوجل سے نظریں ہٹا کر اس کارٹن کو دیکھ رہی تھی' جو جھولنے والی کرسی کے عقب میں رکھا تھا۔ "یہ کارٹن...." کارٹن کی سائیڈ میں مارکر سے لکھا تھا.... بنکر لاگ۔ "وہ ملاقات کے لیے تیار بیٹھا تھا"۔

ٹوڈا کارٹن کی طرف لپکی اور اس میں سے لاگ بکس نکال کر انہیں ٹٹولنا شروع کر دیا پھر اس نے پلٹ کر سارہ کو دیکھا۔ "سارہ' صرف اٹھائیس اپریل کی لاگ بک غائب ہے"۔

سارہ نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے دروازے کی طرف کھینچنے لگی۔ "نکل لو یہاں سے۔ ضرور کسی نے فون پر ہماری گفتگو سن لی تھی اور جان لیا تھا کہ...."

"لیکن کیسے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔ ممکن ہے فون ٹیپ کیا جا رہا ہو۔ بہرکیف کوئی ہم سے پہلے ہی یہاں پہنچ گیا اور دوجل کو ختم کر کے لاگ بک لے بھاگا۔ اب یہاں سے نکل لو"۔

"لیکن یہ ممکن نہیں۔ یہ قتل ہے..... اور پولیس....."

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ پاپا کو بھی قتل کیا گیا تھا۔ اس وقت پولیس کہاں تھی۔ بس چل دو۔ ہم کچھ کر نہیں سکتے"۔

"ٹھیک کہتی ہو۔ ہمیں اس چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ ہم یہاں آئے....."

"سوائے قاتل کے"۔ سارہ نے کہا۔

وہ دونوں تیزی سے عمارت سے نکل آئیں' جہاں سڑک پر منتظر مرسیڈیز موجود تھی۔ ٹووا نے پوچھا۔ "تو بات کیا بنی۔ ووجل کا حلفیہ بیان ہے کہ ہٹلر ۲۸ اپریل کی رات بہت دیر سے بنکر واپس آیا تھا۔ جب کہ ہٹلر چہل قدمی کے لیے باہر ہی نہیں نکلا تھا۔ یعنی وہ ہٹلر کا ڈبل منفریڈ ملر تھا' جسے ووجل نے دیکھا تھا مگر ووجل کی لاگ بک یا اس کی گواہی کے بغیر ہم یہ ثابت تو نہیں کر سکتے"۔

سارہ بولی۔ "ووجل نے دو گھنٹے پہلے ہمیں حقیقت بتا دی تھی۔ ہمیں کسی لاگ بک کی ضرورت نہیں۔ ہم حقیقت سے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔ سنو ٹووا' اب میں بنکر جاؤں گی۔ تمہیں کہاں ڈراپ کر دوں؟"

"کیمپنسکی پلیز"۔

سارہ نے اسے ہوٹل کے سامنے اتارا۔ "اب تم کچھ دیر آرام کر لو"۔ اس نے ٹووا سے کہا۔

ٹووا مرسیڈیز کو جاتے دیکھتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ ابھی وہ آرام نہیں کر سکتی۔ ابھی اسے رپورٹ دینا تھی' شائم کو۔ اسے اطلاع دینا تھی کہ بڑا شکار ابھی موجود ہے۔

--------*

سارہ اچھی خاصی اعصاب زدہ ہو رہی تھی۔ مرسیڈیز میں فیورر بنکر جاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اس کو ایک ہفتے کی جو مہلت دی گئی ہے' اس کا دوسرا دن اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ اسے امید تھی کہ اوبر ساٹ اور اس کے ساتھیوں نے خندق اور قبر والے گڑھے کو برآمد کر لیا ہو گا۔ یعنی ایک مرحلہ مکمل ہو چکا ہو گا۔

اس نے بائیں جانب ٹیلے کو دیکھا' جس کے نیچے فیورر بنکر چھپا ہوا تھا۔ ٹیلے کے عقب میں کھڑے کنسٹرکشن کمپنی کے ٹرک کا بالائی حصہ اسے نظر آ رہا تھا۔ تینوں مزدور دکھائی دیے۔ ان کے ہاتھوں میں پھاوڑے تھے۔

پلمپ نے گاڑی سڑک سے اتاری۔ ٹیلے کی طرف بڑھتے ہوئے گاڑی کو جھٹکے لگ رہے تھے۔

ٹیلے سے کوئی پندرہ فٹ پیچھے پلمپ نے گاڑی روک دی اور انجن بند کر دیا۔ پھر اس نے اتر کر سارہ کے لیے دروازہ کھولا۔

"شکریہ پلمپ" سارہ نے کہا۔ نیچے اتر کر اس نے اپنا رین کوٹ اتارا اور اوبر ساٹ سے کہا۔ "سوری..... میں لیٹ ہو گئی"۔ اس نے اینڈریو اوبر ساٹ سے کہا۔ "لیکن مجھے یہ اطمینان تھا کہ خندق اور گڑھے کی کھدائی مکمل ہونے سے پہلے تمہیں میری ضرورت نہیں پڑے گی"۔

"ضرورت تو نہیں تھی آپ کی"۔ اوبر ساٹ نے کہا۔ "مگر اب محسوس ہو رہی ہے"۔

"وہ کام مکمل ہو گیا؟" سارہ نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' ہم نے ان پر پلاسٹک بچھا دیا ہے۔ تاکہ بارش رکنے کے بعد کام مکمل کر لیں"۔

"کچھ نکلا؟"

"نو لک۔ آپ کی مطلوبہ کوئی چیز اب تک نہیں نکلی ہے۔ جو کچھ ملا ہے' وہ دکھا دوں آپ کو؟"

"چلو۔ وہ ہی دیکھ لوں"۔

اوبر ساٹ نے بیلچہ زمین میں گاڑا اور ٹیلے کے عقبی حصے کی طرف چل دیا۔ سارہ اس کے ساتھ تھی۔ گیلی مٹی پر پاؤں جما کر رکھنا اچھا خاصا مسئلہ تھا۔ ٹیلے کے اس طرف ٹرک کھڑا تھا۔ ٹرک کے سامنے تینوں مزدور مٹی میں اٹے بیٹھے تھرماس سے کافی نکال کر پی رہے تھے۔ انہوں نے سارہ کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ جواباً سارہ نے بھی ہاتھ ہلایا۔

اوبر ساٹ نے کھدی ہوئی خندق کے پاس ایک بڑے پتھر پر رکھا ہوا زرد تولیہ اٹھایا اور سارہ کے پاس لے آیا۔ "اب تک کی کھدائی کا یہ حاصل ہے۔ دیکھیں"۔ اس نے تولیے کو کھولا اور پہلی چیز اٹھائی۔

"یہ ہے ایک دانت..... اور مجھے یقین ہے کہ کتے کا ہے"۔

"ہاں۔ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہٹلر نے اپنے کتوں کو یہیں دفن کرایا تھا"۔ سارہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ....." اوبر ساٹ نے اسے بھیگے ہوئے تہہ دار کاغذ کا ایک گولا سا دکھایا۔

"یہ کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے' بہت چھوٹی سی چند صفحوں والی نوٹ بک ہو گی۔ مگر اب اس میں کچھ بھی نہیں۔ سب گل سڑ گیا نمی سے"۔

سارہ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "کہا جاتا ہے کہ گوئبل کے کاغذات خندق میں ڈال دیے گئے تھے بلکہ کچھ جلائے بھی گئے تھے"۔

"اور یہ تیسرا آئٹم" اوبر ساٹ نے بڑی احتیاط سے کپڑے کا وہ ٹکڑا نکالا' جو سیاہی مائل لگ رہا تھا۔

"یہ تو بے کار سا ہی لگتا ہے"۔ سارہ نے تبصرہ کیا۔

"اس پر مجھے دو حرفی مونو گرام نظر آ رہا ہے"۔ اوبر ساٹ نے دکھایا۔ "دیکھیں.... ای بی واضح ہے نا؟"

"ایوا براؤن"۔ سارہ نے سرگوشی میں کہا۔ "یہ شاید اس کا رومال ہے"۔

"یہی وہ جگہ ہے' جہاں ہٹلر اور ایوا کی لاشوں کو جلایا گیا تھا"۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خاص طور پر وہاں ڈال دیا گیا ہو"۔ سارہ نے کہا۔ "ہاں اگر بتیسی یا وہ لاکٹ...."

"مجھے افسوس ہے کہ اب تک ایسی کوئی چیز نہیں ملی"۔

"ضروری بھی نہیں کہ ملے۔ اس میں مایوس ہونے کی بات نہیں"۔ سارہ نے کہا اور پھر وضاحت کی "وہ چیزیں مل گئیں تو ثابت ہو جائے گا کہ ہٹلر مر چکا ہے اور اسے یہاں دفن کیا گیا تھا اور اگر ایسی کوئی چیز نہیں ملی تو یہ حقیقت مشکوک ثابت ہو گی کہ جلائی جانے والی لاش ہٹلر کی تھی۔ لہٰذا کچھ ملنے نہ ملنے کی فکر نہ کرو"۔ وہ چلتی اور اس نے ٹیلے کا جائزہ لیا۔ "یہ جگہ بہت اہم ہے۔ یہاں ہٹلر کا آخری بیڈ روم اور نشست گاہ تھی۔ یہاں سے اگر وہ دونوں چیزیں نہ ملیں تو یہ طے ہے کہ ہٹلر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا"۔

اوبر ساٹ نے ٹیلے کا جائزہ لیا اور بولا۔ "لیکن ہم وہاں تک پہنچیں گے کیسے؟"

"سیدھی گہری کھدائی کر کے"۔

"ناممکن"۔ اوبر ساٹ نے نفی میں سر ہلایا"۔ آپ کو اندازہ نہیں کہ اتنی کھدائی کا کیا مطلب ہے۔ کتنی مٹی' ملبہ نکلے گا۔ میرا خیال ہے' بیس فٹ تو یہ ملبہ ہے پھر آپ نے بتایا کہ نچلا بنکر ۵۵ فٹ نیچے ہے اور گیارہ فٹ کنکریٹ کی تہہ ہے۔ یعنی ہمیں ۸۶ فٹ کھدائی کرنی ہے.... صرف پانچ دن میں۔ اور جانے کتنی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے۔ کنکریٹ کو کدال سے تو نہیں توڑا جا سکتا"۔

"تو بھاری آلات استعمال کرو"۔

"مجھے یہ خیال آیا تھا۔ میں نے ایسٹ جرمن آفیسر سے بات کی تھی۔ اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا"۔

سارہ چند لمحے دانتوں سے ہونٹ کاٹتی رہی "کوئی صورت تو ہو گی۔ اچھا.... اگر سامنے سے کھدائی کی جائے تو...."

"اس صورت میں بھی ملبے کو دور تو ہٹانا پڑے گا کہ وہ ہم پر ہی نہ آ پڑے اور اگر بالائی لیول موجود ہی نہ ہوا تو؟ کیا پتا' روسیوں نے اسے بلڈوز کر دیا ہو۔ اس کا مطلب ہو گا مزید کھدائی"۔

"لیکن نچلا لیول تو سلامت ہو گا۔ اور وہ سب کچھ سہار سکتا ہے۔ کوئی شارٹ کٹ استعمال کرو نا"۔

"اگر میں عملے کی تعداد دگنی کر دوں اور سیکنڈ شفٹ میں بھی کام کراؤں تو شاید یہ ممکن ہو سکے"۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟" سارہ مصر تھی۔

"سب سے پہلے تو آپ کو معاوضہ تین گنا کرنا ہو گا پھر آپ کو دن رات کھدائی کی اجازت لینا ہو گی"۔

"دونوں کام ہو جائیں گے۔ میں ویسے بھی بلوباخ کو احمد کے لیے پاس بنوانے کے سلسلے میں فون کرنے والی تھی۔ اس طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ"۔

"اور میں مغربی برلن میں اپنے والد سے بات کر لوں۔ پاپا ریٹائر ہو چکے ہیں لیکن بنکر کنسٹرکشن پر اب بھی اتھارٹی ہیں۔ مجھے ان سے مشورہ کرنا ہو گا"۔

"تمہارے پاپا ایکسپرٹ ہیں؟"

"پاپا نے کم از کم چھ نازی بنکرز کی تعمیر کے کام کی نگرانی کی تھی۔ جنگ سے پہلے برلن میں پاپا کی اپنی چھوٹی سی کنسٹرکشن کمپنی تھی۔ جنگ شروع ہوئی تو پاپا کو گرفتار کر لیا گیا کہ وہ آدھے یہودی تھے.... ماں کی طرف سے۔ خوش قسمتی سے نازیوں کو معلوم ہو گیا کہ پاپا بہت اچھے سول انجینئر ہیں۔ یوں سزائے موت کی بجائے انہیں فورمین بنا دیا گیا۔ بیشتر بنکرز کی تیاری میں پاپا کا بھی ہاتھ تھا۔ بنکرز کی تکمیل کے بعد مزدوروں کو عقوبتی کیمپوں میں بھیج دیا جاتا تھا.... سزائے موت کے لیے۔ میرے پاپا بس کسی طرح بچ نکلے۔ یقین کرو' پورے جرمنی میں کوئی لیو اوبر ساٹ سے بڑھ کر بنکرز کے بارے میں نہیں جانتا۔ وہ فیورر بنکر سے بھی واقف ہیں۔ میں جا کر ان سے مشورہ کروں گا"۔ اوبر ساٹ نے کچھ توقف کیا۔ "بس آپ سیکنڈ شفٹ اور مزدوروں کی نفری میں اضافے کی اجازت لے لیں"۔

--------*

اس رات سارہ اور احمد دونوں بوجھل سے تھے۔ سارہ کو پروفیسر بلوباخ نے مطلوبہ اجازت دلوادی تھی۔ احمد جاہ کا پرمٹ بھی بن گیا تھا۔ اب وہ بھی سیکیورٹی زون میں جا سکتا تھا۔

"کیا بات ہے سارہ' کچھ پریشان ہو؟" احمد نے پوچھا۔

"مجھے دوجل کی موت کا دکھ ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اس کی ذمے دار میں ہوں"۔

"اس انداز میں مت سوچو۔ تم جانتی ہو کہ موت اللہ کی طرف سے ہے اور ہر ایک کے لیے اس کا وقت مقرر ہے۔ تم سونے کی کوشش کرو پلیز"۔

"ٹھیک کہتے ہو لیکن احمد' لگتا ہے تمہارے ذہن پر بھی کوئی بوجھ ہے"۔

احمد نے اسے دن بھر کی کارگزاری سنادی۔ "زیڈلر کہتا ہے کہ ساتویں بنکر کی لوکیشن کے متعلق کوئی قیدی مزدور ہی بتا سکتا ہے لیکن ہٹلر کام مکمل ہوتے ہی مزدوروں کو مروا دیتا تھا۔ یہ ہے میرا مسئلہ۔ مجھے نقشے سارے مل گئے ہیں لیکن ایک بنکر کی لوکیشن نامعلوم ہے اور میں اپنی کتاب کو ہر اعتبار سے مکمل دیکھنا چاہتا ہوں"۔

سارہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ "تمہیں کسی ایسے شخص کی تلاش ہے' جو ہٹلر کے لیے بیگار کرتا رہا ہو؟"

احمد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں ایک ایسے آدمی کا پتا دے سکتی ہوں.... اینڈریو اوبرساٹ کا باپ لیو اوبرساٹ۔ صبح مجھے یاد دلادینا۔ اب سو جاؤ۔ ڈیئر۔ گڈ نائٹ"۔

--------*

احمد کو لیو اوبرساٹ کے گھر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ صبح ہی سارہ نے اینڈریو اوبرساٹ کو فون کرکے اس کا پتا بھی لے لیا تھا اور اس کے باپ سے احمد سے ملاقات کا وقت بھی۔ اور اب وہ پرانی طرز کے اس ڈرائنگ روم میں لیو اوبرساٹ کے سامنے بیٹھا تھا۔

"تو تم ہو امریکی آرکیٹیکٹ احمد جاہ؟" لیو نے یوں کہا' جیسے اس پر کوئی الزام عائد کر رہا ہو۔

"جی ہاں جناب۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے وقت دیا"۔

"تم اس خاتون کے دوست ہو' جس کے لیے میرا بیٹا کام کر رہا ہے؟"

"جی ہاں جناب"۔

"تم اسے روکتے کیوں نہیں۔ وہ بڑی حماقت میں مبتلا ہے۔ وہ ہٹلر کی تلاش میں مدفون فیورر بنکر کو کھودنا چاہتی ہے"۔

"جی ہاں جناب۔ لیکن ممکن ہے' آخر میں یہ حماقت ثابت نہ ہو"۔

بوڑھے اوبرساٹ نے اس کی سنی ان سنی کردی۔ "رات میرا بیٹا فیورر بنکر کا نقشہ لایا تھا۔ میں نے اسے مشورہ دیا..." اس نے رک کر احمد کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ "تم ہٹلر کے آخری بنکر سے واقف ہو؟"

"میرا خیال ہے' واقف ہوں"۔

"تم تھرڈ ریش کی عمارتوں اور بنکر پر پکچر بک کر رہے ہو نا.... چلو.... دیکھ لیتے ہیں کہ تم کتنا جانتے ہو"۔ بڈھے اوبرساٹ نے کہا اور ایک رول کیا ہوا نقشہ اٹھا کر میز پر پھیلانے لگا۔ وہ فیورر بنکر کا نقشہ تھا۔ "اسے دیکھ کر مجھے بتاؤ کہ کم سے کم وقت میں ہٹلر کے سوئٹ تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟"

احمد نقشے پر جھک گیا۔ حالانکہ وہ نقشہ اسے زبانی یاد تھا۔ چند لمحے بعد وہ بولا۔ "ہمیں یہ ذہن میں رکھنا ہے کہ اسے لوہے کی سلاخیں ملے کنکریٹ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ مقصد اس کے مکینوں کو ہر طرح کی بمباری سے محفوظ رکھنا تھا۔ لہٰذا روسیوں نے اسے بلڈوز کرنے کے لیے خواہ کیسی ہی کوشش کی ہو' لیکن نچلا بنکر بہرحال اب بھی سلامت ہوگا.... کم از کم بڑی حد تک اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے میرے خیال میں آسان ترین اور تیز ترین طریقہ سائیڈ میں کھدائی کرنا ہوگا' جہاں ایمرجنسی ڈور ہے۔ وہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے نچلے کاریڈور میں پہنچا جا سکتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ سیڑھیاں بھی سلامت ہوں گی۔ آپ کا کیا خیال ہے جناب!"

بڈھا اوبرساٹ اب اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "تم اسمارٹ آدمی ہو۔ رات میں نے اپنے بیٹے کو بھی یہی مشورہ دیا تھا۔ اس کا اپنا خیال بھی یہی تھا"۔ اوبرساٹ نے نقشے کو پھر رول کرکے رکھ دیا۔ "ہاں تو نوجوان۔ اب ہم بات کر سکتے ہیں۔ میرے بیٹے نے مجھے بتایا ہے کہ تم کسی بیگاری سے ملنا چاہتے ہو.... نازیوں کا کوئی قیدی مزدور؟"

"جی ہاں مجھے چند سوالوں کے جواب درکار ہیں"۔ احمد نے کہا۔

"میرا خیال ہے' تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو"۔ لیو اوبرساٹ بولا۔ "مجھ جیسے لوگ زیادہ تعداد میں موجود نہیں ہیں اور میں ہٹلر کے بیشتر چوہے دانوں کی تعمیر میں شریک رہا ہوں"۔ لیو اسے اپنے ماضی کے بارے میں بتانے لگا۔ "میری ماں یہودی تھی اور باپ کرسچین۔ جنگ شروع ہوئی تو یہ بات کھل گئی۔ میری عمر اس وقت تیس کے قریب تھی۔ میرے ماں باپ کو گرفتار کرکے کسی

عقوبتی کیمپ میں ڈال دیا گیا۔ ایک مہینے کے اندر انہیں آشوٹز میں گیس چیمبر میں پہنچا دیا گیا۔ پھر میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے بھی موت کی سزا دی جانے والی تھی کہ ایک نازی ڈاکٹر نے مجھے جان دار دیکھا تو قطار سے نکال دیا۔ انہی دنوں اسپیئر کی طرف سے ہدایت جاری ہوئی تھی کہ ہٹلر کو جان دار قیدیوں کے جسموں کی ضرورت ہے۔ ان سے زیر زمین بنکرز کی تعمیر میں مزدوری کرائی جائے گی"۔

قیدیوں سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ لیواوبرسات بھی مزدوری کرتا رہا۔ پھر جانے کیسے یہ بات کھل گئی کہ وہ سول انجینئر ہے۔ چنانچہ اسے فورمین بنا دیا گیا۔ وہ مزدوروں سے کام لینے لگا۔ ان کا آخری کام جنگ کے اختتام سے کوئی دو ماہ پہلے مکمل ہوا۔ مزدوروں کو سزائے موت کے لیے لے جایا گیا۔ فورمین کی حیثیت سے لیواوبرسات واحد آدمی تھا' جسے زندہ رہنے دیا گیا تاکہ وہ بنکر کے اندر کمروں' دفاتر اور تکنیکی سہولتوں کا کام مکمل کرنے میں مدد دے۔ یہ کام ہٹلر یوتھ کے نوجوان اراکین سے کرایا جا رہا تھا' جو دیوانگی کی حد تک ہٹلر کے وفادار اور پرستار تھے۔ اس وقت تک لیو کو نہیں معلوم تھا کہ وہ بنکر' جس میں وہ کام کر رہا ہے' کہاں واقع ہے۔ اسے آنکھوں پر پٹی باندھ کر وہاں لایا جاتا تھا' رات کو باہر لے جایا جاتا' تب بھی اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی۔

پھر ایک صبح اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر آرمی کے ایک ٹرک پر سوار کر دیا گیا۔ گرد و پیش میں اسے گولے پھٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اسے احساس تھا کہ اسے ختم کیا جانے والا ہے لیکن اس کی آنکھوں پر پٹی تھی اور ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ وہ بے بس تھا۔

ٹرک کو چلتے بیس منٹ ہوئے تھے اور ٹرک کم رفتاری سے ایک موڑ کاٹ رہا تھا کہ ایک گارڈ نے چیخ کر کہا۔ "اس سے پہلے کہ ہم گھیر لیے جائیں' اس سے چھٹکارا پالو" کسی نے اسے اٹھایا اور ٹرک سے نیچے گرا دیا۔ اس چکر میں اس کی آنکھوں کی پٹی کھل گئی۔ اس نے دیکھا.... ٹرک آگے جا رہا تھا اور تین گارڈز اپنی رائفلیں اس پر تان رہے تھے۔

لیو دیوانہ وار اٹھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ فائر کی آوازیں گونجیں اور وہ گر پڑا۔ ایک گولی اس کی پیٹھ میں کافی نیچے لگی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گیا اسے نہیں معلوم تھا کہ جنگل سے ایک روسی دستہ نکل آیا ہے اور روسی فوجی ٹرک پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ بالآخر انہوں نے بم سے ٹرک کو اڑا دیا تھا۔

"میری آنکھ کھلی تو میں روسیوں کے فیلڈ ہاسپٹل میں تھا"۔ لیواوبرسات نے کہا۔ "سرجن نے مجھے بچا لیا لیکن میری بائیں ٹانگ تقریباً بیکار ہو گئی۔ بہرکیف اسپتال سے چھٹی ملنے کے بعد میں نے اپنے باپ کی کمپنی کو دوبارہ شروع کیا۔ شادی بھی کر لی۔ برلن کی تعمیر نو شروع ہوئی تو میرا کام چمک اٹھا۔ پانچ سال پہلے میری دوسری ٹانگ بھی جواب دے گئی اور میں ریٹائر ہو گیا"۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔ "اب تم بتاؤ مسٹر جاہ' تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

احمد نے اسے اپنی کتاب اور پھر سات بنکروں کے نقشوں کے بارے میں بتایا۔ "ساتویں بنکر کی شیٹ پر لوکیشن لکھی نہیں ہے۔ نقشہ بنانے والے کو بھی علم نہیں کہ وہ بنکر کہاں تعمیر کیا گیا تھا اور وہ سب سے بڑا بنکر ہے۔ میں اس کی لوکیشن معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ زیڈلر نے کہا تھا کہ یہ بات کوئی بنکر مزدور ہی بتا سکتا ہے"۔

"مجھے دکھاؤ وہ نقشہ"۔

احمد نے جیکٹ کی جیب سے ساتویں بنکر رول کیا ہوا نقشہ نکالا اور اس کے سامنے پھیلا دیا۔

لیواوبرسات نقشے کا معائنہ کرنے لگا۔ "ٹھیک کہتے ہو تم۔ یہ بہت بڑا بنکر ہے.... بڑا بھی اور جانا پہچانا بھی"۔ اس نے کہا۔

"آپ اسے پہچان گئے ہیں؟" احمد نے پوچھا۔

لیواوبرسات نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "یہ وہ آخری بنکر ہے' جہاں سے وہ مجھے شوٹ کرنے کے لیے گئے تھے"۔ اس نے نقشہ فولڈ کر کے احمد جاہ کی طرف بڑھایا۔ "مجھے پورا یقین ہے کہ یہ وہی ہے"۔

"مجھے بتائیں کہ یہ کہاں تعمیر کیا گیا تھا؟"

لیواوبرسات نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "لوکیشن؟ وہ تو میں بتا چکا ہوں۔ یہ بنکر برلن میں بنایا گیا تھا"۔

"آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ بیشتر وقت انڈر گراؤنڈ رہے اور اوپر آئے تو آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی تھی"۔

"دیکھو.... وہ مجھے بنکر سے نکال کر شوٹ کرنے کے لیے لے گئے اور ٹرک تقریباً بیس منٹ چلتا رہا۔ لیکن راستے میں جا بجا تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے کی وجہ سے ڈرائیو کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اس لحاظ سے میں اسے دس منٹ کی ڈرائیو قرار دوں گا۔ جب انہیں احساس ہو گیا کہ ان کا روسیوں سے ٹکراؤ ہونے والا ہے تو انہوں نے مجھے ٹرک سے گرا دیا اور فرار ہونے کی کوشش کی۔ میں نے تمہیں بتایا تا کہ روسی جنگل سے نکلے تھے"۔

"کس جنگل سے؟"

"ارے بھئی شیئر گارٹن سے.... اور کہاں سے۔ ہٹلر کی چانسلری سے تھوڑا سا ہی فاصلہ ہے وہاں کا.... چانسلری اور فیورر بنکر سے۔ مجھے یقین ہے' اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ساتواں بنکر تعمیر کیا گیا تھا۔"

--------*

صبح کا وقت تھا مگر نکولس کیرخوف تھکن محسوس کر رہا تھا۔ وہ ڈیلنیز ریسٹورنٹ میں بیٹھا چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔ ٹیرس سے سامنے والی سڑک صاف دکھائی دے رہی تھی.... کینٹ اسٹراس! نکولس سوچ رہا تھا کہ ایسی معمولی سڑک کا اتنا زبردست نام رکھنے کی کیا تک ہے۔ ایسو کے پیٹرول پمپ سے آگے تک وہاں کوئی ڈھنگ کی دکان نظر نہیں آرہی تھی۔ ایسی کسی سڑک پر کسی آرٹ گیلری کی موجودگی سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن اس کی فہرست بتاتی تھی کہ وہاں ٹیسٹر نام کی گیلری موجود ہے۔ اور کیرخوف عہد کر چکا تھا کہ وسطی برلن کی کسی آرٹ گیلری کو نظر انداز نہیں کرے گا۔

اس ریسٹورنٹ میں وہ تھکن کی وجہ سے نہیں رکا تھا۔ بلکہ بات یہ تھی کہ اس کا حوصلہ جواب دینے لگا تھا۔ وہ فرسٹریشن کا شکار ہو رہا تھا۔ گزشتہ روز بھی وہ آرٹ گیلری کے چکر لگاتا رہا تھا اور صبح سے اب تک اس نے کرفرسٹن ڈیم کی تمام آرٹ گیلریوں کو ٹرائی کر لیا تھا لیکن بات نہیں بنی تھی۔

سورج بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا تھا۔ کیرخوف نے کرسی کھسکائی اور دھوپ سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اب وہ اس تلاش سے اکتا چکا تھا۔ دوسرے اسے لینن گراڈ بہت شدت سے یاد آرہا تھا۔ ویسے اس کا کام اچھا خاصا ہو چکا تھا۔ پینٹنگ میں جو عمارت تھی' اس کا پتا چل گیا تھا۔ اب وہ ناقدین کو با آسانی مطمئن کر سکتا تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ خود مطمئن نہیں تھا۔ تاریخ بتاتی تھی کہ ہٹلر نے ۴۵ء میں خودکشی کر لی تھی جب کہ وہ تصویر یقینی طور پر ۵۲ء کے بعد پینٹ کی گئی تھی۔ اب یا تو تاریخ غلطی پر تھی یا وہ تصویر ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی نہیں تھی۔ اور کیرخوف بددیانتی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا وہ بغیر کسی یقینی وضاحت کے برلن سے نہیں جا سکتا تھا۔

دھوپ نے اسے تازہ دم کر دیا۔ اس نے چائے کی پیالی خالی کر کے رکھی اور بل ادا کر کے نیچے کینٹ اسٹراس پر چلا آیا۔

پانچ منٹ بعد اسے مطلوبہ سائن بورڈ نظر آگیا۔ وہ چھ منزلہ جدید طرز کی عمارت کے گراؤنڈ فلور پر جدید طرز کی ہی کشادہ دکان تھی۔

کیرخوف پہلے ڈسپلے ونڈو کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہاں تین پینٹنگز تھیں.... برلن کے مناظر کی۔

کیرخوف دروازے کی طرف بڑھا اور اندر داخل ہوا۔ گیلری اندر سے بھی ٹھیک ٹھاک تھی۔ پینل والی دیواریں تھیں۔ فرش پر قالین تھا۔ دیواروں پر متعدد آئل پینٹنگز آویزاں تھیں۔ ایک طرف چھوٹی سی ڈیسک تھی۔ اس کے عقب میں چشمہ لگائے ہوئے ایک جوان آدمی بیٹھا کام کر رہا تھا۔ دور کونے میں ایک زینہ تھا جو میزانائن فلور کی طرف جاتا تھا۔

کیرخوف ڈیسک کی طرف بڑھا۔ اس کے قدموں کی آہٹ سن کر نوجوان نے سر اٹھایا.... اور کسٹمر کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"مسٹر ٹیسٹر؟" کیرخوف نے پوچھا۔

"جی.... میں ہی ٹیسٹر ہوں۔ فرمائیے.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" اس کی نظریں کیرخوف کے ہاتھ میں موجود کاغذ میں لپٹی ہوئی پینٹنگ پر جار کیں۔ "میرا خیال ہے' آپ کچھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہر خدمت کے لیے حاضر...."

"مجھے آپ سے کچھ معلوم کرنا ہے۔" کیرخوف نے کہا اور پینٹنگ کو کھول کر میز پر رکھ دیا۔ "شاید آپ اسے پہچان سکیں۔"

ٹیسٹر نے پینٹنگ اٹھا کر اس کا جائزہ لیا۔ "برلن کی عمارت.... اور میرا خیال ہے' تھرڈ ریش کی عمارت ہے۔ ناٹ وری گڈ" ذرا توقف کے بعد وہ بولا۔ "جی ہاں۔ جی ہاں۔ ہم وقتاً فوقتاً ایسی تصویروں سے پیچھا چھڑاتے رہتے ہیں۔"

"دیکھیں.... شاید اس سے بھی آپ نے ہی پیچھا چھڑایا ہو۔ مجھے یہ اپنے ایک واقف کار سے ملی ہے۔ میں اس تصویر کا ماخذ جاننا چاہتا ہوں۔ پہلے یہ بتائیں کہ آپ کے ہی ہاں سے خریدی گئی ہے نا؟"

"میں اسے نہیں پہچانتا۔ آپ کو ہمارے منیجر سے ملنا ہو گا۔ وہ آپ کو اس سلسلے میں کچھ بتا سکے گا۔" ٹیسٹر نے میزانائن فلور کی طرف رخ کر کے کسی کو آواز دی۔ "ڈیگر.... ڈیگر ذرا نیچے آؤ۔"

کیرخوف نروس ہو رہا تھا۔ اس کی نظریں میزانائن فلور کے زینے پر جمی تھیں۔ چند لمحوں میں ایک آدمی اترتا نظر آیا۔ اس کی عمر چالیس سے کچھ زیادہ ہو گی۔

"ڈیگر.... دیکھو تم ان صاحب کی کیا مدد کر سکتے ہو۔" ٹیسٹر نے اس سے کہا پھر وہ دو گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا' جو اسی وقت دکان میں داخل ہوئے تھے۔

"جی فرمائیے؟" ڈیگر نے کیرخوف سے کہا۔

کیرخوف نے پینٹنگ اسے دکھائی۔ "اسے پہچانتے ہیں آپ؟"

ڈیگر نے تصویر کو صرف ایک نظر دیکھا اور بولا۔ "جی ہاں۔ یہ تصویر بکنے سے پہلے ایک سال ہمارے پاس رہی۔ یہ ہٹلر کے اسٹائل کی تصویر ہے۔ کم ہی لوگ ایسی تصویریں پسند کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ کباڑ تھا' جسے میں نے بالآخر نکال دیا۔ مجھے یاد ہے' اسے خریدنے والا کسٹمر اطالوی تھا۔ اس نے یہ اس لیے خریدی کہ یہ ممکنہ طور پر ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی تھی۔"

کیرخوف کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ "خریدنے والے سے میں واقف ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں یہ جاننے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ یہ بیچی کس نے تھی۔ میرا مطلب ہے' آپ کو کس نے بیچی تھی۔ آپ کے پاس رسید تو ہوگی اس خریداری کی۔"

ڈیگر کے جسم میں تناؤ سا نظر آیا۔ اس نے کہا۔ "ہے تو سہی لیکن وہ میں کسی کو دکھا نہیں سکتا۔ ہم سودوں میں رازداری کا خیال رکھتے ہیں۔ اس بزنس میں اس بات کی بہت اہمیت ہے۔ آپ خود سوچیں اگر ہم اس طرح کی معلومات ہر کس و ناکس کو فراہم کرنے لگیں تو....."

کیرخوف نے اپنا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے عدم دلچسپی سے کارڈ کو دیکھا مگر پھر اسے جھٹکا سا لگا۔ "آپ.... آپ مسٹر کیرخوف ہیں۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔ "لینن گراڈ کے ہری میج میوزیم کے کیوریٹر....."

"جی ہاں۔"

ڈیگر کا رویہ ایک دم بدل گیا۔ "معاف کیجیے گا۔ آپ کی آمد تو ہمارے لیے ایک اعزاز ہے جناب۔ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"بس' مجھے یہ بتا دو کہ یہ تصویر تمہیں کس نے بیچی تھی۔ ہری میج میں ہٹلر کی پینٹنگز کا اچھا خاصا کلکشن موجود ہے۔ یہ تصویر مجھے ملی تو میں نے ہٹلر کی تصویروں کو علیحدہ سے نمائش میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ اس تصویر کے مستند حوالے بھی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مدد کرو گے۔"

"میں پوری کوشش کروں گا جناب۔" ڈیگر نے عاجزی سے کہا۔ "آپ ہمارے تعاون کے مستحق ہیں۔ میں ابھی پرچیز سلپ لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ آفس میں چلا گیا۔ اس روز پہلی بار کیرخوف کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔ اس نے پینٹنگ کو دوبارہ کاغذ میں لپیٹنا شروع کر دیا۔

وہ فارغ ہوا ہی تھا کہ ڈیگر واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سلپ تھی "ہمیں یہ تصویر ایک

جرمن خاتون نے فروخت کی تھی۔ اس کی عمر تیس بتیس کے لگ بھگ ہوگی۔ نام ہے مسز کلارا فینگ۔ خاتون نے مجھے بتایا تھا کہ تصویر انہیں کسی رشتے دار سے تحفے میں ملی ہے۔ خاتون کو تصویر پسند نہیں تھی لیکن وہ مروتاً انکار نہیں کر سکی تھیں۔ ان کے شوہر کے لیے یہ نازی ورک ہونے کی حیثیت سے ناقابل برداشت تھی۔ ان کے اصرار پر ہی وہ اسے بیچنے کے لیے لائی تھیں۔" ڈیگر نے سلپ کیرخوف کی طرف بڑھائی۔ "اس پر خاتون کا پتا موجود ہے۔"

"میں تمہارا شکرگزار ہوں۔"

"اب میں پچھتا رہا ہوں کہ میں نے یہ تصویر اتنی سستی کیوں بیچی۔"

"اس کی فن کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں دوست۔ بس یہ تاریخ کا حصہ ہے۔" کیرخوف نے اسے دلاسہ دیا۔

کیرخوف گیلری سے نکلا تو اس کی ٹانگوں میں جان پڑ چکی تھی۔

--------*

کلارا فینگ کے اپارٹمنٹ کی گھنٹی بجانے کے بعد کیرخوف کو احساس ہوا کہ اس کے اعصاب کشیدہ ہو رہے ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خاتون سے تفصیلی گفتگو کے لیے کیا کہا جائے۔ تصویر اس نے بغل میں دبائی ہوئی تھی۔

دروازے کے دوسری طرف قدموں کی چاپ قریب آتی سنائی دی تو اسے عذر بھی سوجھ گیا۔ دروازے میں ایک دراز قد' سیاہ بالوں والی جوان عورت کھڑی تھی۔ وہ دبلی پتلی تھی۔ عمر ۳۰ اور ۳۵ کے درمیان ہوگی۔ وہ متجسس نگاہوں سے کیرخوف کو دیکھ رہی تھی۔

"مسز کلارا فینگ؟" کیرخوف نے پوچھا۔

"جی فرمائیے۔"

"میرا نام نکولس کیرخوف ہے۔ مجھے آپ کا نام دیا گیا ہے' کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"ایک فن پارے کے متعلق۔"

کلارا کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔ "آرٹ؟ میں تو آرٹ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

کیرخوف سمجھ گیا کہ بات نہیں بنے گی۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ مجھے وضاحت کا موقع تو دیں۔" اس نے جیکٹ کی جیب سے بٹوا اور بٹوے سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف

بڑھایا۔ "میں لینن گراڈ کے ہرمیج آرٹ میوزیم کا نگران اعلیٰ ہوں۔ یہ بہت مشہور....."

"جی ہاں۔ میں نے بھی نام سنا ہے اس کا۔" کلارا نے کارڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں نے بتایا نا' میں تو آرٹ کے متعلق....."

"میں جانتا ہوں۔" کیرخوف نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں ایک ایسی تصویر کے متعلق' جس پر میں لکھوں گا بھی اور جسے نمائش میں رکھوں گا' آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ پلیز..... میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ بس مختصر سی بات کرنی ہے" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا..... اس توقع پر کہ وہ اسے اندر آنے کو کہے گی۔

"آجایئے' لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ....."

"شکریہ..... آپ کی بڑی مہربانی۔ بس چند منٹ۔"

"ٹھیک ہے' لیکن میرے خیال میں آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ لیکن آج میں مصروف بہت ہوں۔"

کیرخوف نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کی آرائش خوش ذوقی کی مظہر تھی۔ ایک کونے میں ایک وہیل چیئر رکھی تھی۔ کیرخوف ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ہٹلر کی پینٹنگ کھولی۔ کلارا اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور اس کی طرف متوجہ تھی۔

کیرخوف نے پینٹنگ باہر نکال کر اسے دکھائی "مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ آپ کے پاس تھی اور آپ نے اسے ٹیسٹر گیلری کو فروخت کیا تھا۔"

کلارا نے تصویر کو ایک نظر دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں نہ شناسائی جھلکی' نہ کوئی رد عمل۔ "اس میں ایسی کونسی خاص بات ہے کہ آپ جاننا چاہتے ہیں؟"

"یہ تھرڈ ریش کے عہد کی نادر تصاویر میں سے ہے۔ اس لیے مجھے اس میں دلچسپی ہے اور میں اس کے مستند ہونے کا ثبوت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

کلارا چند لمحے تصویر کو بغور دیکھتی رہی پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں..... یہ تصویر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ میرے پاس ایسی ہی ایک تصویر تھی مگر میرے شوہر کو وہ بہت بری لگتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس سے پیچھا چھڑا لیا۔ کب؟ یہ مجھے یاد نہیں۔"

کیرخوف اسے تولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا لیکن وہ فیصلہ نہ کر سکا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے یا سچی ہے۔ اس نے اپنی مایوسی کو دباتے ہوئے کہا۔ "مسز فبنگ' ٹیسٹر گیلری کے ہرڈیگر کو خوب یاد ہے کہ یہ تصویر انہیں آپ نے بیچی تھی۔ یہی نہیں' آپ کا نام بھی اور پتا بھی مجھے انہوں نے ہی دیا

ہے۔ آپ کو کچھ یاد آیا؟"

"ٹیسٹر گیلری والوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے"۔ کلارا اپنی جگہ ڈٹی رہی۔ "میں نے یہ تصویر پہلے کبھی نہیں دیکھی"۔

کیرخوف اب حملہ کرنے کے لیے کوئی رخنہ تلاش کر رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ مسز فبنگ جھوٹ بول رہی ہے۔ سوال یہ تھا کہ اسے ثابت کیسے کیا جائے۔ اس نے بڑی آہستگی سے تصویر کو کاغذ میں لپیٹنا شروع کر دیا۔ "ٹھیک ہے محترمہ۔ کوئی غلط فہمی ہی ہوئی ہو گی۔" اس نے کہا۔

"یقیناً..... مجھے افسوس ہے کہ آپ کا وقت ضائع ہوا۔"

کیرخوف اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ دروازے کی طرف چل دیا۔ "آپ کا شکریہ۔ افسوس کہ مجھے اس تصویر کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ معلوم ہو جاتا تو اچھا تھا۔"

کلارا نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔ اس موقعے پر وہ سوال کیے بغیر نہ رہ سکی۔ "اس پینٹنگ میں ایسی کون سی بات ہے کہ آپ اس میں اتنی دلچسپی لے رہے ہیں..... اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔"

کیرخوف نے باہر راہداری میں قدم رکھتے ہوئے بے دھڑک جواب دیا۔ "صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ تصویر ہٹلر نے ۵۲ء میں یا اس کے بھی بعد پینٹ کی تھی۔"

"ناقابل یقین۔" کلارا نے تند لہجے میں کہا۔ "سب جانتے ہیں کہ ہٹلر ۴۵ء میں مر گیا تھا۔"

"اسی لیے تو اس تصویر کی اتنی اہمیت ہو گئی۔ گڈ ڈے مسز فبنگ۔"

--------*

کلارا تمام وقت پریشان رہی۔ وہ اپنی آنٹی ایولین ہوفین کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ کیرخوف کے جاتے ہی وہ بیڈ روم کی طرف لپکی تھی اور اس نے سوئی ہوئی ماں کو جگا دیا تھا۔

"کیا بات ہے کلارا..... خوف زدہ لگ رہی ہو؟"

"میں واقعی خوف زدہ ہوں ماما۔ آپ کو وہ سرکاری عمارت کی تصویر یاد ہے' جو آنٹی ایولین نے شادی کی پہلی سالگرہ پر مجھے اور فرانز کو دی تھی۔"

لیزل سوتے سے اٹھی تھی اور ابھی پوری طرح نہیں جاگی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔

"وہ تصویر جو فرانز کو بہت ناپسند تھی..... جسے میں بیچ آئی تھی۔"

"ہاں..... یاد آ گیا۔ کیا ہوا اس تصویر کو؟"

"ابھی ایک شخص آیا تھا۔ کوئی آرٹ ایکسپرٹ تھا' کہہ رہا تھا.... کہ وہ اڈولف ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی تصویر ہے۔"

"بکواس.... ناقابل یقین۔"

"میں نے بھی یہی کہا تھا مگر اس نے تو اور بھی ناقابل یقین بات کر دی۔ کہتا تھا کہ ہٹلر نے وہ تصویر جنگ ختم ہونے کے بھی سات سال بعد پینٹ کی تھی۔" کلارا نے کہا اور پوری تفصیل سنا دی۔ "ماما' مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا چکر ہے لیکن وہ کیر خوف اس پر لکھے گا بھی۔ اور مجھے ڈر ہے کہ آنٹی ایولین کو معلوم ہو گا کہ میں نے وہ تصویر.... ماما! مجھے فوراً آنٹی کو یہ سب کچھ بتانا ہے۔ میں انہیں فون کروں گی۔"

"کلارا' تم جانتی ہو کہ ایولین کے ہاں فون نہیں مگر میں اس سے رابطہ کر سکتی ہوں۔ تم یہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"میں ان سے آج ہی ملنا چاہتی ہوں ماما۔"

"تم مجھے بستر سے اٹھاؤ اور پھر مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں دیکھتی ہوں۔"

اور اب اس بات کو دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ کلارا جانتی تھی کہ آنٹی ایولین سے رابطہ ہو گیا ہے اور اب وہ اس کی آمد کی منتظر تھی۔ وہ ڈر بھی رہی تھی۔ مزید دس منٹ گزر گئے۔ کلارا اور نروس ہو گئی۔ پھر دروازے کی گھنٹی بجی اور پُرکشش' پُرسکون' آنٹی ایولین اب اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"سوری آنٹی کہ میں نے آپ کو اس طرح زحمت دی۔" کلارا نے کہا۔

"ارے.... یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔ مجھے تو بس یہ فکر تھی کہ تم.... تم ٹھیک تو ہو نا؟ کوئی گڑبڑ تو نہیں؟"

میں خیریت سے ہوں آنٹی' لیکن ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں آپ کو جلد از جلد اس کے متعلق بتانا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ سے ایک اعتراف کرنا ہے.... اور مجھے ڈر ہے کہ آپ خفا ہو جائیں گی۔"

"کلارا ڈیئر' میں تم سے کبھی خفا نہیں ہو سکتی۔" ایولین نے کہا۔ "تمہیں معلوم ہی نہیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔"

"آنٹی.... یہ بات اس تصویر سے متعلق ہے' جو آپ نے مجھے اور فرانز کو ہماری شادی کی پہلی سالگرہ پر دی تھی۔ یاد ہے آپ کو.... وہ برلن کی ایک سرکاری عمارت کی پینٹنگ؟"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔" ایولین نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آنٹی.... وہ میں نے ایک سال پہلے ایک آرٹ گیلری کو فروخت کر دی تھی۔" کلارا پھٹ پڑی۔

ایولین بری طرح دہلی ہوئی نظر آئی۔ "بیچ دی تھی؟"

"بیچنی پڑی تھی آنٹی۔ میں مجبور تھی۔" کلارا اب گڑگڑا رہی تھی۔ "فرانز کو وہ سخت ناپسند تھی لیکن آپ کا تحفہ ہونے کی وجہ سے وہ مجھے بے حد عزیز تھی۔ ایک دن فرانز کے کچھ دوست آئے۔ انہوں نے وہ تصویر دیکھی تو فرانز کا بہت مذاق اڑایا۔ ان کا کہنا تھا کہ تصویر میں جو عمارت ہے' وہ نازی دور کی ہے اور تصویر بنائی بھی کسی نازی آرٹسٹ نے ہے.... بلکہ ممکن ہے' خود ہٹلر نے بنائی ہو۔ تمہارے گھر میں اس خوفناک پینٹنگ کا کیا کام؟ فرانز کے ایک دوست نے کہا تھا۔ آپ تو جانتی ہیں آنٹی کہ فرانز نازیوں سے کتنا چڑتا ہے۔ اس نے دوستوں کے جانے کے بعد مجھ سے سختی سے کہا کہ وہ اس پینٹنگ کو گھر میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں مجبور ہو گئی تھی آنٹی۔ آپ مجھے معاف کر دیں گی نا؟" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

ایولین ہوفین اب بھی ویسی ہی باوقار تھی۔ "بس.... یہی بتانا چاہتی تھیں تم؟ دیکھو کلارا' میں سمجھتی ہوں کہ اولیت تمہارے شوہر کی ہے تمہارے لیے۔ تم نے ٹھیک کیا۔"

"بات اتنی سی نہیں ہے آنٹی۔" کلارا نے کہا۔ پھر اس نے اسے کیر خوف کی آمد اور پوچھ گچھ کے متعلق بتایا۔

"تم نے اسے کیا بتایا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو یہ تصویر پہلے کبھی دیکھی بھی نہیں۔ ایک بات اور آنٹی.... اور بڑی عجیب اور ڈرانے والی بات ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"جاتے جاتے میں نے کیر خوف سے پوچھا کہ وہ اس معمولی تصویر میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ تصویر اڈولف ہٹلر نے پینٹ کی ہے اور وہ بھی ۵۲ء میں۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ ناممکن ہے ہٹلر ۴۵ء میں مر گیا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے ۵۲ء میں اسے پینٹ کیا ہو۔ لالاہاں' یہی تو دلچسپ بات ہے۔"

ایولین سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ "لغویات ہے۔ مجھے تو یہ کیر خوف پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا آنٹی۔ وہ تصویر ہٹلر کی پینٹ کی ہوئی تو نہیں ہو سکتی۔ ایک بات

بتائیں آنٹی۔ آپ کو وہ کہاں سے ملی تھی؟"

"وہ ہٹلر کی پینٹ ہوئی نہیں ہو سکتی۔" ایولین نے زور دے کر کہا۔ "میرے شوہر تمہارے انکل اپنے ذخیرے میں کسی نازی کی کوئی چیز شامل نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کیرخوف کوئی دیوانہ ہی ہو گا' تم سب کچھ بھول جاؤ اور یہ تو سوچنا بھی نہیں کہ میں تم سے ناراض ہوں۔" ایولین نے اٹھ کر کلارا کا رخسار چوما۔ "میں ہمیشہ تم سے محبت کرتی رہوں گی۔ اچھا... اب میں چلتی ہوں۔"

--------*

ولف گینگ شمٹ اپنی مخصوص میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے ایولین کی آمد کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ایولین مسکرائی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ شمٹ نے اس سے معذرت کی اور پوچھا۔ "کھانا کھاؤ گی؟"

"نہیں شمٹ۔ بھوک بالکل نہیں ہے۔ میرے لیے وائٹ وائن منگوا دو۔" شمٹ نے بیرے کو پکارا اور آرڈر دیا۔ "مجھے امید تھی کہ تم مل جاؤ گے۔" ایولین بولی۔

"تمہارا پیغام میرے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے ایفی۔ اور ریزل نے بتایا تھا کہ معاملہ ارجنٹ ہے۔"

"واقعی ارجنٹ ہے۔ پہلے میں سمجھی تھی کہ بات اتنی اہم نہیں لیکن ولف گینگ' معاملہ واقعی سنگین ہے۔"

"مجھے بتاؤ تو سہی۔"

"بات اس پینٹنگ سے متعلق ہے' جو میں نے کلارا کو تحفے میں دی تھی۔"

"کون سی پینٹنگ؟"

"بہت پرانی بات ہے۔ اس لیے بھول گئے ہو تم۔" ایولین نے کہا۔ "برسوں پہلے ایک وقت ایسا آیا' جب فیورر پر بیزاری مسلط ہونے لگی تھی۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا۔ میں نے وہ بلڈنگ تھی نا... گوئرنگ ائر منسٹری' اس کی تصویر کھینچی اور لا کر فیورر کو دے دی۔ میں اسے کوئی مصروفیت فراہم کرنا چاہتی تھی اور میں جانتی تھی کہ اسے پینٹ کرنے میں کتنی دلچسپی ہے۔ فیورر نے اسے پینٹ کر دیا تھا...."

"مجھے یاد آ گیا۔ تم نے وہ پینٹنگ شادی کی سالگرہ پر کلارا کو دے دی تھی۔" ولف گینگ نے کہا۔

"ہاں۔ وہ میری غلطی تھی۔" ایولین نے اداسی سے کہا۔ "اس لیے کہ کلارا نے اسے فروخت کر دیا۔ کیونکہ اس کے شوہر کو وہ پسند نہیں تھی۔ وہ ایک روسی تک پہنچ گئی۔ وہ لینن گراڈ کے میوزیم کا کیوریٹر ہے۔"

"نکولس کیرخوف۔" شمٹ نے جلدی سے کہا۔ "مس سارہ رحمان کے دوستوں میں سے ایک۔"

"ہاں۔ بہرحال کیرخوف ایکسپرٹ ہے۔ اس نے پہچان لیا کہ وہ فیورر کا کام ہے۔ اب وہ اس کے بارے میں اور جاننا چاہتا ہے۔ وہ کلارا سے ملنے گیا تھا۔"

"لیکن کلارا تو اسے کچھ بھی نہیں بتا سکتی۔ وہ کچھ جانتی ہی نہیں۔"

ایولین نے جام سے ایک گھونٹ لیا۔ "مسئلہ یہ نہیں ہے ولف گینگ۔ کیرخوف نے رخصت ہونے سے پہلے کلارا کو بتایا کہ وہ اس تصویر میں اتنی زیادہ دلچسپی اس لیے لے رہا ہے کہ تصویر ۱۹۵۲ء میں یا اس کے بعد پینٹ کی گئی ہے.... جب کہ پینٹ کرنے والے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۹۴۵ء میں مر گیا تھا۔"

"یہ کیسے معلوم ہو گیا اسے؟"

"مجھے بالکل اندازہ نہیں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ کیرخوف کو شک ہو گیا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں واقعات جس طرح بیان کیے جاتے ہیں' اس طرح پیش نہیں آئے تھے۔"

"یعنی معاملہ سنگین ہے!"

"بہت زیادہ۔ ہمیں بہت محتاط رہنا ہو گا ولف گینگ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اتنی بڑی غلطی کی۔"

"تم فکر نہ کرو ایفی۔ میں دیکھ لوں گا۔ عنقریب اس پینٹنگ کا وجود ہی نہیں رہے گا.... کم از کم ثبوت کی حیثیت سے۔"

"یقین سے کہہ رہے ہو؟"

"یہ میرا وعدہ ہے۔ ابھی میں اس سلسلے میں سوچوں گا۔ اندازہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ کیرخوف کا اگلا قدم کیا ہو سکتا ہے.... اور یہ کہ مجھے کیا احتیاطی تدابیر کرنی ہوں گی۔" اس نے ایولین کا ہاتھ تھپتھپایا۔ "تم پریشان نہ ہو ایفی۔ کل پھر مجھ سے یہیں ملنا۔ ہماری انٹیلی جنس کم نہیں۔ ہم بہت تیزی سے حرکت میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ولف گینگ۔ کل.... یہیں.... میں آجاؤں گی۔"

--------*

بوڑھی لیکن خوبصورت عورت اپنی عمر کے لحاظ سے بہت تیز چل رہی تھی۔ نکولس کیرخوف کرائے کی کار میں بہت کم رفتار سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے اسے کوڈیم سے مڑ کر ایک ریسٹورنٹ میں جاتے دیکھا۔ ریسٹورنٹ کا نام میپس گیوٹ اسٹیوب تھا۔

خوش قسمتی سے کیرخوف کو پارکنگ کی جگہ مل گئی۔ کوئی ایک بلاک دور گاڑی پارک کر کے وہ تیز قدموں سے واپس آیا۔ ریسٹورنٹ کے قریب پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ کھلا کیفے بھی ہے اور بند ریسٹورنٹ بھی۔ اس نے عورت کو ریسٹورنٹ جاتے دیکھا تھا۔ لہٰذا کیفے میں قدم رکھنے میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

اندر داخل ہو کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ درمیانی راستے کے قریب اسے ایک خالی میز نظر آ گئی۔ میز کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ریسٹورنٹ کے کھلے دروازے سے اندر دیکھا۔ وہاں ایک ڈائننگ روم تھا۔ بوڑھی عورت کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ بیٹھ گیا۔ ویٹر نے اسے مینو لا کر دیا۔ اسے بھوک نہیں تھی لیکن آرڈر تو دینا ہی تھا۔ سو اس نے چیری کی آئس کریم منگوائی۔ سگریٹ پینے کے دوران وہ اب تک کے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا۔ کلارا فیبگ سے ملاقات بے سود رہی تھی لیکن اسے..... بہرحال اس پر شک ہو گیا تھا۔ آخر وہ جھوٹ کیوں بول رہی تھی؟ کچھ سوچ کر اس نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ بہت زیادہ پریشان ہوئی تو یقیناً گھبرا کر نکلے گی اور کسی سے ملنے جائے گی۔ تب وہ اس کا تعاقب کرے گا۔

دو گھنٹے گزر گئے اور اسے بے وقوف بننے کا احساس ہونے لگا۔ اس دوران بلڈنگ میں تین افراد داخل ہوئے تھے۔ ایک شاپنگ بیگ لیے ہوئے بڈھا آدمی۔ ایک خوبصورت بوڑھی عورت اور ایک لڑکا' جس کے ہاتھ میں کتابیں تھیں۔ بلڈنگ سے نکلا کوئی بھی نہیں تھا۔ اب کیرخوف سوچ رہا تھا کہ شاید کلارا فیبگ کے لئے اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ اب وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ شاید اس کے بارے میں اس کے شبہات بے بنیاد ہیں۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اس نے دو عورتوں کو اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے پر دیکھا۔ ان میں ایک کلارا تھی۔ وہ اس خوب صورت بوڑھی عورت کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی' جسے کیرخوف نے کچھ دیر پہلے عمارت میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ پھر کلارا بلڈنگ میں چلی گئی اور بوڑھی عورت سڑک پر آ گئی۔

کیرخوف کو احساس ہوا کہ اس کا خیال درست تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ کلارا نے خود کہیں جانے کے بجائے کسی کو اپنے گھر بلا لیا تھا۔

اب وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ آئس کریم کھاتے ہوئے وہ اس کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی سراغ تھا بھی نہیں۔

چالیس منٹ ہو گئے۔ اس نے بل ادا کیا ہی تھا کہ اس کی ریاضت رنگ لائی۔ خوب صورت عورت ایک ریچھ نما بھاری بھرکم مرد کے ساتھ باہر نکلی۔ مرد کی عمر ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان ہو گی۔ وہ دونوں کیفے کے درمیانی راستے سے گزر رہے تھے کہ جامنی لباس پہنے ایک عورت نے اٹھ کر مرد کو آواز دی۔ "ولف گینگ' کیسے ہو؟"

ولف گینگ نے رک کر عورت سے ہاتھ ملایا اور اس کی مزاج پرسی کی۔ خوب صورت بوڑھی عورت جو آگے جا چکی تھی' رکی اور اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ واپس آئی تو ولف گینگ نے ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد دونوں کا تعارف کرایا۔ "یہ ارسلا ہے۔ اور ارسلا یہ ہیں ایولین ہولین....." گویا بوڑھی خوب صورت عورت کا نام ایولین ہوفمین تھا۔

پھر ولف گینگ نامی وہ شخص ایولین ہوفمین کو باہر لے گیا۔ فٹ پاتھ پر دونوں کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی پھر دونوں جدا ہوئے اور مختلف سمتوں میں چل دیئے۔

کوڈیم سے اسے زیادہ آگے نہیں جانا پڑا۔ کیونکہ ایولین کی منزل وہاں کا بس اسٹاپ ثابت ہوا تھا۔ وہ وہاں قطار میں دوسروں کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔ چند منٹ بعد ایک پیلے رنگ کی ڈبل ڈیکر بس آئی۔ وہ ۲۹ نمبر روٹ کی بس تھی۔ کیرخوف اس وقت تک دیکھتا رہا' جب تک ایولین بس میں سوار نہیں ہو گئی پھر وہ پلٹا اور اس طرف لپکا جہاں اس نے کار پارک کی تھی۔

اب کیرخوف بڑی احتیاط سے بس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اسے اس بات کا دھیان خاص طور سے رکھنا تھا کہ ایولین اس کی بے خبری میں بس سے نہ اتر جائے۔ بس مختلف اسٹاپس پر رکتی رہی لیکن ایولین اب تک بس سے نہیں اتری تھی۔ کیرخوف کے لیے وہ اجنبی علاقہ تھا۔ چنانچہ اس کی معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسے نئی نئی سڑکوں اور ایونیوز کے نام یاد ہو رہے تھے۔

پندرہ منٹ بعد بس شوبر گراسٹراس پر رکی۔ کیرخوف نے بھی اپنی کار کی رفتار کم کر دی تھی۔ وہاں بس سے دو مسافر اترے۔ ان میں ایک ایولین تھی۔

بس چلی گئی اور کیرخوف ایولین کو فٹ پاتھ پر چلتے دیکھتا رہا۔ ایولین نے بائیں جانب دیکھا اور چوڑی سڑک پار کی پھر اس نے ایک اور سڑک پار کی۔ ایک لمحے کو وہ کارنر والی دکان کے سامنے رکی۔ دکان کے برابر چھوٹا سا ایک کیفے تھا۔ ایولین نے دروازہ کھولا اور کیفے میں چلی گئی۔ کیرخوف

بھی اپنی کار کیفے کی طرف لے گیا۔ کارنر سے وہ بائیں جانب مڑا اور کم رفتار سے کیفے کے سامنے سے گزرا۔ کیفے کا نام "کیفے ولف" تھا۔ وہ اسٹریس مین اسٹراس اور راین ہالٹر اسٹراس کے سنگم پر واقع تھا۔

کیرخوف نے اسٹریس مین اسٹراس پر کار پارک کرنے کے لیے جگہ تلاش کی پھر وہ کار کو پارک کر کے اتر آیا۔ فٹ پاتھ پر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے علاقے کا حدود اربعہ سمجھنے کی کوشش کی۔ اسٹریس مین اسٹراس کا شمالی سرا ایک دیوار نے بلاک کر دیا تھا۔ دیوار برلن نے جو سیکیورٹی زون کو گھیرے میں لیے ہوئے تھی۔ یعنی اس دیوار کے دوسری طرف مشرقی برلن کا سیکیورٹی زون تھا۔ کیرخوف نے سڑک کے دوسرے سرے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ وہ بار بار پلٹ کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں ایولین کیفے سے نہ باہر نکل آئی ہو۔

ہروبس ہوٹل پہنچ کر اس نے سڑک پار کر لی۔ وہاں ایک خالی پلاٹ تھا۔ برابر میں جنگ میں تباہ ہونے والی ایک عمارت کے کھنڈرات تھے۔ پلاٹ اب جھاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کیرخوف پلٹا اور اس کیفے کی طرف چل دیا، جس میں ایولین ہوفین گھسی تھی۔ وہاں چھوٹی دکانوں کا ایک سلسلہ تھا۔ ایک ماڈل کاروں اور ہوائی جہازوں کی دکان تھی پھر ریڈیو مرمت کی دکان تھی پھر ایک لائبریری اور اس کے برابر پارلر تھا۔ اس کے برابر ہیرڈریسر کی ایک دکان تھی اور اس کے برابر کیفے ولف اور کارنر پر بک اسٹور تھا، جہاں تمباکو بھی فروخت کیا جاتا تھا۔

کیفے کے داخلی دروازے کے دونوں طرف کھڑکیاں تھیں۔ کیرخوف نے اندر دیکھا۔ اندر ایک بار تھا، کچھ گول میزیں تھیں اور ایک جیوک باکس تھا۔ نیلی جینز پہنے ایک ویٹریس ایک میز سرو کر رہی تھی۔ ایک اور جوڑا عقب میں بیٹھا نظر آیا لیکن ایولین دکھائی نہیں دی۔

اگرچہ ایولین نے کیرخوف کو نہیں دیکھا تھا مگر کیرخوف پھر بھی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ وہ زیادہ دیر سڑک پر بھی نہیں رہنا چاہتا تھا۔ سڑک کے بالکل سامنے الیکا نسٹر پلائز کا بس اسٹاپ تھا۔ داہنی جانب برن برگر اسٹراس تھی۔ وہ کارنر کی طرف چلا گیا اور سگریٹ پیتا رہا۔ بس اسٹاپ پر وہ نہیں رک سکا۔ وہاں اسے بہت زیادہ نمایاں ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو گیا۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب اندھیرا ہونے لگا تھا۔ رات سر پر آرہی تھی۔ وہ بار بار کیفے کے دروازے کی طرف دیکھتا رہا لیکن ایولین باہر نہیں آئی۔ ایک جوڑا نکلا۔ اور ذرا دیر بعد دوسرا جوڑا بھی کیفے سے رخصت ہو گیا۔ کیرخوف ایولین کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر کیفے سے ایک جوان آدمی نکلا۔ وہ شاید بارٹینڈر تھا۔ اس کے بعد نیلی جینز والی ویٹریس باہر

...ی۔ اس نے پودوں کو پانی دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ اس کے بعد وہ رخصت ہونے کے لیے نکلی ...ن ایولین باہر نہیں آئی۔ کیرخوف کو پھر بے وقوف بننے کا احساس ستانے لگا۔ ایک تو یہ ضروری ...ں تھا کہ ایولین اسے کسی کلیو تک پہنچاتی۔ کلارا فینگ سے اس کا کوئی تعلق ضرور تھا لیکن کلارا ...ینگ سے بے تعلقی ظاہر کر چکی تھی۔

پھر کیفے کی لائٹس آف ہو گئیں۔ اب کیرخوف کے کان کھڑے ہوئے۔ کیفے ولف بند ہو چکا ...ا لیکن ایولین باہر نہیں آئی تھی۔ یہ اچھا خاصا معما تھا۔ کیرخوف نے سوچا، ممکن ہے کوئی عقبی ...روازہ بھی ہو اور ایولین اس سے نکل گئی ہو۔ ممکن ہے کہ وہ کیفے کی مالکہ ہو اور کیفے کے اوپر ہی ...ہتی ہو۔ یہ امکانات تھے تو سہی لیکن کیرخوف کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ چکر کوئی اور ہے۔

وہ کھڑے کھڑے تھک گیا تھا۔ چنانچہ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ بند کیفے کے سامنے کھڑے ...ونے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ سارہ رحمان یا احمد جاہ سے بات کرنی ہو گی۔ کیونکہ وہ ...ونوں بھی اس معاملے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ اس کا ارادہ ...سارہ کے ہوٹل جانے کا تھا۔

------*

وہ ہوٹل پہنچ گیا تو سارہ احمد اور نووا ہوٹل سے نکل رہے تھے۔ "مجھے تم لوگوں سے ضرور بات کرنی ہے۔" اس نے کہا۔

"تو ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم کھانا کھانے جا رہے ہیں۔ مجھے صبح ہی بنکر پہنچنا ہے۔ آج وہاں نائٹ شفٹ میں بھی کام شروع ہوا ہے۔" سارہ نے کہا۔

وہ ان کے ساتھ کیفے میں چلا آیا۔ وہ پُرسکون ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں تنہائی تھی۔ کھانے کا آرڈر دینے کے بعد احمد نے کہا۔ "ہاں.... اب بتاؤ۔ کیا بات ہے؟"

کیرخوف نے انہیں اپنی دن بھر کی کارگزاری سنا دی۔

سب کچھ سننے کے بعد نووا نے کہا۔ "ممکن ہے، وہاں اس کا کمرا ہو۔"

"نہیں۔ اس کا لباس، اس کی چال ڈھال اس کا شاہانہ انداز! نہیں۔ اس جیسی عورت ایسی کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔"

"تو پھر؟" سارہ نے کہا۔ "تم اس کی کوئی وضاحت کر سکتے ہو؟"

"اس کے لیے تو تم لوگوں کے پاس آیا ہوں میں۔" کیرخوف نے کہا۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔" سارہ بولی۔

"تم نے کہا ہے کہ یہ کیفے ولف دیوار برلن کے علاقے میں کہیں ہے؟" احمد نے پوچھا۔

"ہاں.... اسٹریس مین سٹراس پر ہے یہ کیفے۔ اس سڑک کو آگے جا کر دیوار برلن بند کر دیتی ہے۔"

"اور دوسری طرف بدفون فیورر بنکر ہے۔" احمد نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"سنو.... مجھے تو یہ حماقت ہی لگتی ہے۔ تمہارے خیال میں اس ایولین ہوفین کو اتنی اہمیت دینی چاہیے؟" کیرخوف نے پوچھا۔

"وقت ہمارے پاس ویسے ہی کم ہے۔ میرا خیال ہے، فی الحال اس معاملے کو خانہ التوا میں ڈال دیا جائے۔" احمد بولا۔ سارہ نے تائید میں سر ہلایا۔

------*

سارہ اور احمد سوئٹ میں سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ سارہ نے ریسیور اٹھایا۔ فون کیرخوف کا تھا اور وہ آواز سے بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔ "کیا بات ہے نکولس؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ ابھی اپنے کمرے میں واپس آیا ہوں۔ نا وقت پریشان کر رہا ہوں لیکن یہ فون ضروری تھا۔"

"بات کیا ہے؟"

"میری وہ پینٹنگ.... ہٹلر والی.... وہ غائب ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ چرائی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ پینٹنگ تھی کہاں؟"

"میرے پاس کرائے کی کار ہے نا۔ اس کی ڈکی میں رکھی ہوئی تھی اور تم لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے جانے سے پہلے میں نے کار کے دروازے اور ڈکی کو مقفل کر دیا تھا۔"

"کار کہاں پارک کی تھی تم نے؟"

"سڑک کے کنارے۔ تم لوگوں سے رخصت ہو کر میں واپس پہنچا۔ کار کے دروازے لاک تھے۔ میں نے پینٹنگ نکالنے کے لیے ڈکی کھولی تو وہ موجود نہیں تھی۔ کسی نے نکال لی ہے۔"

"ہم لوگوں کے علاوہ اس پینٹنگ کے بارے میں کتنے لوگ جانتے تھے۔" سارہ نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ "آرٹ ڈیلر اور وہ لڑکی کلارا فینگ۔ بس؟"

"ہاں۔ میرے خیال میں اور تو کسی کو معلوم نہیں تھا۔"

"نہیں۔ میں نے ایک نام چھوڑ دیا ہے۔ ایولین ہوفین۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اسے معلوم ہو گا۔" سارہ نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ کلارا نے مجھے رخصت کرتے ہی اسے بلایا تھا۔"

"تم پوچھ رہے تھے کہ ایولین کی اہمیت ہے یا نہیں اور ہم سوچ رہے تھے کہ وقت کیوں ضائع کیا جائے۔ مگر نکولس، اب میرا خیال بدل گیا ہے، ایولین یقیناً اہم ہے۔" وہ چند لمحے سوچتی رہی۔ "نکولس، جہاں تم نے اتنی محنت کی ہے، اور بھی کر لو۔ میرا مشورہ ہے کہ صبح ہی سے کیفے ولف کی نگرانی کرو۔ دیکھو.... ایولین باہر آتی ہے یا نہیں۔" اسے کچھ خیال آیا.... وہ احمد کی طرف مڑی۔ "احمد.... اب تو تمہارے پاس بھی اجازت نامہ موجود ہے۔ کل تم فیورر بنکر میں میری جگہ کام سنبھال سکتے ہو؟"

"بخوشی۔" احمد نے کہا۔ "لیکن تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں نکولس کے ساتھ اسٹریس مین اسٹراس پر ہوں گی۔ سن لیا نکولس تم نے؟ میں اس ایولین ہوفین کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

------*

اسٹیرس مین اسٹراس پر دن کا آغاز ہوا تو وہ تین تھے اور اختتام پر ان میں سے صرف ایک رہ گیا تھا۔

کیفے ولف صبح نو بجے کھلتا تھا۔ وہ اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ نکولس کیرخوف ڈرائیو کر رہا تھا۔ سارہ اس کے برابر بیٹھی تھی اور ٹوو اعقبی نشست پر تھی۔ انہوں نے کیفے ولف سے کوئی آدھے بلاک کے فاصلے پر گاڑی پارک کی۔ پہلے انہوں نے ویٹریس اور بارٹینڈر کو آتے اور کیفے میں داخل ہوتے دیکھا۔ کیرخوف انہیں پہچانتا تھا۔ ویٹریس نے کیفے کا مقفل دروازہ اپنی چابی سے کھولا تھا۔

"کیرخوف' ایولین کو صرف تم نے دیکھا ہے۔ ہم تم پر ہی انحصار کر رہے ہیں۔" سارہ نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں چوکنا رہوں گا۔ یہ معاملہ میرے لیے بھی اتنا ہی اہم ہے۔" کیرخوف نے اسے یقین دلایا۔

کار کے ریڈیو پر موسیقی کا پروگرام لگانے کے بعد وہ خود کیفے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ موسیقی سارہ اور ٹوو اکے لیے تھی۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔ نہ کوئی کیفے سے نکلا' نہ کیفے میں داخل ہوا۔ پھر چار گاہک کیفے میں داخل ہوتے نظر آئے۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی اپنی راہ پر چلے بھی گئے۔ سارہ احمر کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ بنکر میں کیا کر رہا ہو گا اور بنکر میں کھدائی کا کام کہاں تک پہنچا ہو گا۔

"میں اس ایولین ہوفین کو دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ بڑبڑائی۔ "دیکھ کر ہی رہوں گی۔" اسی وجہ سے وہ بنکر بھی نہیں جا رہی تھی۔

سارہ سنبھل کر بیٹھ گئی اور کار کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ٹوو اکا بھی یہی حال تھا۔

وہ بھورے بالوں والی خوبصورت عورت تھی۔ قد کوئی ساڑھے پانچ فٹ کے قریب ہو گا۔ وہ خوش لباس بھی تھی اور بڑے باوقار انداز میں چل رہی تھی۔ اس نے سڑک پار کی اور بس اسٹاپ کی طرف بڑھ گئی۔ ذرا دیر بعد بس آئی اور وہ اس میں سوار ہو گئی۔

کیرخوف نے اپنی کار اسٹارٹ کر دی۔ "اب ہم اس کے پیچھے چلیں گے۔"

کیرخوف نے گزشتہ روز کے انداز میں بس کا پیچھا شروع کیا۔ اس نے درمیانی فاصلہ زیادہ رکھا تھا۔ بس رکتی تو وہ بھی کار کی رفتار کم کر دیتا پھر بس کے اور اس کی کار کے درمیان دو کاریں حائل ہو گئیں۔ کیرخوف اور مطمئن ہو گیا۔

ذرا دیر بعد کیرخوف نے کہا۔ "اگر میرا اندازہ درست ہے اس کی منزل کے بارے میں تو یہ اگلے کارنر پر بس سے اترے گی۔" اس نے کار کی رفتار کم کر دی۔

اس کی بات درست ثابت ہوئی۔ کر فرسٹن ڈیم پر جو بس سے پانچ چھ مسافر اترے' ان میں

ایولین ہوفین بھی شامل تھی۔

"اب یہ نیس بیک اسٹراس جائے گی۔" کیرخوف نے پیش گوئی کی۔ "اسی بلاک کے وسط میں ایک اپارٹمنٹ ہاؤس ہے۔ یہ اس کی تیسری منزل کے ایک اپارٹمنٹ میں جائے گی۔ وہاں کلارا فینگ رہتی ہے۔ اب میں گاڑی پارک کر رہا ہوں۔"

اسٹین پلائز میں گاڑی پارک کر کے کیرخوف نیچے اترا اور پلٹ کر بھاگتا ہوا کارنر کی طرف گیا۔ وہاں سے وہ نیس بیک اسٹراس پر جھانک رہا تھا۔ سارہ اور ٹوو ابھی اس کے پاس پہنچ گئیں۔ "میں نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ ایک بلڈنگ میں گئی ہے۔ میں جا کر چیک کرتا ہوں کہ یہ وہی بلڈنگ ہے یا نہیں!"

چند منٹ بعد کیرخوف واپس آ گیا' اس نے طمانیت سے سر ہلایا۔ "وہ کلارا سے ملنے گئی ہے۔"

"جانے وہاں کیا ہو رہا ہو گا۔" سارہ نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ معلوم ہو جائے گا۔" کیرخوف نے کہا۔ "ہم یہیں انتظار کریں گے۔ شاید میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں سے کہاں جائے گی۔ اب ہم لوگ منتشر ہو جائیں۔ آپ لوگ دکانوں کے شوکیسوں کا جائزہ لیں۔ وہ کوڈیم آئے گی تو ہم مناسب فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کریں گے۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں جائے گی؟" ٹوو انے پوچھا۔

"اندازہ تو ہے لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" کیرخوف نے جواب دیا۔ "خیر.... ابھی پتا چل جائے گا۔"

وہ تھکا دینے والا انتظار تھا۔ چالیس منٹ وہ کشیدہ اعصاب لیے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ اچانک کیرخوف نے کہا۔ "وہ آ رہی ہے ہمیں چوتھائی بلاک کے فاصلے سے تعاقب کرنا ہے۔"

سارہ اور ٹوو اکیرخوف سے دور ہو گئیں۔ کیرخوف کیمروں کی ایک دکان کے شوکیس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سارہ اور ٹوو اسڑک کے دوسری طرف ایک شوکیس کو دیکھنے لگیں۔ جلد ہی وہ راہ گیروں کے ہجوم میں گھل مل گئی۔ کیرخوف نے سارہ اور ٹوو اکو اشارہ کیا۔ وہ دونوں سڑک پار کر کے اس کی طرف چلی آئیں۔ "اب چل دو۔ وہ جا رہی ہے وہ۔"

وہ بھی راہ گیروں کے ہجوم میں جگہ بناتے اس طرف بڑھنے لگے' جہاں ایولین جا رہی تھی۔ انہوں نے ایولین کو ایک لمحے کے لیے نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔

کوڈیم کے ٹریفک سگنل پر ایولین رکی اور لائٹ ریڈ ہونے کا انتظار کرنے لگی پھر دوسروں کے

ساتھ اس نے بھی سڑک پار کرلی۔

کیرخوف نے کہا۔ "میرا اندازہ درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہیں جا رہی ہے۔" اس نے میپس گیوٹ اسٹیوب کے سائن بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "کل بھی میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس ریسٹورنٹ تک پہنچا تھا۔ چلو.... دیکھتے ہیں۔"

وہ دیکھتے رہے۔ ایولین فٹ پاتھ سے ہٹی اور ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئی۔ "اب ہم کیا کریں؟" ٹووا نے پوچھا۔

"ہم ریسٹورنٹ کے قریب ہی رہیں گے۔ میرا خیال ہے' یہ اس ریچھ سے ہی ملنے جا رہی ہے۔ اس کا نام ولف گینگ ہے۔ مجھے اس کے بارے میں تجسس ہے کہ وہ کون ہے آخر؟"

"یہ معلوم کرنا میرا کام ہے۔" ٹووا نے کہا۔ "تم دونوں عورت کے پیچھے لگے رہنا۔ میں مرد کا پیچھا کروں گی۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔" کیرخوف نے کہا۔

"ہمیں کتنی دیر انتظار کرنا ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"کل تو وہ پون گھنٹے میں واپس آ گئی تھی۔" کیرخوف نے بتایا۔

"تو پھر کیفے میں بیٹھ جائیں۔ میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے اور معلوم نہیں کہ اس چکر میں کھانے کا وقت کب ملے۔" سارہ نے کہا۔

"یہاں نہیں.... وہ سامنے جو کیفے ہے' وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔" کیرخوف نے تجویز پیش کی۔

وہ تینوں سامنے والے کیفے میں ایک ایسی میز پر بیٹھ گئے جہاں سے ریسٹورنٹ پر نظر رکھی جا سکتی تھی۔ آرڈر کی تعمیل اور پیٹ پوجا میں آدھا گھنٹہ نکل گیا۔ کیرخوف بل ادا کر رہا تھا کہ سارہ نے اسے ٹھوکا دیا۔

"نکولس.... وہ باہر آئی ہے۔ ساتھ ایک آدمی بھی ہے۔ واقعی ریچھ ہی لگتا ہے۔ وہی ہے نا؟"

کیرخوف نے سڑک کے پار دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ "ہاں.... یہ وہی آدمی ہے.... ولف گینگ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اور میرا خیال ہے' دونوں الگ الگ جائیں گے۔ ٹووا' تم ولف گینگ کا پیچھا کرو۔ ہم تم سے ہوٹل میں ملیں گے۔ سارہ.... ایولین شاید اب بس اسٹاپ کی طرف جائے گی۔ تم اس کے پیچھے چلو۔ میں کار لے کر آ رہا ہوں۔"

ایولین اور ولف گینگ چند منٹ ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑے باتیں کرتے رہے پھر دونوں

مخالف سمتوں میں چل دیئے۔

"ٹھیک ہے۔ اب چل دو" کیرخوف نے کہا اور اس طرف چل دیا' جہاں اس نے کار پارک کی تھی۔

چند منٹ بعد وہ اپنی کار میں کوڈیم کی طرف آیا۔ وہ سارہ کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا پھر سارہ اسے فٹ پاتھ پر نظر آئی۔ وہ ہاتھ ہلا کر اسے اشارہ کر رہی تھی۔ کیرخوف نے اس کے پاس گاڑی روکی اور فرنٹ سیٹ والا دروازہ کھول دیا۔ سارہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ انگلی سے سامنے اشارہ کر رہی تھی۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ ابھی بس میں بیٹھی ہے.... بس ابھی گئی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔" کیرخوف نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

ایک منٹ بعد اسے معلوم ہو گیا کہ وہ روٹ نمبر ۲۹ ہی کی بس تھی۔

پندرہ منٹ بعد انہوں نے ایولین کو بس سے اترتے دیکھا۔ اس نے اسٹریس مین اسٹراس پار کی اور کیفے ولف میں چلی گئی۔ "ثابت ہو گیا کہ دنیا گول ہے۔" کیرخوف نے کہا اور کار ایسی جگہ پارک کر دی' جہاں سے کیفے ولف کے دروازے پر نظر رکھی جا سکتی تھی۔

"اب ہم کیا کریں گے؟" سارہ نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"خیر.... پہلے کچھ انتظار کر لیا جائے۔" سارہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں' انتظار تو کرنا ہے۔ دیکھیں.... شاید اس بار ایولین واپس آ جائے۔"

"اگر وہ نکل آئی تو کیا کریں گے؟" سارہ نے پوچھا پھر خود ہی جواب دیا۔ "جب وہ باہر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔"

ایک گھنٹہ گزرا.... پھر دو گھنٹے ہو گئے۔ ایولین کیفے ولف سے نہیں نکلی۔ سارہ اب بے چین نظر آ رہی تھی۔ "یہ کیفے بند کب ہوتا ہے؟" اس نے کیرخوف سے پوچھا۔

"اب کیفے بند ہونے میں ایک گھنٹے سے بھی کم وقت رہ گیا ہے۔"

"ہم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔" سارہ نے کشیدہ لہجے میں کہا۔ اس کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر جم گیا۔ "وہ باہر نہیں آئے گی۔ میں اندر جا رہی ہوں۔"

وہ دروازہ کھولنے لگی لیکن کیرخوف نے اس کا بازو تھام لیا۔ "ٹھہرو.... تم اندر نہیں جا سکتیں۔"

"کیوں نہیں جا سکتی۔ وہ ایک عام ریسٹورنٹ ہے۔" سارہ نے چڑ کر کہا۔ "کوئی بھی کچھ

کھانے پینے کے لیے وہاں جا سکتا ہے۔ مجھے دیکھنا ہے کہ ایولین اندر موجود ہے یا نہیں۔"

"پلیز سارہ.... یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"خواہ مخواہ۔" سارہ کار سے اتر چکی تھی۔

"سارہ.... تمہارے والد کے ساتھ جو کچھ ہوا' خواہ مخواہ نہیں ہوا۔ ایولین کوئی نازی بھی تو ہو سکتی ہے۔ اپنے والد کی موت یاد...."

اس حوالے پر سارہ ذرا ٹھٹکی۔ وہ کھڑکی میں جھک گئی اور کیر خوف کے فکر مند چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔ "مجھے اپنے پاپا کی موت یاد ہے۔" اس نے پر سکون لہجے میں کہا۔ "اسی لیے تو میں یہ جاننا ضروری سمجھتی ہوں کہ اس کیفے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں نکولس۔ تم یہیں ٹھہرو گے۔ ممکن ہے' کیفے میں کچھ بھی نہیں ہو رہا ہو۔ بہر حال میں کیفے بند ہونے سے پہلے باہر آ جاؤں گی۔ نہ آؤں تو.... تو احمد کو مطلع کر دینا۔ وہ پولیس سے رابطہ کر لے گا۔"

"میں اب بھی مخالفت کر رہا ہوں۔"

"یہ ضروری ہے نکولس۔" سارہ نے کہا اور کیفے ولف کی طرف بڑھ گئی۔ کیر خوف سحر زدہ سا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ سارہ کیفے میں داخل ہو گئی۔

--------*

سارہ نے ایک نظر کیفے کا جائزہ لیا۔ وہ اوسط درجے کا ریسٹورنٹ تھا۔ ایک طرف بار تھا' جس کے گرد براؤن اسٹول رکھے تھے۔ ایک چکردار زینہ تھا۔ ایک فون بوتھ تھا۔ باہر پیتل کے بڑے برتن میں ایک پودا لگا تھا۔ دائیں جانب گول میزیں تھیں۔ ایک میز پر دو خواتین بیٹھی بڑی انہماک سے گفتگو کر رہی تھیں۔ بار کے عقب میں نوجوان ویٹرلیس کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ بار ٹینڈر اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

ویٹرلیس نے سارہ کو دیکھا تو اس کی طرف لپکی۔ "مادام! تشریف رکھیے نا۔" اس نے اس کے لیے کرسی کھینچ دی۔

"کچھ کھانے کو ملے گا؟" سارہ نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

ویٹرلیس سراپا معذرت بن گئی۔ "آدھے گھنٹے بعد کیفے بند ہو جائے گا' آپ کو صرف سوپ مل سکتا ہے۔"

"نہیں بھئی...."

"تو کافی یا بیئر؟"

"ٹھیک ہے۔ کافی لے آؤ۔"

ویٹرلیس کے جانے کے بعد سارہ نے زیادہ توجہ سے ریسٹورنٹ کا جائزہ لیا۔ دونوں عورتیں اب جانے کے لیے اٹھ رہی تھیں۔ ایولین کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ دو ہی جگہیں ایسی تھیں' جہاں وہ جا سکتی تھی۔ ایک اوپری منزل' جس کے لیے چکردار زینہ بنا تھا۔ ممکن ہے' اوپر کوئی اپارٹمنٹ ہو یا آفس ہو۔ دوسری جگہ کچن تھی۔ وہاں گھومنے والا دروازہ لگا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑی کھڑکی تھی' جس کے ساتھ کاؤنٹر تھا۔ باورچی وہاں سے کھانے کے آئٹم دیتا ہو گا۔

ویٹرلیس کافی اور بل ساتھ ہی لے آئی۔ سارہ نے کافی کا گھونٹ لیا۔ ویٹرلیس کچن میں چلی گئی تھی۔ سارہ اب اکیلی رہ گئی تھی۔ اسے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ وقت بہت تھوڑا تھا۔ بالآخر اس نے زینوں کو ٹرائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اٹھی اور تیز قدموں سے زینے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے زینے پر پہلا قدم رکھا تو اسے ایک بورڈ نظر آیا.... ٹوائلٹ۔ وہ مایوس ہو گئی پھر بھی اس نے دبے قدموں اوپر جا کر چیک کیا۔ وہ واقعی ٹوائلٹ تھے۔ ایک عورتوں کے لیے اور ایک مردوں کے لیے۔

وہ نیچے اتر آئی۔ ویٹرلیس اب بھی ریسٹورنٹ میں نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنی میز پر واپس آئی اور کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچنے لگی۔

اسی لمحے ویٹرلیس اس کی طرف چلی آئی۔ "معاف کیجئے گا' پانچ منٹ بعد کیفے بند ہونے والا ہے۔ بل ادا کر دیجئے۔"

"ضرور۔" سارہ نے کہا اور بل ادا کر دیا۔ ایک لمحے کو اس نے سوچا کہ ایولین کا حلیہ بتا کر ویٹرلیس سے اس کے متعلق پوچھے لیکن اس کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہی ویٹرلیس دوبارہ کچن کی طرف چلی گئی۔

ایک گہری سانس لے کر سارہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ گھومنے والے دروازے کے پاس ویٹرلیس نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پکارا۔ "پھر آئیے گا' ہم آپ کی بہتر خدمت کریں گے۔" یہ کہہ کر وہ کچن میں چلی گئی۔

کیفے کے داخلی دروازے پر سارہ ہچکچائی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ کچن ایک ایسا امکان تھا' جسے وہ چیک نہیں کر سکی تھی۔ اس نے سوچا' چیک تو کرنا چاہیے' ممکن ہے' وہاں کوئی عقبی دروازہ

موجود ہو، جس سے ایولین ہوفمین باہر چلی گئی ہو پھر وہ ویٹریس سے بھی پوچھ سکتی ہے۔

چنانچہ وہ پلٹی اور نپے تلے قدم اٹھاتی کچن کی طرف چل دی۔ ہچکچائے بغیر اس نے گھومنے والے دروازے کو تھمایا اور اندر داخل ہوئی وہ سفید ٹائلوں والا عام سا کچن تھا۔ اسٹیل کا سنک، کاؤنٹرز، فریج، الماری، چولہے اور دیگر سازوسامان۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ویٹریس نظر نہیں آ رہی تھی۔ سامنے ایک تنگ سی راہداری تھی۔ سارہ اسی طرف چل دی۔

اچانک کہیں سے ایک لمبا تڑنگا جرمن نمودار ہوا۔ وہ یقیناً باورچی تھا.... کیوں کہ وہ یونیفارم بھی پہنے ہوئے تھا۔ "مادام اپنا شناختی کارڈ دکھایئے مجھے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا.... کیا شناختی کارڈ؟" سارہ گڑبڑا گئی۔

"شناختی کارڈ دکھایئے مجھے۔" اس بار لہجہ سخت ہو گیا۔

"میں.... مجھے تو.... مطلب کیا ہے!"

"تم کون ہو؟" اس بار جوان آدمی نے بے حد سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک گاہک ہوں۔ میں تو بس یہاں.... خیر چھوڑو۔ واپس چلی جاتی ہوں۔"

"اب یہ ممکن نہیں۔" باورچی نے کہا اور ایپرن کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" اس نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔ "میرے آگے آگے چلو۔ جلدی کرو۔"

سارہ کا دل حلق میں دھڑک رہا تھا۔ وہ بے جان قدموں سے نیم تاریک راہداری میں بڑھنے لگی۔

------*

کیفے ولف بند ہو چکا تھا اور سارہ باہر نہیں آئی تھی۔ پہلے ایولین ہوفمین غائب ہوئی.... اور اب سارہ رحمان! کیرخوف بے بسی سے کیفے کے بند دروازے کو گھورتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اندر کیا ہوا ہے اور وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسے اتنا احساس تھا کہ صورت حال بہت خوف ناک ہے.... اور کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔

دل تو کیرخوف کا یہی چاہ رہا تھا کہ خود بھی کیفے میں جا گھسے اور اس اسرار کو فوری طور پر سمجھے کہ اندر کیا ہو رہا ہے لیکن عقل کچھ اور کہہ رہی تھی۔ وہ بھی اندر جا پھنستا تو باہر کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کس چکر میں پھنس گئے ہیں۔ وہی سارہ کا باہر کی دنیا سے واحد رابطہ رہ گیا تھا۔ سارہ کی سلامتی کے لیے اس کی اپنی سلامتی بھی ضروری تھی۔

اسے سارہ کی ہدایت یاد آئی۔ اب اس کے پاس اس ہدایت پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ

نہیں تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور واپس ہو گیا۔

ہوٹل پہنچ کر اس نے دربان کو گاڑی کا خیال رکھنے کو کہا اور خود لابی میں داخل ہو گیا۔ وہ احمد کے متعلق معلوم کرنے کے لیے استقبالیہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ٹووا اس کی طرف چلی آئی۔

"ٹووا تم؟"

"کیا صورت حال ہے نکولس؟" ٹووا نے پوچھا۔

"بہت خوفناک ہے۔ مجھے فوراً جاہ سے بات کرنی ہے۔ ہمیں پولیس سے رابطہ کرنا ہو گا۔" کیرخوف نے کہا۔

ٹووا نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ "میں یہاں ایک ایسے شخص سے ملنے والی ہوں جس کی پولیس میں خاصی جان پہچان ہے۔ آؤ، وہاں بیٹھ کر بتانا کہ کیا ہوا ہے۔"

"ٹووا! میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کر سکتا۔" کیرخوف نے احتجاج کیا۔ "تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ صورت حال بہت سنگین ہے۔"

"پلیز نکولس، تم آؤ تو میرے ساتھ۔"

کیرخوف ہچکچاتے ہوئے اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ بار میں چلے گئے، جو بالکل خالی تھا۔ اچانک ایک تاریک گوشے سے کیرخوف کو ایک شخص اٹھتا ہوا نظر آیا۔ ٹووا کیرخوف کو اسی طرف لے گئی۔

"نکولس.... شائم گولڈنگ سے ملو۔ میرا برلن کا دوست ہے۔" ٹووا نے تعارف کرایا۔ "اور شائم، یہ ہیں نکولس کیرخوف۔ ہرمیج میوزیم کے کیوریٹر۔ میں نے تمہیں ان کے متعلق بتایا تھا۔ یہ بھی ہٹلر کے شکاری ہیں۔"

کیرخوف نے شائم گولڈنگ سے بے دلی سے ہاتھ ملایا اور پھر ٹووا کی طرف مڑا۔ "سنو ٹووا.... میرے پاس واقعی وقت نہیں ہے۔ ان سے میں پھر بھی مل لوں گا۔ سارہ غائب ہو گئی ہے۔ وہ خطرے میں ہے۔ مجھے جاہ سے اور پولیس سے رابطہ کرنا ہے۔ تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔" اس نے گولڈنگ سے معذرت طلب نظروں سے دیکھا۔ "پھر ملیں گے مسٹر گولڈنگ۔"

ٹووا نے پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "پولیس کی تم فکر نہ کرو۔ مسٹر گولڈنگ کی پولیس تک بھی رسائی ہے۔ پلیز بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن...."

"بیٹھ جاؤ نکولس" اس بار ثُووا کے لہجے میں تحکم تھا۔ "تم شائم گولڈنگ کے سامنے بھی بات کر سکتے ہو۔" اس نے گولڈنگ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ثُووا پھر کیرخوف کی طرف متوجہ ہوئی۔ "اگر کوئی پرابلم ہے تو شائم برلن پولیس سے زیادہ ہمارے کام آسکتا ہے۔" پھر اس نے سرگوشی میں کیرخوف سے کہا۔ "شائم اور میں ہم دونوں موساد سے تعلق رکھتے ہیں۔"

کیرخوف ہل کر رہ گیا۔ "موساد؟"

"اسرائیلی انٹیلی جنس۔ یہ درست ہے کہ میں صحافی ہوں۔ لیکن یہ کور بھی ہے میرا۔ شائم گولڈنگ میرے باس ہیں۔ برلن میں موساد کے چیف۔"

اب کیرخوف سوچنے سمجھنے کے قابل ہو چکا تھا۔ وہ ابتدائی شاک سے سنبھل چکا تھا۔ "ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی پولیس کی مدد....."

"پولیس کو بھول جاؤ۔" ثُووا نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ہم برلن پولیس کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ اب ہمیں بتاؤ کہ سارہ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟"

"میں نہیں سمجھتا کہ....."

"نکولس وقت ضائع مت کرو۔"

کیرخوف نے اسے سب کچھ سنا دیا۔ "اور اب مجھے جاہ کو مطلع کرنا اور پولیس سے مدد طلب کرنی ہے۔"

"پولیس کچھ نہیں کرے گی۔" ثُووا نے کہا۔ "انہیں تو کچھ بتانا بھی نہیں۔"

کیرخوف کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟"

"تم اور سارہ تو ایولین کے پیچھے چلے گئے تھے۔ میں نے ٹیکسی روکی اور ولف گینگ کے تعاقب میں چل دی اور جانتے ہو' اس کے تعاقب میں کہاں جا پہنچی میں؟ پولیس ہیڈ کوارٹر۔ اس کا مطلب سمجھتے ہو تم؟"

"ہیڈ کوارٹر..... جہاں برلن پولیس کے چیف کا دفتر ہے؟"

"ہاں۔ اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ میں پولیس چیف ولف گینگ شمٹ کا تعاقب کر رہی تھی۔ سمجھ رہے ہو۔ پولیس چیف ولف گینگ شمٹ' ایولین ہوفمین کا دوست ہے اور ایولین ہوفمین کلارا فینگ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور کلارا فینگ وہ عورت ہے' جس کے پاس ہٹلر کی وہ پینٹنگ تھی۔ یہ بہت مشکوک قسم کی تکون ہے اور جانتے ہو' میں نے اس دوران ولف گینگ شمٹ کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ وہ سب کچھ میں شائم گولڈنگ کو بتا چکی ہوں۔"

اب شائم گولڈنگ نے لب کشائی کی۔ وہ آگے ہو کر بیٹھ گیا۔ "شمٹ کو برلن پولیس میں ملازمت ملی اور وہ اس مقام تک پہنچا ہے تو صرف اس لیے کہ اس کا ریکارڈ بے حد شاندار تھا۔ اس کے پاس ثبوت تھا کہ وہ ہٹلر کا دشمن رہا ہے۔ کاؤنٹ وان اسٹوفن برگ نے ۴۴ء میں ہٹلر کو قتل کرنے کی جو سازش کی تھی' وہ اس میں شریک تھا۔ اس سازش کے بارے میں تو تمہیں علم ہو گا؟"

"کتابوں میں پڑھا ہے اس کے متعلق۔" کیرخوف نے کہا۔

"کاؤنٹ وان اسٹوفن برگ ایک نواب اور شاعر تھا۔ ہٹلر کا ماتحت افسر بھی تھا۔ وہ اندر ہی اندر ہٹلر کا مخالف تھا کیونکہ ہٹلر طاقت اور اختیارات کا غلط استعمال کرتا تھا۔ اس کے اور ساتھی بھی بڑے عہدوں پر موجود تھے۔ وہ لوگ ہٹلر کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں چھ کوششیں کی گئیں' جو یا تو ڈراپ کرنی پڑیں یا ناکام ہو گئیں۔ روس کو تسخیر کرنے کی تباہ کن کوشش کے بعد وان اسٹوفن برگ نے فیصلہ کر لیا کہ اب ہٹلر سے پیچھا چھڑانا ضروری ہو گیا ہے۔ جب اسے دوسرے دو درجن افسران کے ساتھ رسٹن برگ کے اجلاس میں بلایا گیا تو وہ اپنے بریف کیس میں چار پونڈ کے ٹائم بم رکھ کر لے گیا۔ اس نے اپنا بریف کیس کانفرنس ٹیبل کے نیچے ایک پلر سے ٹکا کر رکھ دیا۔ بم پھٹنے میں سات منٹ تھے کہ وہ ایک ضروری فون کرنے کے بہانے کانفرنس روم سے نکل آیا۔ اس دوران کرنل ہینز برانٹ کا پاؤں اس بریف کیس سے ٹکرایا تو اس نے اسے ہٹا دیا یعنی بریف کیس ہٹلر سے دور ہو گیا۔ بم پھٹا تو چار افراد ہلاک ہوئے لیکن ہٹلر کو معمولی زخم آئے۔ ادھر اسٹوفن برگ اس یقین کے ساتھ برلن پہنچ گیا کہ ہٹلر مر چکا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر احکامات جاری کرنا شروع کر دیے۔ بہرکیف ہٹلر زندہ تھا' وہ سب پکڑے گئے۔ اس سلسلے میں سات ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور دو ہزار کو سزائے موت دی گئی۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق چند سازشی بچ نکلے۔ ان میں ولف گینگ شمٹ بھی تھا۔ یوں وہ ہیرو بن گیا اور آج وہ چیف آف پولیس ہے۔"

"ریکارڈ تو بے حد متاثر کن ہے۔" کیرخوف نے کہا۔

"بس ایک کمی ہے۔ پورا ریکارڈ جعلی ہے۔"

"جعلی؟"

"ولف گینگ شمٹ ابتدا ہی سے سچا نازی تھا..... اور آج بھی ہے۔ وہ ہٹلر کے پسندیدہ ترین

پولیس گارڈز میں سے ایک تھا۔ یہاں تک کہ ہٹلر نے ایوا کے تحفظ کی ذمے داری اسے ہی سونپی تھی۔ جنگ ختم ہونے والی تھی کہ ہٹلر نے اس کے لیے خاص طور سے کاغذات تیار کرائے۔ ان میں اسٹوفن برگ کا دستخط کردہ سرٹیفکیٹ بھی تھا' جس کے مطابق ولف گینگ ہٹلر کے مخالف گروپ کا فعال کارکن تھا۔ وہ ہٹلر کی طرف سے اس کے لیے الوداعی تحفہ تھا۔ یوں ولف گینگ نے ایک نیا روپ دھار لیا۔"

"اگر تم یہ سب جانتے تھے تو....."

"ہم نے اسے بے نقاب کیوں نہیں کیا۔ یہی پوچھنا چاہتے ہو نا؟" یہ معلومات تو ہمیں آج حاصل ہوئی ہیں۔ اصل بات یہ ہے مسٹر کیرخوف کہ اب آپ کسی بھی معاملے میں برلن پولیس پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ معاملہ ولف گینگ کے علم میں ضرور آئے گا اور اس سے کوئی اچھی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں۔ سمجھ رہا ہوں لیکن....." کیرخوف گڑبڑایا ہوا تھا۔

"ہمیں مس رحمان کو جلد از جلد تلاش کرنا ہے۔ لیکن بس ہمیں..... پولیس کو نہیں' موساد آپ لوگوں سے بھرپور تعاون کرے گی۔ ہم یہاں کھل کر کام نہیں کرتے لیکن طاقت ور بھی ہیں اور ہر اعتبار سے لیس بھی۔ ہم اب سے کیفے ولف کو گھیرے میں لیے رہیں گے اور ہر لمحے اس پر نظر رکھیں گے۔"

"لیکن ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں؟" کیرخوف اب بھی پریشان تھا۔

"آپ اور ٹوڈا سب سے پہلے مسٹر جاہ سے رابطہ کریں۔ مسٹر جاہ کو ٹوڈا نے ابھی کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔ مسٹر جاہ جو فیصلہ کریں' ٹوڈا ہم تک پہنچائے گی۔ ایسا نہیں ہوا تو ہم اپنے طور پر کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچیں گے۔ کام آسان نہیں' اس لیے کہ چیف آف پولیس دشمنوں کا حلیف ہے۔ اب آپ جائیں' ہمیں تیزی دکھانی ہے۔ مس رحمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

ٹوڈا اور کیرخوف اٹھے۔ شائم گولڈنگ بھی اٹھ کھڑا ہوا "ایک بات اور مسٹر کیرخوف" اس نے کہا "ایک دلچسپ بات کیفے ولف کے بارے میں جب ایوا براؤن پہلی بار فوٹوگرافی کی دکان میں ہٹلر سے ملی تو ہٹلر نے اسے اپنا نام مسٹر ولف بتایا تھا۔"

--------*

فیورر بنکر میں اینڈریو اور سارٹ کو امید تھی کہ اس کا نائٹ اسٹاف رات ہونے سے پہلے ہی ایمرجنسی ڈور تک پہنچ جائے گا۔ احمد جاہ ہوٹل واپس آگیا تھا اور سارہ کا منتظر تھا۔ وہ میز پر فیورر بنکر کا نقشہ پھیلائے غوروفکر میں مصروف تھا۔ وہ کچھ اہم نتائج پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بات پوچھنے کے لیے ڈیڈلر کو بھی فون کیا تھا۔

دروازے کی گھنٹی بجی تو وہ بڑے شوق سے اٹھا۔ وہ اپنے ذہن کا بوجھ سارہ کے سامنے ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اب وہ سارہ کو لے کر بنکر جائے گا۔

دروازہ کھولنے کے بعد وہ اپنی مایوسی نہ چھپا سکا۔ اس کے سامنے ٹوڈا اور کیرخوف کھڑے تھے۔ "ہیلو... مجھے تو سارہ کی آمد کی توقع....."

"ہم سارہ ہی کے متعلق بات کرنے آئے ہیں"۔ کیرخوف نے کہا۔

احمد انہیں اندر لے گیا۔ وہ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ دونوں ہی اس سے نظریں چرا رہے تھے "کیا بات ہے؟ سارہ ٹھیک تو ہے؟" احمد جاہ نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

کیرخوف نے اسے تفصیل سنا دی۔ احمد کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ تاہم وہ پُرسکون تھا "تم لوگوں نے کیفے میں جانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" اس نے سب کچھ سننے کے بعد پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا لیکن یہ بہتر تھا کہ میں تمہیں مطلع کروں۔ میں بھی چلا جاتا تو تم لوگوں کو کچھ پتا ہی نہ چلتا"۔

"سارہ نے بڑی حماقت کی"۔

"اس نے ضد کی تھی اکیلے جانے کی اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ کیفے بند ہونے کے باوجود وہ نہ آئے تو میں تمہیں مطلع کر دوں"۔

"ہمیں فوری طور پر پولیس کو اطلاع دینی چاہئے"۔ احمد نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو احمد' اب میری بھی سن لو"۔ ٹودا نے کہا۔

اس کی بات سننے کے بعد احمد جھنجلا گیا "اور مجھے دیکھو' میں اس سے سادہ کے لیے تحفظ طلب کرنے گیا تھا" وہ غرایا "تو اب ہم کیا کریں گے؟"

اسے موساد کے متعلق بتایا گیا تو اس کا منہ بن گیا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس وقت اسے مدد کی ضرورت ہے۔ "لیکن انہیں سمجھا دو کہ ڈائریکٹ ایکشن نہ لیں" اس نے ٹودا سے کہا "پولیس کو مداخلت کا موقع مل گیا تو کام بگڑ جائے گا... مجھے ایک اور خیال آیا ہے"۔ وہ تیزی سے گھوما اور میز پر پھیلے ہوئے فیورر بنکر کے نقشے کو دیکھنے لگا۔

"اس نقشے میں ایک عجیب بات ہے' جو کسی بھی آرکیٹیکٹ کو با آسانی نظر آ سکتی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں زیڈلر سے بات کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے خیال میں بھی یہ غلط تھا لیکن ہٹلر نے اس پر اصرار کیا تھا۔ چنانچہ اسے تعمیر کرنا پڑا۔ اگر میرا خیال درست ہے تو اس سے مجھے ساتویں بنکر کی لوکیشن کا پتا چل سکتا ہے"۔

"کون سا ساتواں بنکر؟" کیرخوف کے لہجے میں الجھن تھی۔

"یہ...." احمد نے فیورر بنکر کا نقشہ اٹھا کر اس کے نیچے موجود نقشے کو دکھایا "یہ وہ زیر زمین بنکر ہے' جو اب تک دریافت نہیں کیا جا سکا ہے۔ اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے اس کا انحصار اس پر ہے کہ فیورر بنکر میں کھدائی کے بعد کیا سامنے آتا ہے؟"

"تمہیں توقع ہے کہ تم فیورر بنکر میں اترو گے؟" ٹودا کے لہجے میں حیرت تھی۔

احمد جاہ اپنی جیکٹ پہن رہا تھا "آج رات انشاء اللہ۔ میں جس وقت تک وہاں پہنچوں گا' راستہ بن چکا ہوگا"۔

"تمہارے خیال میں وہ اب بھی موجود ہے؟ میرا مطلب ہے فیورر بنکر؟" کیرخوف نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ اسے بہت گہرائی میں تعمیر کیا گیا تھا اور تعمیر میں لوہا ملے کنکریٹ کا استعمال کیا گیا تھا۔ روسیوں کے بلڈوزر تو اسے خراش بھی نہیں لگا سکے... کم از کم نچلے بنکر میں اور نچلا بنکر وہ مقام ہے' جہاں ہٹلر رہتا تھا"۔

"تم اکیلے نہیں جا سکتے"۔ ٹودا نے احتجاج کیا۔ "کیوں نہ میں..."

"میرے پاس پرمٹ ہے' تمہارے پاس نہیں"۔ احمد نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اور لس یہیں رہو اور گولڈنگ سے رابطہ رکھو۔ مجھے ضرورت ہوئی تو تمہیں بتا دوں گا"۔

------------*

مشرقی جرمنی کے سیکیورٹی زون میں وہ ٹیلہ جس کے نیچے فیورر بنکر دفن تھا' تاریکی ی ڈوبا ہوا تھا۔ صرف ٹیلے کی مغربی سائیڈ روشن تھی۔ کیونکہ وہاں تین بڑی اسپاٹ ٹیں جگمگا رہی تھیں۔ روشنی کے دائرے کے کنارے اینڈریو اوبرساٹ گرد آلود اور ں' کیچڑ میں سنے بوٹ پہنے نائٹ شفٹ والوں کو اس گڑھے کی صفائی کرتے دیکھ رہا تھا جو لے کے پہلو میں کھودا گیا تھا۔ مٹی پتھر نکال کر باہر ڈھیر کیے جا رہے تھے۔

یہ وہ وقت تھا' جب احمد جاہ وہاں پہنچا۔

اوبرساٹ اسے دیکھ کر مسکرایا اور چہکتے ہوئے بولا "مسٹر جاہ! کام تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ ت بن ہی گئی ہے۔ گراؤنڈ لیول سے ایمرجنسی ڈور کے لیے کھدائی سودمند ثابت ہوئی۔ ں پہلے میں نے خود جھانک کر دیکھا تھا۔ نیچے کا بنکر ٹھیک ٹھاک ہے۔ کنکریٹ کی چھت ے اسے محفوظ رکھا ہے۔ سیڑھیاں بھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اوپر کے چند قدمچے ٹوٹے ہیں ن باقی زینہ یقینی طور پر قابل استعمال ہے۔ آپ صبح تک انتظار کریں گے نا؟"

"نہیں اینڈریو' میں فوری طور پر نیچے جانا چاہتا ہوں"۔

"اس اندھیرے میں بتیسی اور نقشین پتھر کو تلاش کرنا بہت دشوار ہے"۔ اوبرساٹ نے کہا۔

"آج رات مجھے ان دونوں چیزوں کی نہیں' ان سے بہت بڑی چیزوں کی تلاش ہے"۔

اوبرساٹ نے کندھے جھٹک دیے "جیسے آپ کی مرضی۔ میرے خیال میں دن کی شنی میں یہ کام آسان رہتا' بہرحال آپ کب شروع کرنا چاہتے ہیں؟"

"اسی لمحے" احمد جاہ نے جواب دیا۔

"اگر میں آپ کے ساتھ چلوں تو آپ کو کوئی اعتراض ہو گا؟"

"نہیں' آپریشن کے پہلے مرحلے میں تمہاری موجودگی میرے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔ ے تمہاری مدد مل سکتی ہے اور اگر مجھے مطلوبہ چیز مل گئی تو میرا اکیلے نیچے رہنا بہتر رہے

گا"۔

"ہمیں بیٹری کی لالٹینیں لینی ہوں گی"۔

"دو لالٹینیں.... اور ایک چیز اور۔ کوئی ایسا اوزار' جو کنکریٹ کو کاٹ سکے"۔

"ایک بیٹری سے چلنے والی آری ہے میرے پاس"۔

احمد چند لمحے سوچتا رہا۔ "وہ بھی لے لو.... اور ایک بڑا ہتھوڑا اور چھینی بھی"

اوبرساٹ ایک طرف چلا گیا۔ احمد جاہ سحرزدہ اس گڑھے کو دیکھتا رہا۔ اسپاٹ لائٹس نے اسے کسی حد تک روشن کر دیا تھا۔ احمد نے ایک طرف ہٹ کر پرانے ایمرجنسی ڈور کی پوزیشن دیکھی اور اس کا جائزہ لیا۔ پھر وہ گڑھے میں اتر گیا۔ مٹی نکالنے والے ہانپتے مزدوروں کے درمیان۔

اسے بتایا گیا کہ دروازے کے ساتھ ایک پیش والان تھا' جو زینے کے بعد باہری حصے میں تھا مگر اب اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ امتداد زمانہ نے اسے مٹا ڈالا تھا۔ کنکریٹ کا زینہ دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ قدمچوں پر مٹی کا ڈھیر تھا۔ اوپری سیڑھیاں ٹوٹی پھوٹی اور ٹیڑھی میڑھی لگ رہی تھیں۔ نیچے گہری تاریکی تھی۔

اچانک عقب سے تیز روشنی آئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ اوبرساٹ تھا۔ اس کے ہاتھ میں دو برقی لالٹینیں تھیں۔ اس نے ایک لالٹین اسے تھمائی اور پھر اوپر کھڑے اپنے آدمی سے کینوس کا ایک تھیلا لیا جس میں مطلوبہ اوزار تھے۔

"میں تو تیار ہوں"۔ اینڈریو اوبرساٹ نے کہا۔

"بس تو چلو"۔

"ذرا احتیاط سے"۔

احمد جاہ آگے تھا۔ اس نے دیوار پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی احتیاط سے پہلی شکستہ سیڑھی پر قدم رکھا۔ پھر دوسری اور پھر تیسری.... یہ تینوں قدمچے جزوی طور پر ٹوٹے ہوئے تھے لیکن اس کے بعد کے قدمچے ٹھیک ٹھاک تھے۔ لالٹین آگے کو کیے وہ اترتا رہا۔ قدموں کی چاپ بتا رہی تھی کہ اینڈریو اوبرساٹ پیچھے آ رہا ہے۔

وہ نیچے اترتے گئے..... چوالیس قدمچے۔ احمد کو ان کی تعداد یاد تھی۔ چوالیس کے بعد فیورر بنکر کے نچلے لیول کا فرش تھا۔

زمین سے 55 فٹ نیچے اس غلام گردش میں بڑی گھٹن تھی۔ سانس لینا بھی ایک ی کام تھا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو گرد اڑی۔ وہ کھانسنے پر مجبور ہو گیا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" اینڈریو اوبرساٹ کی آواز گونجی پھر بازگشت ابھری۔

"ٹھیک ہوں۔ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ کونسی جگہ ہے؟"

اسے اس نچلے بنکر کا ڈیزائن یاد تھا۔ 45 فٹ آگے 18 گھٹے گھٹے کمرے تھے۔ نچی ے والی یہ 9 فٹ چوڑی راہداری ان کی طرف جاتی تھی۔ یہ مرکز میں تھی۔ اس وقت کے ذہن پر سارہ کی فکر سوار تھی۔ لہٰذا اسے صرف چھ کمروں میں دلچسپی تھی۔ ہٹلر یا کا پرائیویٹ سوئٹ لیکن نہیں درحقیقت اسے صرف دو کمروں میں دلچسپی تھی۔ ہٹلر شست گاہ اور اس کے ذاتی بیڈ روم میں۔

احمد نے لیمپ اونچا کیا اور وہاں کی حالت دیکھنے سمجھنے کی کوشش کی۔ نچلا بنکر صحیح ت تھا لیکن بہت برے حال میں تھا۔ چھت اور دیواریں گرد اور وقت سے سیاہ ہو تھیں۔ جابجا مکڑیوں کے جالے لٹکے ہوئے تھے۔ یہاں' وہاں' سامنے دور تک گندے کے بہت چھوٹے چھوٹے لیکن ان گنت تالاب تھے کیچڑ اور کائی بھی تھی۔

بہت احتیاط سے چند گز آگے جانے کے بعد احمد نے پکارا۔ "دروازہ یہیں داہنی جانب ہیے۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں"۔

پھر دروازہ اسے نظر آ گیا۔ وہ چھوٹی سی کوٹھری لگ رہی تھی۔ لیکن کبھی وہ ویٹنگ رہا ہو گا۔ اسٹیل کا فائر پروف دروازہ..... وہ دروازہ جو ہٹلر کے لونگ روم میں کھلتا تھا۔

دروازے کا ہینڈل موجود تھا لیکن اسے بری طرح زنگ لگا ہوا تھا۔ احمد نے دل میں ا کہ کاش وہ اب بھی قابل استعمال ہو۔ تاکہ دروازہ کھل سکے۔

لالٹین کو احتیاط سے تھامتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے دروازے کا ہینڈل ۔ وہ بے حد سرد تھا۔ اس نے گرفت مضبوط کر کے اسے گھمایا۔ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ اور پھر بالآخر لاک کھل گیا۔ احمد نے کندھے سے دروازے پر دباؤ ڈالا لیکن درحقیقت لنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔

ہ کئی لمحے ساکت و صامت کھڑا رہا' جیسے حال سے ماضی میں قدم رکھتے ہوئے ہچکچا رہا پھر اس نے تاریکی کی طرف قدم بڑھایا۔ اس نے لیمپ کو گھمایا' روشنی میں وہ سیاہ ابھرتا ہوتا گیا پھر اوبرساٹ کے لیمپ کی روشنی نے اسے اور بڑھا دیا۔

پندرہ ضرب دس فٹ کا وہ کمرا اس نے بارہا تصور میں دیکھا تھا۔ اسی لیے اب اس کا

ذہن اسے قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہاں ایک سائیڈ میں ایک ڈیسک ہونی چاہیے
ڈیسک! جس پر ہٹلر کی ماں کی فریم شدہ تصویر تھی۔ قالین پر تین پرانی کرسیاں اور
گول میز اور خون کے دھبوں والا نیلا صوفہ جس پر ہٹلر اور اس کی دلہن ایوا مرنے
بعد ڈھیر ہوئے تھے۔

لیکن پھر حقیقت تصور پر غالب آ گئی۔ احمد کو احساس ہوا کہ وہ چالیس سال پہ
بات تھی ..... اور اب وہ آج ..... حال کے اس پل میں کھڑا ہے۔ روسیوں نے وہا
بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ لٹیرے ثابت ہوئے تھے۔ گھٹیا اور چھچھورے

جہاں تک لیمپ کی روشنی جا رہی تھی' احمد وہاں تک دیکھتا رہا۔ قالین پھٹ اور
گیا تھا۔ تین کرسیوں میں سے دو غائب تھیں اور تیسری بری طرح ٹوٹی ہوئی تھی۔ گول
بھی ندارد تھی۔ ماضی کی نشانیوں میں بس ہٹلر کی میز اور ایک گندا صوفہ بچا تھا۔ میز
دیوار سے لگی ہوئی تھی اور صوفہ دوسری دیوار سے۔

لیکن احمد جاہ کو کسی اور چیز کی تلاش تھی!

"اپنی لالٹین کا رخ میز کی طرف کرو"۔ اس نے اینڈریو اوبرساٹ کو حکم دیا۔
آگے بڑھا اور اس نے میز کو گھسیٹ کر کنکریٹ کی دیوار سے دور ہٹایا۔ پھر وہ دیوار کو
رہا۔ اچانک اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دیوار پر ہاتھ پھیر کر محسوس کیا۔ دیوار
سی' لیکن ہموار تھی۔

کھڑے ہوتے ہوئے اس نے پُراسرار لہجے میں کہا۔ "نہیں' یہاں نہیں ہے۔
والے کمرے میں چلو۔ وہ شاید ہٹلر کا پرائیویٹ بیڈ روم ہے"۔

بیڈ روم کا دروازہ لکڑی کا تھا اور بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ احمد نے کئی بار زور لگایا'
وہ دھڑ سے کھلا۔ فوراً ہی گرد کا بادل اٹھا۔ احمد نے ناک اور منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور گرد
کا انتظار کرنے لگا۔ پھر وہ بیڈ روم میں داخل ہوا۔ اوبرساٹ اس کے پیچھے تھا۔

یہ کمرہ نشست گاہ کے مقابلے میں چھوٹا تھا۔ اس میں فوجی انداز کا ایک سنگل
تھا۔ اس میں اب فریم کے سوا کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ اس کے ساتھ کبھی ایک نائٹ ا
اور لیمپ رہا ہوگا مگر اب وہ دونوں چیزیں غائب تھیں۔ بیڈ کے علاوہ چار درازوں والا
بیورو تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ بیورو بھی شاید بہت زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے
گیا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔

احمد جاہ نے بیڈ روم کی چھت اور دیواروں کا معائنہ کیا۔ وہ کنکریٹ کی تھیں۔ ان میں
دراڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ "عجیب بات ہے۔ کنکریٹ ایک ہی طرح کا ہے لیکن
ت گاہ میں کوئی دراڑ نہیں ہے۔ جبکہ یہاں دراڑیں ہی دراڑیں ہیں"۔
اوبرساٹ لیمپ کی روشنی میں ایک ایسی ہی درز کا جائزہ لے رہا تھا۔ "حیرت ہے۔
چٹخنا تو نہیں چاہیے تھا"۔ وہ بولا' اس نے ایک اسکرو ڈرائیور نکالا اور درز میں ڈال کر
ا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ یہ دراڑیں قدرتی طور پر پڑی ہیں"۔ وہ بولا "میرے خیال میں
ل گئی ہیں"۔

"کیموفلاج" احمد نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"اصل چیز سے توجہ ہٹانے کے لیے۔ ابھی دیکھ لینا"۔ وہ بولا۔ "ذرا یہ بیورو ہٹانے
میری مدد کرو"۔

دونوں نے لیمپ نیچے رکھے اور سائیڈوں سے زور لگا کر بیورو کو دیوار سے ہٹایا۔
ے کمرے کے وسط میں لے چلو"۔ احمد نے فرمائش کی۔ "ہاں ..... ٹھیک ہے۔ اب ذرا
کی روشنی اس دیوار پر ڈالو..... یہاں' جہاں یہ بیورو رکھا تھا"۔

احمد پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ وہ دیوار کے اس حصے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا' جو
و کے پیچھے چھپا رہا تھا۔ اس نے دیوار کے چاروں حصوں کو انگوٹھوں سے سہلایا۔ "ہاں
میرا شک درست تھا۔ اینڈریو' ذرا مجھے اسکرو ڈرائیور دینا"۔

اوبرساٹ نے اسے اسکرو ڈرائیور دیا۔ احمد نے اسکرو ڈرائیور سے اس آؤٹ لائن کو
یدا' جسے اس نے انگوٹھے سے ٹٹولا تھا۔ جلد ہی وہ آؤٹ لائن پوری طرح واضح ہو گئی۔
چار فٹ چوڑا اور تین فٹ اونچا ایک چوکور پینل تھا۔ احمد جاہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اسی کی
ش تھی مجھے"۔

"یہ ہے کیا بلا؟"

"اینڈریو۔ میں آرکیٹیکٹ ہوں۔ میں کسی بھی عمارت میں اس طرح کی کھڑکی سے
دم کمرے کا تصور نہیں کر سکتا۔ ہاں اندر کسی اضافی دروازے کا کھٹکا موجود ہو تو اور بات
ہے"۔

"لیکن ایمرجنسی ڈور تو موجود ہے جس سے ہم اندر آئے ہیں"۔

"نہیں..... میں پرائیویٹ دروازے کی بات کر رہا ہوں۔ وہ فیورر بنکر کے نقشے پر کہیں نہیں ہے۔ میرے لیے یہ بات ناقابل یقین تھی۔ میں نے سوچا' دروازے کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہوگا۔ ہٹلر نے خود کروایا ہوگا۔ خفیہ دروازہ..... ہٹلر کے اپنے لیے"۔

"آپ کے خیال میں یہ خفیہ دروازہ ہے؟" اوبرساٹ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"میرا تو یہی خیال ہے"۔

"لیکن کیوں؟ آپ کا مطلب ہے' زہریلی گیس کے حملے کی صورت میں....."

"اس کے علاوہ بھی ایک ضرورت تھی۔ ہٹلر کے کسی کی نظروں میں آئے بغیر فرار ہونے کے لیے"۔

"آپ کا مطلب ہے کہ.....؟"

"ابھی پتہ چل جائے گا۔ اوزار نکالو اور اس آؤٹ لائن پر برقی آری سے حملہ کردو۔ مجھے توقع ہے کہ یہ ایک سلیب ہے' جو صفائی سے نکل آئے گی"۔

"ابھی لیں....." اوبرساٹ نے پرجوش لہجے میں کہا اور کینوس کے تھیلے سے اوزار نکالنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ گھٹنوں کے بل جھکا کام شروع کرنے والا تھا کہ احمد نے کہا۔

"زیادہ شور تو نہیں ہوگا؟"

"شور تو زیادہ ہوگا لیکن کام جلدی ہو جائے گا"۔ اوبرساٹ نے جواب دیا "اگر یہ صرف سلیب ہے تو میرا واسطہ کنکریٹ سے نہیں پڑے گا اور آواز بھی زیادہ نہیں ہوگی"۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ "اور شور سے فرق بھی کیا پڑے گا۔ یہ خفیہ دروازہ فرار ہونے ہی کے لیے تو تھا"۔

"پھر بھی..... کون جانے دوسری طرف کیا ہو"۔ احمد نے کہا۔

"کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

اوبرساٹ نے آری کا ٹریگر دبایا۔ ہلکی سی گنگناہٹ کی آواز ابھری مگر آری کے دیوار سے لگتے ہی آواز بڑھ گئی۔ احمد اپنا لیمپ اونچا کیے کھڑا تھا' تاکہ اوبرساٹ کو دقت نہ ہو۔ آری کی کارکردگی دیکھ کر اسے حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آؤٹ لائن کو یوں کاٹ رہی تھی' جیسے وہ کوئی کیک ہو۔

دس منٹ بعد اوبرساٹ نے ہاتھ روکا اور آری کو بند کرکے نیچے رکھ دیا۔ "آپ کا ال درست تھا۔ یہ سلیب ہی ہے"۔ اس نے دونوں انگوٹھوں کو سلیب کی سلائیڈوں پھنسایا اور آہستہ آہستہ ہلانے لگا۔ "آپ بھی آجائیں"۔ اس نے احمد سے کہا۔ "یہ یادہ بھاری بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ سو پونڈ وزنی ہوگی"۔

دونوں ایک ایک سائیڈ سے زور لگاتے رہے۔ ذرا دیر بعد انہوں نے سلیب نکال لی راسے دیوار سے ٹکا کر رکھ دیا۔ "اسے تاروں اور سیمنٹ کی مدد سے دیوار میں جوڑا گیا "۔ اوبرساٹ نے کہا۔

احمد نے لالٹین اٹھائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے دوسری طرف جھانکا پھر وہ پیچھے ٹ آیا۔ "میری توقع کے عین مطابق ....." اس نے کہا۔ "دوسری طرف سرنگ ہے۔ ہی ہی سرنگ' جیسی اسپیئر نے نئی چانسلری سے پرانی چانسلری تک بنائی تھی لیکن مجھے ین ہے' یہ سرنگ اسپیئر نے نہیں' قیدی بیگاریوں نے بنائی ہوگی"۔

"اب کیا کریں؟" اوبرساٹ نے پوچھا۔

"اب ہم جدا ہو جائیں گے۔ میں سرنگ میں جاؤں گا ممکن ہے' کسی سے ملاقات جائے"۔

"یہ امکان ہے تو مجھے ساتھ لے کر چلیں"۔

"نہیں اینڈریو' یہ خاموشی والا کام ہے اور ایک آدمی زیادہ خاموشی سے کام کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں دو آدمی ہجوم کہلاتے ہیں"۔ اس نے اوبرساٹ کی طرف ہاتھ ھایا۔ "شکریہ میرے دوست' تم اب اوپر جاؤ۔ ضرورت پڑی تو میں تمہیں پکار لوں گا"۔

"اوکے باس"۔

"ایک لیمپ میرے پاس رہے گا۔ اور ہاں..... چھینی ہتھوڑا بھی مجھے دے دو"۔

"دونوں چیزیں تھیلے میں رکھی ہیں"۔ اوبرساٹ نے کہا۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ ر دیکھا۔ "گڈ لک مسٹر جاہ!"

احمد نے ہتھوڑا اور چھینی کوٹ کی جیب میں رکھی اور دیوار کے اس چوکور خلا کا جائزہ لینے لگا۔ اب اس میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ ہٹلر اور ایوا اس راستے سے رار ہوئے تھے۔ اپنے وفاداروں کی مدد سے انہوں نے سلیب دوبارہ لگا دی ہوگی۔ شہر کے نیچے' ہٹلر کی وہ پناہ گاہ کہاں تھی' احمد کا خیال تھا کہ اسے معلوم ہے۔ اسے یقین تھا کہ اس

وقت سارہ وہیں ہوگی..... اور یقیناً اکیلی بھی نہیں ہوگی۔

بڑی احتیاط سے لالٹین تھامے ہوئے احمد دیوار کے اس خلا میں اتر گیا۔ سرنگ میں اتر کر وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ سرنگ اتنی اونچی تھی کہ اس کے کھڑے ہونے کے بعد چھت کم از کم چار انچ اوپر تھی۔ لیمپ کی روشنی جہاں تک پہنچ رہی تھی' اس سے آگے اندھیرا تھا۔

احمد نے اپنی گھڑی کے چمکتے ڈائل کو دیکھا پھر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ربر سول والے جوتے آہٹ پیدا نہیں کر رہے تھے۔ سرنگ کافی طویل اور صاف ستھری تھی۔ وہاں نہ مٹی تھی نہ مکڑی کے جالے۔ ہر طرف کنکریٹ تھا..... اور تاریکی۔ وہ بڑھتا رہا۔

اس نے گھڑی سے چیک کیا۔ اسے چلتے ہوئے 25 منٹ ہو چکے تھے۔ کم از کم ہزار گز کا فاصلہ وہ طے کر چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا..... اور کتنا آگے جانا ہوگا!

اسی لمحے روشنی ایک بند سرے سے ٹکرائی۔ سرنگ کے دوسرے سرے کو کنکریٹ کی ٹھوس دیوار بلاک کر رہی تھی مگر پچھلے تجربے کی روشنی میں وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ خالص کنکریٹ کی دیوار نہیں ہو سکتی۔ وہ بھی سلیب ہی رہی ہوگی۔ یہ الگ بات کہ بعد میں اسے سیمنٹ سے پکا کر دیا گیا ہو"۔

وہ کچھ دیر دیوار کو ٹٹولتا رہا۔ بالآخر اس کے اندازے کی تائید ہو گئی۔ اس نے لالٹین نیچے رکھی اور جھک کر دیوار کو ٹٹولنے لگا۔ ایک منٹ میں اسے احساس ہو گیا کہ سلیب اس طرف والی دیوار سے چھوٹی ہے..... اور بغیر سیمنٹ کے لگائی گئی ہے۔ اس نے جیب سے چھینی اور ہتھوڑا نکالا اور حتی الامکان خاموشی سے کام شروع کر دیا۔

وہ سلیب موٹائی میں بھی کم تھی۔ باآسانی نکل آئی۔ اس نے اسے آہستگی سے سرنگ کے فرش پر رکھا۔ سوراخ اس طرف والے دہانے کی نسبت چھوٹا تھا لیکن اتنا تھا کہ وہ بہ آسانی دوسری طرف جا سکتا تھا اور دوسری طرف اسے دھندلائی ہوئی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ اس نے لالٹین کو آف کر کے سرنگ کی دیوار سے ملا کر رکھ دیا پھر وہ رینگتا ہوا دوسری طرف پہنچا۔ چند گز آگے اسے لکڑی کا ایک پارٹیشن نظر آیا۔ اس میں دروازہ بھی تھا۔ اس کی درزوں سے روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دل غیر معمولی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

وہ دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ اس میں لاک نہیں تھا۔ اس نے ہینڈل

گھمایا اور دروازے کو چند انچ پیچھے کی طرف کھینچا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ ایک طرح کا میزانائین فلور ہے۔ سامنے ہی سیڑھیاں بھی بنی تھیں.....

اگلے ہی لمحے اسے احساس ہو گیا کہ اس نے کیا دریافت کیا ہے..... ساتواں بنکر۔ وہ ساتواں بنکر تھا۔ وہ تعجب سے دیکھتا رہا۔ ہٹلر کی پناہ گاہ..... برلن کے قلب میں زمین کے نیچے' چالیس سال پوشیدہ رہی..... اور کسی کو یہ خیال بھی نہیں آیا۔ شہر کے نیچے ایک اور شہر!

اس کی نظریں دیکھتی ٹٹولتی رہیں پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ اس خفیہ بنکر کے اوپر وہ اکیلا نہیں ہے۔

ایک نازی پہرے دار کی پشت اس کے سامنے تھی۔ وہ گرے یونیفارم میں تھا۔ سواستیکا کے نشان کا بینڈ اس کے بازو کے گرد لپٹا تھا۔ ایک ہاتھ مشین گن کو سہارا دیے ہوئے تھا۔ کمر سے بندھی بیلٹ سے ہولسٹر بندھا تھا۔ پوزیشن سے اندازہ ہوتا تھا کہ فوجی کی ٹھوڑی اس کے سینے سے ٹکی ہوئی ہے۔ وہ خراٹے بھی لے رہا تھا۔ اس کا اطمینان سے سونا اس امر کی دلیل تھا کہ اسے یقین ہے کہ یہ رسمی ڈیوٹی ہے۔ اس طرف سے نہ کبھی کوئی آیا ہے..... نہ آئے گا۔ لیکن آنے والا آ گیا تھا۔

احمد جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے سامنے کئی راستے نہیں تھے..... صرف ایک راستہ تھا۔ اس نے جیب سے ہتھوڑا نکالا اور بڑی آہستگی سے جرمن سپاہی کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے نیچے بنکر میں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ہتھوڑا بلند کیا اور نشانہ لیا۔ ہتھوڑا نیچے آیا اور پوری قوت سے جرمن سپاہی کی گدی پر' کھوپڑی کی جڑ میں لگا۔ بغیر کوئی آواز نکالے سپاہی ایک طرف لڑھک گیا۔ اس کی سب مشین گن نیچے گرنے لگی۔ احمد نہیں چاہتا تھا کہ کوئی آواز ہو۔ اس نے گن کو راستے ہی میں دبوچ لیا۔

اس نے ایک نظر نیچے ڈالی اور مطمئن ہو گیا۔ وہاں اب بھی کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

احمد جانتا تھا کہ اس کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ وہ اس وقت جدید دور کے بے رحم قاتلوں کی کمین گاہ میں تھا۔ اسے ہر اعتبار سے تیار رہنا تھا۔ اس نے ہتھوڑا تھیلے میں رکھا اور گن ہاتھ میں لیے بے ہوش جرمن کو گھسیٹتے ہوئے پیچھے طرف لے جانے لگا۔ دروازے کے پاس فرش پر لٹا کر اس نے جرمن سپاہی کو غور سے دیکھا۔ سپاہی کا قد اس سے ذرا سا کم

تھا۔ لیکن جسامت بالکل اس جیسی تھی۔ کام چل سکتا تھا۔

اس کے بعد کا مرحلہ احمد کے لیے جانا پہچانا تھا۔ ویت نام میں وہ ایک ویت کانگ گوریلے کے ساتھ بھی یہی کچھ کر چکا تھا۔ اس نے بے ہوش جرمن کے کپڑے‘ اس کی بیلٹ اور اس کا ہولسٹر اتار کر دیوار کے ساتھ رکھے پھر اس نے اسے چھپانے کی کوئی جگہ تلاش کی۔ وہاں دیوار میں ایک بڑی الماری نظر آئی۔ اس نے الماری کھولی وہ کافی کشادہ تھی۔ اس نے جیسے تیسے جرمن سپاہی کو اس میں ٹھونس دیا۔ اس کے بعد اس نے یونیفارم چڑھائی۔ پینٹ ذرا اونچی تھی لیکن بری اور نمایاں نہیں لگ رہی تھی۔ پھر اس نے گن بیلٹ باندھی۔ اس نے ہولسٹر میں سے ریوالور نکال کر اسے چیک کیا۔ ریوالور لوڈ تھا۔

اب وہ تیار تھا۔ نازی وردی اس کے لیے نفرت انگیز تھی لیکن وہ ضروری تھی۔ اس کی مدد سے وہ سارہ تک پہنچ سکتا تھا۔ سارہ کا خیال آتے ہی اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ کاش.... کاش سارہ زندہ ہو.... کاش‘ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی ہو۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس نے اپنے کپڑے بھی اسی الماری میں ٹھونس دیے‘ جس میں جرمن سپاہی کو بند کیا تھا۔

اس بار وہ پورے اعتماد سے بڑھا تھا۔ جس جگہ اس نے جرمن سپاہی کو سوتے دیکھا تھا‘ وہاں پہنچ کر وہ رکا۔ اس نے جھک کر نیچے دیکھا اور آرکیٹیکٹ کی آنکھ سے اپنے ذہن میں بنکر کے ڈیزائن اور لے آؤٹ کو تازہ کرنے کی کوشش کی۔

نیچے کا بنکر فیورر بنکر کے نقشے کے عین مطابق معلوم ہوتا تھا۔ فرق صرف سائز کا تھا۔ وہی درمیان میں راہداری.... اور وہی اطراف میں بنے ہوئے کمرے۔ اس حساب سے بڑا سوئٹ یقیناً آخری حصے میں ہوگا۔ سوئٹ جو کسی بڑے آدمی کے لیے موزوں تھا.... جیسے .... جیسے ہٹلر!

اب یہ بھی طے تھا کہ ہٹلر نے وہ بنکر اپنے اور ایوا کے لیے تعمیر کرایا تھا!

اچانک یہ خیال اس کے ذہن میں پوری شدت کے ساتھ ابھرا کہ عین ممکن ہے‘ ہٹلر خود یہاں موجود ہو۔ ہٹلر نہ بھی ہوا تو ایولین ہوفمین تو بہرحال موجود ہوگی اور اب وہ جان گیا تھا کہ ایولین ہوفمین کوئی اور نہیں‘ ایوا براؤن ہے۔

گویا اس کی منزل وہ سوئٹ ہی تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سیدھا وہیں جائے گا۔

اسے یقین تھا کہ راہ داری میں بھی سنتری موجود ہوں گے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم

ایک دو تو ضرور ہوں گے۔ اس نے خود کو ہر چیلنج کے لیے تیار کر لیا۔

وہ زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

نیچے راہ داری میں سبز رنگ کا سادہ قالین بچھا تھا۔ وہ پُراعتماد قدموں سے کمانڈ پوسٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی تک اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

پھر اچانک کوئی اسے نظر آ گیا۔

وہ شاید کسی آفس کا دروازہ تھا۔ وہاں ایک جوان فوجی دیوار سے ٹیک لگائے اپنے ناخنوں کی صفائی میں مصروف تھا۔ اس کا اسلحہ دیوار کے پاس رکھا تھا۔

احمد نے اپنے قدموں کو ٹھٹکنے نہیں دیا۔ وہ ہموار قدموں سے بڑھتا رہا.... بغیر کسی جھجک کے۔ مگر وہ تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سنتری کے سامنے کیا نام لے۔ فراؤ ایولین ہوفمین یا فراؤ ایوا براؤن۔ لیکن جبلت نے اسے خبردار کر دیا کہ یہ دونوں القاب ہی ناموزوں ہیں۔

سنتری کے قریب پہنچ کر اس نے بے حد رواں جرمن میں کہا۔ ”نمبرون کے لیے ایک اہم پیغام ہے“۔ نمبرون کہنے میں کئی فائدے تھے۔ نمبر کی نہ کوئی جنس ہوتی ہے‘ نہ اس کا کوئی نام ہوتا ہے۔ اسے امید تھی کہ یہ طریقہ زیادہ محفوظ ثابت ہوگا۔

سنتری نے نظریں اٹھانے کی زحمت بھی نہیں کی۔ ”وہ تو شاید سو گئی ہوں گی“۔ اس نے کہا۔ ”لیکن بہت ضروری پیغام ہو تو چلے جاؤ“۔

احمد نے سیلوٹ کیا اور مارچ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اسے ڈر تھا کہ سنتری اب دوبارہ غور کرے گا.... اور پھر اسے آواز دے گا.... رکنے کو کہے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

کوریڈور اب ختم ہو رہا تھا۔ وہ سوئٹ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے ساتویں بنکر کے بلیو پرنٹ کو یاد کیا اور اس کے ڈیزائن کو ذہن میں تازہ کیا۔ وہ بائیں جانب مڑا اور ہال میں آگے گیا۔ اسی لمحے اسے سوئٹ کا دروازہ نظر آ گیا۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ اندر کیا ہے۔ بے یقینی کا احساس اور تنہائی اس اجنبی ماحول میں بے حد ڈراؤنی معلوم ہو رہی تھی لیکن سارہ کا خیال اس کے لیے تقویت کا باعث تھا۔ سو اس نے ہینڈل کا لٹو تھاما اور ہر ممکن آہستگی سے اسے گھمایا۔

دروازہ کھل گیا۔ وہ چھوٹا سا استقبالیہ کمرا تھا۔ ایک طرف چھوٹی سی میز رکھی تھی اس کے عقب میں گھومنے والی کرسی تھی اور سائیڈ میں دو عام کرسیاں رکھی تھیں۔ اس

کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں تھا پھر اسے ایک اور دروازہ نظر آیا۔

اس نے بھاری فوجی جوتے اتار دیے اور دبے پاؤں اس دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے اسے کھولا.... اور اندر جھانکا۔ کھڑکی سے محروم اس کمرے میں صرف دو فلور لیمپس روشنی کر رہے تھے۔ ایک نظر میں اندازہ ہو گیا کہ اس کمرے کو لونگ روم کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور آفس کے طور پر بھی۔ وہاں ایک بڑی میز تھی۔ سامنے ایک کاؤچ پڑی تھی۔ دو آرام کرسیاں تھیں۔ ان کے سامنے چوبی شیلف تھا' جو دیکھنے میں مینٹل جیسا لگتا تھا۔ شیلف میں کتابیں رکھی تھیں۔

یہ بڑا کمرا بھی خالی تھا!

لیکن نہیں....

"احمد...." کسی نے گھٹی گھٹی آواز میں اسے پکارا۔

وہ آواز یقیناً سارہ کی تھی' جو خود کو کاؤچ کے اوپر سے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ تاکہ اسے دیکھا جا سکے۔

احمد کاؤچ کی طرف لپکا۔ وہ موزے پہنے ہوئے تھا۔ لہٰذا آہٹ پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ سارہ کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور کاؤچ پر پیٹھ کے بل لیٹی تھی۔ احمد جاہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کھولنے کی کوشش کرنے لگا' جو پتلی ڈوری سے خوب کس کر باندھے گئے تھے۔

سارہ کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ احمد نے اسے ایک حوصلہ افزا مسکراہٹ سے نوازا۔ سارہ کے بال بکھرے ہوئے تھے لیکن وہ زخمی بہرحال نہیں لگتی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو سارہ؟"

سارہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہاں کوئی اور بھی ہے؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"ششش.... آہستہ بولو۔ وہ بیڈ روم میں ہے۔ بہت محتاط رہنا"۔

اتنی دیر میں اس نے سارہ کے ہاتھ کھول دیے تھے۔

"تم یہاں پہنچے کیسے؟" سارہ نے پوچھا۔

"ابھی چھوڑو۔ خود ہی دیکھ لینا"۔

احمد نے اسے اٹھا کر بٹھا دیا تھا اور اب اس کے پاؤں کھول رہا تھا۔ "خدا کا شکر ہے۔

میں دعا کر رہا تھا کہ تم خیریت سے ہو"۔

ہاتھ پاؤں کھلتے ہی وہ اس سے لپٹ گئی۔ "صبح میرے لیے برا وقت آنے والا تھا"۔ اس نے احمد کے کان میں سرگوشی کی۔ "اب تک انہوں نے مجھے اس لیے بخشا ہوا تھا کہ مجھ سے پوچھ گچھ کرنا تھی۔ وہ خوف ناک آدمی' جس کا نام شمٹ ہے' ابھی چند گھنٹے پہلے تک یہاں موجود تھا...."

"وہ چیف آف پولیس ہے.... اور کٹر نازی ہے"۔

"وہ مجھ پر سوڈیم پینٹوتھل آزمانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مجھ سے پوری معلومات حاصل کر لیں۔ اس کے بعد ہم لوگوں کا صفایا کر دیا جائے۔ وہ یہ کام رات کو ہی کر لیتے لیکن ارنسٹ دوجل کی موت کی تفتیش کے سلسلے میں شمٹ کو ضروری میٹنگ میں جانا تھا۔ وہ دوجل کی موت کو خود کشی ثابت کرنے والے ہیں۔ یہ کام زیادہ اہم تھا۔ وہ یہ کہہ کر گیا ہے کہ صبح ہی آئے گا اور پھر مجھے سوڈیم پینٹوتھل دے کر مجھ سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اس کے بعد مجھے ختم کر دیا جائے گا' پھر تم لوگوں کی باری آئے گی"۔

"اندر بیڈ روم میں کون ہے؟"

"ایوا براؤن.... وہ خود کو ایولین ہوفمین کہتی ہے۔ اس نے خود بتایا کہ وہ ایوا براؤن ہے"۔

"اور ہٹلر؟"

"وہ مر چکا ہے۔ کافی عرصہ ہو گیا۔ وہ اور ایوا اس بنکر میں ۱۸ سال رہے۔ ہٹلر پارکنسن کے مرض میں مبتلا تھا۔ اب ایوا براؤن یہاں نمبر ایک ہے"۔

"ناقابل یقین"۔ احمد نے بے ساختہ کہا۔ "یہ لوگ آخر کیا چاہتے ہیں؟"

"بقا کی جدوجہد کر رہے ہیں یہ لوگ۔ اپنی نہیں' تھرڈ ریش کی بقا کی جدوجہد۔ وہ دیکھو"۔ وہ اٹھی اور احمد کو لے کر مینٹل کی طرف لے گئی۔ وہ بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ "یہ جو یونانی طرز کا برتن رکھا ہے' اس میں ہٹلر کی راکھ ہے اور یہ وہ پینٹنگ ہے ہٹلر کی' جو کیر خوف کے پاس تھی۔ ان دونوں کے درمیان جو تحریر ہے.... فریم شدہ۔ یہ ہٹلر کے لفظ ہیں"۔

احمد جاہ نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ تحریر جرمن زبان میں تھی۔ لکھا تھا....

"روس اور امریکا کے درمیان تصادم ناگزیر ہے۔ یہ ہو کر رہے گا۔ اور جب ایسا ہو گا

تو میں زندہ ہوں گا۔ میں نہ ہوا تو میرا جانشین ہو گا۔ اس کے آئیڈیلز بھی وہی ہوں گے' جو میرے ہیں۔ تب وہ جرمن قوم کی قیادت کرے گا۔ جرمن قوم کو شکست اور ذلت کے پاتال سے اٹھائے گا اور آخری اور فیصلہ کن فتح کی طرف اسے لے جائے گا"۔

اوڈلف ہٹلر

--------*

"خدا کی پناہ"۔ احمد نے بے ساختہ کہا۔

"یہ ہٹلر کے الفاظ ہیں۔ ہٹلر نے ایک ایس ایس آفیسر سے کہے تھے"۔

"اس کے لیے وہ زندہ تھا.... زندہ رہنا چاہتا تھا؟"

"ہاں۔ اور اب ایوا بھی اسی مقصد کے لیے جی رہی ہے"۔

"لیکن سارہ' یہ مقصد پورا کیسے ہو گا۔ اس کے لیے کوئی منصوبہ تو ہو گا ان کے پاس"۔

"یہ مجھے نہیں معلوم"۔

"تو ہمیں معلوم کرنا ہو گا.... ابھی' اسی وقت"۔ احمد نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ "چلو.... ایوا کی خبر لیں"۔

"احمد.... وہ کبھی زبان نہیں کھولے گی"۔

احمد چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے سرگوشی میں کہا۔ "وہ تم پر سوڈیم پینٹوتھل ہی آزمانا چاہتے تھے نا۔ تمہیں معلوم ہے' وہ کہاں رکھا ہے؟"

سارہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "شمٹ نے اسے میز کی داہنی جانب والی دراز میں رکھا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس کا اثر ۲۴ گھنٹے رہتا ہے"۔

"اسے تلاش کرو اور یہ رسی بھی لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑے گی"۔

سارہ نے دراز کھولی اور اس میں سے پلاسٹک کی ایک تھیلی نکال لی۔ تھیلی میں ایک شیشی میں زرد سا محلول تھا۔ ساتھ ہی ایک ہائپوڈرمک سرنج بھی تھی۔

"چلو.... اب مجھے اس کے پاس لے چلو"۔ احمد نے کہا۔

--------*

پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ ایوا براؤن بیڈ پر پیٹھ کے بل لیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر ان میں اب دہشت نہیں' دھندلاہٹ تھی۔ جیسے وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہی ہو۔

"یہ ہے سوڈیم پینٹوتھل کا کمال!" احمد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ابھی تک کام آسان ثابت ہوا تھا۔ انہوں نے روشنی کی تو ایوا چونک کر بیدار ہو گئی تھی لیکن ریوالور کے سامنے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ سو اس نے خود کو ان کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیے تھے۔ پھر احمد نے سارہ سے سوڈیم پینٹوتھل طلب کیا تھا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ ایوا نے احتجاج کیا۔ "نہیں .... نہیں"۔ اس نے التجا کی تھی لیکن احمد نے اس کی آہ و زاری کو نظرانداز کر کے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا۔ پھر وہ سچائی اگلوانے والا محلول تیار کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

ایوا براؤن کی نس تلاش کرنے اور محلول انجکٹ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ "ایک منٹ میں دوا اثر دکھانا شروع کر دے گی"۔ اس نے سارہ کو بتایا۔

اور اب ایوا کی دھندلائی آنکھیں دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ دوا کا اثر شروع ہو چکا ہے۔

"یہ میں نے چھوٹا ڈوز دیا ہے"۔ اس نے کہا۔ "اس کا اثر دو سے تین گھنٹے تک رہے گا۔ بڑا ڈوز میں اسے بعد میں دوں گا"۔ اس نے سارہ کا ہاتھ تھاما۔ "چلو.... اب چند منٹ کے لیے اسے تنہا چھوڑ دیں"۔

اس نے ریوالور ہولسٹر میں رکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اور کام بھی ہیں"۔

وہ دونوں دوبارہ لونگ روم میں آ گئے۔ احمد چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "سارہ.... کچھ اندازہ ہے کہ یہاں کتنے نازی چھپے ہوئے ہیں"۔

"ایوا نے بتایا تھا۔ پچاس سے زیادہ ہیں"۔

"ہیں کون لوگ؟"

"ایوا بڑے فخر سے بتا رہی تھی۔ ہٹلر کے پرانے حلقے کے مٹھی بھر لوگ' جنہیں گمشدہ قرار دے دیا گیا تھا۔ ہٹلر کے یہاں منتقل ہونے سے پہلے ہٹلر یوتھ کے خاص وفاداروں کو یہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ اب وہ سب گھربار والے ہیں۔ یہاں سولہ سال سے کم عمر کا کوئی نہیں۔ ان کی حاملہ بیویوں کو ارجنٹائن بھجوا دیا جاتا ہے پھر وہ اکیلی واپس آتی ہیں۔ بچوں کو ارجنٹائن میں موجود ہٹلر کے وفادار پالتے پوستے ہیں اور تربیت دیتے ہیں۔ سولہ

سال کے ہوتے ہیں تو انہیں برلن بھیجا جاتا ہے۔ یہاں بنکر میں آجاتے ہیں وہ....."

"اور وہ کٹر نازی ہوتے ہیں؟"

"یہی نہیں۔ وہ تربیت یافتہ قاتل بھی ہوتے ہیں"۔

"قاتل؟ اس کی کیا ضرورت....."

"وہ ہر اس شخص کو قتل کرتے ہیں' جو ان کے لیے خطرہ ہو۔ نازیوں کے مخالف' نازیوں کو تلاش کرنے والی تنظیموں کے لوگ اور خطرناک غیر ملکی.... میرے والد جیسے۔ یہ سب لوگ ان کے شکار ہوتے ہیں۔ ایوا نے اعتراف کیا کہ میرے والد کے لیے وہ حادثہ ترتیب دیا گیا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ پچھلے بیس برسوں میں کم از کم دو سو قتل اس کے اشارے پر ہوئے تھے۔ یہ بہت بے رحم لوگ ہیں احمد....."

"ٹھیک ہے سارہ۔ اب ایک کام کرنا ہے تمہیں"۔ احمد نے کہا۔ "اب میں تمہیں یہاں سے نکالوں گا۔ تمہیں دکھاؤں گا کہ میں یہاں کیسے آیا ہوں۔ تمہیں بھی اسی راستے سے باہر جانا ہے"۔

"کام سے؟"

"ہاں۔ تم ٹیلے کے نیچے نکلو گی.... فیورر بنکر میں۔ اوبر ساٹ وہاں موجود ہے۔ تم باہر نکلتے ہی کیرخوف کو فون کرنا۔ کیرخوف اور ٹووا کو میں اسٹینڈ بائی چھوڑ کر آیا ہوں۔ ٹووا سے کہنا کہ یہاں کی صورت حال کے بارے میں شائم گولڈنگ کو مطلع کر دے۔ اسے یہ سب کچھ بتا دینا"۔

"یہ شائم گولڈنگ کون ہے؟"

"برلن میں موساد کا چیف۔ ٹووا بھی اس کی ایجنٹ ہے۔ موساد والوں کے پاس طاقت ہے۔ ہم پولیس سے مدد نہیں لے سکتے۔ برلن کے پولیس چیف کو تم دیکھ چکی ہو۔ ان سے کہنا کہ وہ کیفے ولف میں گھس کر بنکر میں بے ہوش کرنے والی گیس چھوڑ دیں۔ میں خون خرابہ نہیں دیکھنا چاہتا"۔

سارہ کی آنکھیں پھیل گئی تھیں"۔ لیکن احمد' موساد اور یہودی..... نہیں احمد' ہم ان سے تعاون نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو۔ یہ ناقابل اعتبار لوگ ہیں....."

"سارہ..... ہم ان کے ہاتھوں چوہے کی طرح مر جائیں کیا؟ یہ مجبوری ہے۔ یہاں کی پولیس سے ہم کو تحفظ نہیں مل سکتا۔ جاؤ..... جیسا میں کہتا ہوں' ویسے ہی کرو"۔

سارہ کچھ دیر سوچتی رہی۔ اسے یہ حل قبول نہیں تھا۔ لیکن بالآخر اس نے ایک سرد آہ بھر کر کے کہا۔ "ٹھیک ہے احمد' لیکن گیس وہ کیسے چھوڑ دیں گے؟"

"وینٹی لیٹرز کے ذریعے"۔ احمد نے کہا۔ "انہیں بتا دینا کہ بنکر کا نقشہ میری میز پر موجود ہے۔ اس سے انہیں وینٹی لیٹرز کے متعلق معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں ہیں"۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ "تم تو کیفے ولف کے راستے اندر پہنچی تھیں نا؟"

"ہاں۔ گارڈ نے اسٹیل کا بھاری دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا تھا"۔

"تو ان سے کہہ دینا کہ گیس چھوڑنے سے پہلے اس دروازے کو ضرور مقفل کر دیں۔ بنکر کو ایئر ٹائٹ ہونا چاہیے۔ ورنہ گیس کا اثر پوری طرح نہیں ہو سکے گا۔ گھڑی ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں ہے"۔

"تو گھڑی ملا لو۔ میری گھڑی میں اس وقت ایک بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں"۔

"ٹووا سے کہنا کہ ٹھیک تین بجے وینٹی لیٹرز میں گیس چھوڑی جائے..... ٹھیک تین بجے۔ اب چل دو۔ میں تمہیں جلد از جلد یہاں سے نکل دینا چاہتا ہوں پھر مجھے آ کر ایوا براؤن سے بھی نمٹنا ہے۔ ذرا میں یہ فوجی جوتے پھر پہن لوں"۔

"احمد..... مجھے نکالنے کے بعد تم ایوا سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے واپس آؤ گے؟ اور اگر تم گیس چھوڑی جانے سے پہلے نہ نکل سکے تو؟"

"میں تو اس وقت تک فیورر بنکر سے بھی نکل چکا ہوں گا۔ تم ٹووا کو مطلع کر کے بنکر میں چلی آنا۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا"۔

"میں تمہاری منتظر رہوں گی"۔

"صرف میری نہیں۔ کیونکہ میں ایوا کو بھی ساتھ لاؤں گا۔ وہی تاریخ کی تصیح کرے گی۔ وہی دنیا کو بتائے گی کہ ہٹلر بچ نکلا تھا۔ وہی تمہاری بائیوگرافی کو سنسنی خیز اختتام دے گی"۔

------*

اس بار سارہ ساتھ تھی تو احمد فکرمند تھا لیکن یہ مرحلہ پہلے سے زیادہ آسان ثابت ہوا۔ اس بار کوریڈور میں دو نازی گارڈ تھے۔ شاید ڈیوٹی تبدیل ہو رہی تھی۔ وہ باتیں کر رہے تھے۔ احمد کا انداز فوجیوں کا سا تھا۔ وہ سارہ کو دھکیل دھکیل کر آگے بڑھا رہا تھا۔

دونوں گارڈز نے ان کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ ان کے خیال میں وہ سارہ کو ایوا کے حکم پر کہیں لے جا رہا تھا۔

احمد سیڑھیوں کے ذریعے سارہ کو میزانائن فلور پر لے گیا۔ اس نے باہر نکلنے میں اسے مدد دی اور بتایا کہ بیٹری والا لیمپ کہاں رکھا ملے گا۔ اس نے اسے دوسری طرف کا حال بھی بتا دیا تھا۔

سارہ کے جانے کے بعد وہ واپس چل دیا۔

بیڈروم میں پہنچ کر اس نے ایوا کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکالا اور بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ ایوا کی کھلی ہوئی آنکھوں کی اب بھی وہی کیفیت تھی۔ احمد نے ویت نام میں ویت کانگ قیدیوں پر سوڈیم پینٹوتھل کا استعمال دیکھا تھا لیکن وہ اس طریق کار کے بارے میں پوری طرح نہیں جانتا تھا۔ ویت نام میں اس نے ایک کیپٹن کو کہتے سنا تھا کہ سوڈیم پینٹوتھل کے تحت اعتراف ایسا ہے' جیسے سوتے میں باتیں کی جا رہی ہوں۔ یہ دوا آدمی کے ذہن میں بولنے کے خلاف کھڑی رکاوٹیں دور کر دیتی ہے۔ جھوٹ کا امکان ختم ہو جاتا ہے اور آدمی غیر شعوری طور پر بلا جھجک باتیں کرتا ہے۔

اس نے چند آسان سوالوں سے آغاز کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح اسے پتا چل جاتا کہ دوا کا اثر شروع ہوا ہے یا نہیں۔ "تمہارا نام ایوا براؤن ہے نا؟"

ایوا کی نظریں چھت سے ہٹیں اور اس کے چہرے پر آ رکیں۔

"ایولین .... ایولین ...." اس نے کہنے کی کوشش کی۔ پھر بولی۔ "میں ایوا براؤن ہٹلر ہوں"۔

احمد کو وہ سب کچھ ناقابل یقین لگا۔ تاریخ کا ایک گمشدہ کردار اس کے سامنے موجود تھا اور اعتراف کر رہا تھا۔ "ایوا .... تمہیں ۳۰ اپریل ۴۵ء یاد ہے"۔

"ہاں۔ یہ وہ تاریخ ہے' جس کے بارے میں سب کو یقین ہے کہ اس روز ہم مر گئے تھے لیکن ہم نے پوری دنیا کو بے وقوف بنا دیا تھا۔ ہم بچ نکلے تھے"۔

"تم نے یہ دھوکا کیسے دیا سب کو؟"

"ہم نے اس سلسلے میں اپنے ڈبلز کا استعمال کیا تھا۔ نام میں بھول رہی ہوں .... ہاں' یاد آیا۔ ہنا والڈ اور طر۔ ایک رات پہلے ان دونوں کو فیورر بنکر میں لایا گیا۔ دونوں بہت خوفزدہ تھے۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا۔ اس روز انہیں ہمارے کپڑے پہنائے گئے پھر بورمین نے طر

کو شوٹ کیا اور ہنا کو زبردستی سائنائیڈ کھلایا۔ ان کی لاشیں وہاں صوفے پر گرا دی گئیں"۔

وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"پھر کیا ہوا؟"

"ہم نئے بنکر کی طرف جانے والی سرنگ میں اتر گئے۔ بورمین اکیلا ہمارے بیڈروم میں واپس آیا۔ اس نے وہ سلیب دوبارہ لگا دی اور ڈریسر کو دوبارہ وہیں رکھ دیا پھر شاید وہ چلا گیا ہوگا ...."

"بورمین کہاں گیا؟"

"اسے نئے بنکر میں آنا اور ہمارے ساتھ رہنا تھا۔ اسے دوسرے دروازے سے آنا تھا ...."

"کیفے ولف والا دروازہ؟"

"اس وقت اس کا نام مختلف تھا اور وہ بار تھا۔ بہرحال بورمین نہیں آیا۔ کہتے ہیں کہ وہ فیورر بنکر سے نکلتے ہوئے مارا گیا تھا شاید روسیوں کا کوئی گولہ پھٹا تھا' میں .... میں یقین سے نہیں کہہ سکتی"۔

احمد دیکھ رہا تھا کہ اب ایوا کی زبان میں لکنت آ رہی ہے اور اس کی توجہ بھی بٹ رہی ہے۔ "ایوا .... یہ وہ بنکر ہے' جس میں تم اور ہٹلر آ کر رہے۔ یہ تعمیر کب ہوا تھا؟"

"اسٹالن گراڈ کے بعد۔ نقشہ فیورر کے پاس پہلے سے موجود تھا"۔

"ہٹلر کو یہ خوف نہیں تھا کہ کوئی قیدی مزدور بچ نکلا تو اس کی لوکیشن دوسروں کو بتا دے گا؟"

ایوا چند لمحے خاموش رہی۔ "مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو یہ خیال ہی نہیں آیا کبھی"۔ بالآخر اس نے جواب دیا۔

"تم لوگ یہاں رہتے رہے اور کسی کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہوئی؟"

"نہیں"۔

"ہٹلر کبھی اس بنکر سے باہر بھی گیا؟"

"نہیں۔ کبھی نہیں"۔

"اور ہٹلر کی زندگی میں کبھی تم باہر آئیں؟"

"نہیں۔ میرا جی تو چاہتا تھا لیکن فیورر نے کبھی اجازت نہیں دی۔ ہاں' بچی کی

ولادت کے بعد ....“

احمد کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایوا کو بہت غور سے دیکھا۔ ”کیا تمہارے ہاں اولاد بھی ہوئی .... ہٹلر کی؟“

”یہ تو سب جانتے ہیں“۔ ایوا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

”خیر‘ تو پھر؟“

”میں اور ہٹلر چاہتے تھے کہ کلارا عام بچوں کی طرح کھلی فضا میں پلے بڑھے .... برلن میں رہے۔ اس وقت تک یہ کیفے ولف بن چکا تھا۔ بہرکیف‘ تب میں نکلی ....“

”بچی کو تم نے کسے دیا؟“

”میری پرانی خادمہ تھی .... پہلی لیزل۔ ولف گینگ شمٹ جانتا تھا کہ وہ برلن میں رہتی ہے۔ اس کے خیال میں اسے یہ بتانے میں کہ ہم بچ نکلے ہیں‘ کوئی حرج نہیں تھا۔ ولف گینگ نے تمام انتظامات کیے۔ لیزل کو بھاری رقم بھی دی گئی۔ کلارا لیزل کی بچی بن گئی ....“

”وہ پہلا موقع تھا کہ تم باہر نکلیں۔ اس کے بعد ایسا کب ہوا؟“

”چند برس بعد“۔ ایوا کے چہرے پر اذیت کا سایہ لہرایا۔ ”میرے شوہر کی موت کے بعد“۔

”وہ بہت بیمار تھا؟“

”پہلے تو ٹھیک ٹھاک تھا لیکن آخر میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا۔ وہ مطالعے میں‘ موسیقی سننے میں‘ کبھی کبھی پینٹ کرنے میں اور زیادہ تر مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے میں وقت گزارتا تھا۔ میں نے اسے بہلانے کے لیے اسے پینٹنگ کی ترغیب دی“۔ وہ پھر کنفیوز ہونے لگی۔ ”نہیں .... دوسری بار تو میں فیورر کی موت سے پہلے باہر نکلی تھی۔ کلارا کی پیدائش کے چند برس بعد۔ میں اس کی چند پسندیدہ عمارتوں کی تصویریں کھینچنا چاہتی تھی لیکن ایک ہی عمارت نظر آئی ایسی۔ اسے فیورر نے پینٹ بھی کیا تھا۔ برسوں بعد میں نے دیوار برلن دیکھی .... اس خوبصورت شہر میں ایک بدنما دھبا“۔

”تمہارے شوہر کا انتقال کب ہوا؟“

”جب ٹیکساس میں امریکی صدر کینیڈی قتل ہوا تھا۔ یہ خبر ہم نے ریڈیو پر سنی تھی۔ اس روز میرے شوہر کا انتقال ہوا۔ ہم نے کینیڈی کی موت کا جشن منایا تھا پھر ہم نے فیورر کی لاش جلائی“۔

”اس کے بعد تم بنکر سے نکلنے لگیں؟“

”مہینے میں ایک بار .... کلارا اور لیزل سے ملنے جاتی تھی میں۔ کبھی کبھی شمٹ سے بھی ملتی تھی۔ مجھے کبھی کسی نے نہیں پہچانا۔ مجھے اعتماد ہو گیا تو میں ہفتے میں ایک دن باہر نکلنے لگی۔ مجھے کام بھی تو ہوتا ہے“۔

”کام؟ یعنی روس اور امریکا میں فوجی تصادم کا بندوبست کرنا؟“

”نہیں۔ وہ تو خودبخود ہو گا۔ وہ کیسا خوبصورت دن ہو گا‘ جب روس اور امریکا ایک دوسرے کو مٹا ڈالیں گے۔ ہم روسیوں اور امریکیوں سے یکساں نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں ان کی تباہی کا انتظار ہے“۔ وہ ذرا توقف کے بعد پھر بولی۔ ”لیکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جب روس اور امریکا ایک دوسرے کو تباہ کریں تو اس وقت جرمنی تیار ہو۔ اتنا مضبوط کہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ ابھر سکے“۔

”یہ کام کیسے کرو گے تم لوگ؟“

”دشمنوں کو مٹا کر۔ کل شمٹ تمام غیر ملکی دشمنوں کو ختم کر دے گا۔ پھر وہ میونخ جائے گا اور پھر پورے جرمنی کا دورہ کرے گا۔ ملک میں نازیوں کی ہمدرد تنظیموں کی تعداد ۱۵۸ ہے۔ شمٹ ان لوگوں سے رابطہ کرے گا‘ جن کے ان تنظیموں سے روابط ہیں۔ وہ غیرت مند جرمنوں سے ملے گا‘ جن میں فوجی بھی ہیں‘ سیاست داں بھی اور بڑے بڑے صنعت کار بھی۔ یوں نئی پارٹی کے لیے راہ ہموار ہو گی“۔

”نئی پارٹی؟ کیسی نئی پارٹی؟“

”اس پارٹی کی بنیاد بھی وہی ہو گی .... نیشنل سوشلزم۔ نام اس کا نیا رکھا جائے گا۔ اس کا فیصلہ شمٹ کرے گا“۔

”اور انچارج بھی شمٹ ہی ہو گا؟“

”ہاں۔ کیونکہ نازی دشمن کی حیثیت سے اس کا ریکارڈ شاندار ہے۔ ہم روس اور امریکا کی تباہی کے بعد منظرعام پر آئیں گے“۔

”تو یہ ہے تمہارا منصوبہ؟“

”برسوں سے کام کر رہے ہیں ہم“۔ ایوا نے کہا۔ ”اور کام بھی بہت ہے۔ میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ خرابی صحت کے باوجود میرے شوہر اتنی زیادہ محنت کرتے ہیں۔ میرے شوہر

ارجنٹائن امریکی ڈالر بھیجتے رہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ڈیرِ فالکسن ہم نے نیوکلیئر میٹیریل تیار کیا اور یہاں بنکر میں لے آئے۔ وہ اب یہیں موجود ہیں۔ اس دور میں دوسرے ملک اسی سے خوف کھاتے ہیں، جس کے پاس ایٹمی طاقت ہو"۔

"یہ تو ٹھیک ہے ایوا لیکن پہلے تو تمہیں جرمنی کا کنٹرول حاصل کرنا ہے"۔ احمد نے کہا۔ "یہ کیسے ہوگا؟"

"سیاسی پارٹی کے ذریعے۔ دولت کی ہمارے پاس کمی نہیں"۔ ایوا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔ "پرانے خوابوں کے امین ابھی موجود ہیں۔ وہ ہماری پارٹی کو اکثریت دلوائیں گے۔ ہم اس سلسلے میں تیاریاں کر رہے تھے کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا"۔

"اور اب اس کا کام تم کر رہی ہو؟"

اس بار کوئی جواب نہیں ملا۔ احمد نے غور سے دیکھا۔ ایوا کی نگاہوں کی دھندلاہٹ بتدریج دور ہو رہی تھی۔ احمد نے دوبارہ اسے سوڈیم پینٹوتھل کا انجکشن لگا دیا پھر وہ غور سے ایوا کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ ان میں پھر دھند اترتی جا رہی تھی۔ ایک منٹ بعد احمد نے پھر پوچھ گچھ شروع کر دی۔ "ہاں تو ایوا، ہٹلر کی موت کے بعد سیاسی منصوبے پر عمل درآمد تمہاری ذمے داری بن گیا؟"

"میں تو بس یہاں موجود وفاداروں کی انچارج ہوں۔ باہر کے کام ولف گینگ کی ذمے داری ہے۔ وہ سب لوگوں کو جانتا ہے۔ اس کے اہم تعلقات ہیں۔ وہی ہمارا لیڈر ہوگا"۔

احمد نے گھڑی میں وقت دیکھا اور فیصلہ کیا کہ اب اسے ایوا کو لے کر نکل لینا چاہیے۔ "ایوا.... تمہارے پاس فلیش لائٹ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میری سائیڈ ٹیبل کی دراز میں بہت طاقتور فلیش لائٹ موجود ہے"۔

احمد نے اٹھ کر دراز سے فلیش لائٹ نکال لی۔ پھر اس نے کہا "ایوا.... میں تمہارے ہاتھ پاؤں کھول رہا ہوں۔ ہم ذرا چہل قدمی کریں گے"۔ اس نے فلیش لائٹ رکھی اور جھک کر اسے کھولنے لگا۔

اچانک اس کے سامنے دیوار پر ایک دیو قامت سایہ لرزا۔ احمد نے چونک کر سر گھمایا۔ بیڈروم کے دروازے میں دیو قامت ولف گینگ شمٹ کھڑا تھا۔

چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ حیرت نے دونوں ہی کو سن کر دیا تھا۔ پھر ولف گینگ شمٹ گالیاں بکتے ہوئے وحشیانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں پھر شمٹ نے اپنی جیکٹ کے نیچے ہولسٹر کے لئے ہاتھ ڈالا۔

احمد نے چیخ کر کہا "شمٹ ہلنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں تمہیں ختم کر دوں گا"۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے لیوگر سے فائر نہیں کر سکتا۔ فائر کی آواز سن کر نازی گارڈز نازل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے ریوالور کے بجائے فلیش لائٹ اٹھالی۔ اتنی دیر میں شمٹ ریوالور نکال چکا تھا۔ احمد نے اس پر چھلانگ لگائی اور ساتھ ہی فلیش لائٹ سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر وار کیا۔ شمٹ کا چہرہ اذیت سے مسخ ہو گیا۔ ریوالور دیوار سے ٹکرا کر اچھلا اور لونگ روم میں جا گرا۔ جھنجلائے ہوئے شمٹ نے لونگ روم میں پہنچ کر گرے ہوئے ریوالور کو اٹھانے کا ارادہ کیا لیکن پھر پلٹ کر احمد کی طرف دیکھا۔ احمد نے اس کے ہاتھ کو ریوالور تھامتے دیکھا تو اس پر جست لگائی۔ شمٹ فرش سے ٹکرایا۔ ریولور پھر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ دہاڑتے ہوئے اٹھا۔ دوسری طرف احمد بھی اٹھ رہا تھا۔ شمٹ نے دیوانہ وار ہاتھ گھمایا۔ احمد نے جھکائی دے کر اس کے دو وار بچائے لیکن تیسرا وار اس کے جبڑے پر لگا۔ وہ چکراتا ہوا مینٹل پیس سے جا ٹکرایا۔ اس نے اپنا توازن قائم رکھنے کے لئے مینٹل کا سہارا لیا۔ اس کا ہاتھ یونانی خاک دان سے ٹکرایا، جس میں ہٹلر کی راکھ رکھی تھی۔ خاک دان زوردار آواز سے نیچے گرا۔

شمٹ خونخوار انداز میں اس پر جھپٹتا آ رہا تھا۔ احمد کو احساس ہو رہا تھا کہ اس کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ اس نے کشتیاں جلا ڈالیں۔ ہٹنے کے بجائے وہ جھپٹتے ہوئے شمٹ کی طرف سر جھکا کر بڑھا۔ عین موقعے پر خود کو اوپر اٹھاتے ہوئے اس نے جوڈو کی ایک طاقت ور کک آزمائی۔ شمٹ گڑبڑا گیا۔ اس نے اس کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ سست ثابت ہوا۔ لات اس کی ناف کے نیچے لگی۔ اس کے دونوں ہاتھ مقام ضرب کی طرف لپکے۔ وہ تکلیف سے دوہرا ہو گیا۔ احمد نے اس بار اس کی کنپٹی کو نشانہ بنایا۔

شمٹ فرش پر لڑھک گیا۔ چند لمحے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیا لیکن جسمانی طور پر وہ سانڈ کی طرح مضبوط تھا۔ وہ پھر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان لمحوں میں احمد نے سمجھ لیا کہ اگر وہ ریچھ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ زیادہ دیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس نے کسی ہتھیار کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں اس خاک دان کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ جس میں ہٹلر کی راکھ تھی۔ احمد نے اسے دونوں ہاتھوں میں تھاما اور گھمایا۔ شمٹ سر جھٹکتے

ہوئے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ احمد نے خاک دان کو اوپر اٹھایا اور پوری قوت سے شمٹ کی کھوپڑی پر مارا۔ شمٹ کا سر پیچھے کی طرف گیا۔ احمد نے دوبارہ وار کیا.... اور پھر وار کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ شمٹ کی کراہیں بھی معدوم ہو گئیں وہ کسی شہتیر کی طرح فرش پر گر پڑا تھا۔

احمد کھڑا ہانپتا رہا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ خاک دان کا ڈھکنا نہ جانے کب کا ہٹ گیا تھا۔ اس میں موجود راکھ بے ہوش شمٹ کے چہرے اور سینے پر بکھر گئی تھی۔

ذرا سانسیں درست کرنے کے بعد اس نے جھک کر شمٹ کو چیک کیا۔ اسے کم از کم آدھے گھنٹے تک تو ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ احمد نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ وقت اب بہت کم رہ گیا تھا۔ بے ہوشی کی گیس چھوڑی جانے سے پہلے اسے یہاں سے نکل لینا تھا۔

لیکن یہ بھی ضروری تھا کہ بے ہوش شمٹ سامنے نہ رہے۔ چنانچہ وہ اسے گھسیٹ کر دوسرے بیڈ روم میں لے گیا۔ وہ اس کے لئے بڑی مشقت تھی۔ اس کی سانس پھر اکھڑ گئی۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر سانس درست کرنے لگا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ نازیوں کے ساتھ بے ہوش ہونے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ہٹلر والے بیڈ روم کا دروازہ بند کر کے وہ باہر نکلا اور ایوا کے بیڈ روم میں چلا آیا۔ ایوا بدستور لیٹی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی دھندلاہٹ تھی۔ احمد نے فلیش لائٹ اٹھا کر جیب میں ٹھونسی اور پھر ایوا پر جھکتے ہوئے اس سے دوبارہ وہی بات کہی "ایوا .... میں تمہیں کھول رہا ہوں پھر ہم دونوں چہل قدمی کے لئے نکلیں گے"۔

ایوا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں لیکن بولی کچھ نہیں۔

ڈیوٹی پر موجود گارڈ ایوا کو دیکھ کر احترام آمیز انداز میں الرٹ ہو گیا تھا۔ احمد کی طرف اس نے کوئی توجہ نہیں دی اور ایوا نہایت تابعداری سے احمد کی ہر بات مان رہی تھی۔

احمد نے اسے جھک کر اس بنکر سے، جو پچھلے چالیس برسوں سے اس کا گھر تھا، تاریک سرنگ میں اُترنے کو کہا تب بھی اسے کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ احمد نے الماری سے اپنے کپڑے نکالے، فلیش لائٹ روشن کی اور خود بھی سرنگ میں اتر گیا۔ سرنگ میں اترنے کے بعد فلیش لائٹ نیچے رکھ کر اس نے بڑی احتیاط سے سلیب کو دوبارہ دیوار میں لگایا۔

ذرا دیر بعد وہ چھوٹے فیورر بنکر میں تھے۔

اس طرف والی سلیب دیوار میں فٹ کرنا زیادہ دشوار کام تھا۔ اس لئے بھی کہ وہ اکیلا تھا اور اس لئے بھی کہ شمٹ نے اس کی توانائیاں نچوڑ لی تھیں۔ جیسے تیسے اس نے سلیب فٹ کی اور پھر بچی کھچی طاقت استعمال کرتے ہوئے بیورو کو گھسیٹ کر وہیں لگا دیا۔

اب ساتواں بنکر پوری طرح سیل ہو چکا تھا۔

اس نے فلیش لائٹ اٹھائی اور ایوا کو لے کر اس کمرے میں چلا آیا، جو جنگ کے آخری دنوں میں ہٹلر کا سٹنگ روم رہا تھا۔ اس نے فلیش لائٹ کو کمرے کی ہر چیز پر گھمایا .... صوفے، ٹوٹی ہوئی کرسیاں، دیواریں، میز، وہ جگہ بھی جہاں فریڈرک دی گریٹ کی تصویر لگی تھی۔ آخر میں اس نے فلیش لائٹ کا رخ ایوا کے چہرے کی طرف کیا۔ وہ چہرہ راکھ کی سی رنگت اختیار کر گیا تھا۔

"فیورر بنکر" اچانک ایوا بڑبڑائی "سٹنگ روم .... ہمارا کمرا!"

اسے دیکھ کر احمد کو احساس ہوا کہ وہ چالیس سال پیچھے چلی گئی ہے۔ وہ ہٹلر کے قرب کے لمحوں میں دوبارہ جی رہی ہے۔ وہ شادی، جس کی اس نے بڑی سچائی سے خواہش کی تھی۔ وہ استقبالیہ .... وہ لمحے .... "مائی گاڈ!" اچانک وہ چلائی۔ "یہ کیا حشر کر دیا ہے اس کمرے کا"۔

"یہاں روسی آئے تھے"۔ احمد نے اسے بتایا۔

"وحشی .... درندے .... جانور" ایوا کی آواز لرز رہی تھی۔

پھر اچانک جیسے وہ حال میں واپس آ گئی۔ دوا کا اثر بھی جیسے زائل ہو گیا۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں تھی۔ فلیش لائٹ کی روشنی میں اس نے پلکیں جھپکائیں "تم کون ہو؟ یہاں کیسے لے آئے ہو مجھے؟ میں واپس جانا چاہتی ہوں ...."

"اب تم واپس نہیں جا سکتیں"۔ احمد نے سخت لہجے میں کہا "ماضی زندہ نہیں، مردہ ہوتا ہے"۔ احمد نے ریوالور نکال لیا تاکہ وہ اسے دیکھ لے۔ "اب ہم اوپر چلیں گے .... ایمرجنسی ڈور سے۔ ایمرجنسی ڈور یاد ہے نا تمہیں؟"

"لیکن کیوں؟"

"ہم حقیقت جاننا چاہتے ہیں ایوا.... مکمل حقیقت"۔

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گی اور یہ بھی سن لو کہ میرا نام ایولین ہے .... ایولین ہوفمین"۔

"چلو.... اوپر تو چلو"۔ احمد نے ریوالور لہرایا۔
ایوا آگے آگے تھی اور احمد پیچھے۔ وہ استقبالیہ سے گزرے' سیڑھیوں تک پہنچے اور پھر اوپر جانے لگے۔ آخری لینڈنگ پر ایوا رک گئی۔ "چلو.... " احمد نے درشت لہجے میں کہا۔
اب وہ اوپر.... کھلی ہوا میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں اندھیرا تھا مگر مکمل نہیں۔ واچ ٹاورز کی وجہ سے ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔
اچانک ایک طرف سے ایک سایہ دوڑتا ہوا آیا اور اس سے لپٹ گیا۔ "احمد.... احمد تم ٹھیک تو ہو نا؟" وہ سارہ تھی اور بری طرح سسک رہی تھی۔
"میں تمہارے سامنے ہوں۔ مجھے کیا ہونا ہے"۔ احمد نے خوش دلی سے کہا۔
"تمہیں نہیں معلوم۔ مجھ پر تو ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گزر تا رہا ہے"۔
"ہوا کیا ہے؟ خیریت...."
"میں نے کہا تھا نا کہ یہودی قابل اعتبار نہیں ہوتے۔ انہوں نے بدعہدی کی...."
"ہوا کیا؟ بتاؤ تو"۔ احمد جھنجلا گیا۔
"انہوں نے بے ہوشی کی گیس کی جگہ مہلک گیس چھوڑ دی ہے بنکر میں۔ مجھے ابھی ابھی پتا چلا ہے۔ میں اب اندر جانے ہی والی تھی"۔
احمد سن ہو کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ موت اس کے کتنے نزدیک آ گئی تھی۔ اگر شمٹ سے مقابلہ ذرا اور طویل ہو جاتا۔ اگر وہ ذرا اور رک جاتا۔ "باسٹرڈ" وہ غرایا۔
خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے' تم نکل آئے"۔ سارہ اب رو رہی تھی۔ "وہ وحشی ہیں.... جنونی ہیں۔ انہیں تمہاری زندگی کی بھی پروا نہیں تھی۔ احمد.... میرے احمد"۔ اب وہ اس کے چہرے کو چھو رہی تھی۔
"چلو' اچھا ہے۔ مجھے بھی سبق مل گیا۔ خیر.... میں کامیاب لوٹا ہوں۔ ایوا سے میں نے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا اور اب تم اطمینان سے معلوم کر لینا اس سے۔ میں اسے ساتھ لایا ہوں"۔ یہ کہہ کر احمد نے اس طرف دیکھا جہاں ایوا کھڑی تھی۔
مگر ایوا اب وہاں موجود نہیں تھی!
"ارے.... یہ کہاں گئی"۔ احمد نے گھبرا کر کہا "مجھے تم سے باتیں کرنے میں ہوش ہی نہیں رہا' اس کا"۔

"جلدی کرو"۔ سارہ نے ہڑبڑا کر کہا "اسے تلاش کرنا بہت ضروری ہے"۔
"اس سیکیورٹی زون میں وہ زیادہ دور نہیں جا سکتی"۔
"پھر بھی.... ہمیں اسے تلاش کرنا چاہئے"۔ سارہ نے اصرار کیا۔
"نہیں سارہ' اس کی فکر نہ کرو۔ وہ کہیں نہیں جا سکتی"۔ احمد نے اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "وہ پکڑی جائے گی۔ مجھ میں اب ہمت نہیں ہے سارہ۔ میں نڈھال ہو گیا ہوں"۔ احمد نے اسے بنکر کی روداد سنا دی۔
"سوری احمد.... یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تمہارا شمٹ سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔ تم تو واقعی بال بال بچے ہو"۔
"سارہ' میری کار یہاں موجود ہے۔ تم واپس جاؤ کیفے ولف پہنچو۔ دیکھو کہ کیا صورت حال ہے"۔ سارہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر احمد نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا "تم جاؤ' مجھے ابھی یہاں کام ہے۔ اب سوچتا ہوں تو ایوا کی فکر ہوتی ہے۔ دیکھوں.... شاید مجھے ہی مل جائے۔ تم چلی جاؤ پلیز"۔

--------*

سارہ کے جانے کے بعد احمد کافی دیر تک مشرقی جرمنی کے سیکیورٹی زون سے باہر رہا۔ وہ خاردار تاروں کے جنگلے کے اندر ادھر ادھر جھانکتا پھرا۔ نیم تاریکی میں کسی بھی متحرک کی جستجو تھی کہ اس سے اسے ایوا براؤن کا پتا چل سکتا تھا۔
لیکن کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایوا اسے نظر نہیں آئی تھی۔ احمد جانتا تھا کہ وہ ہاتھ نہیں آنا چاہے گی لیکن یہ بھی طے تھا کہ وہ کہیں جا نہیں سکتی۔ وہ بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ دن کے اجالے میں کسی نہ کسی کی نظر پڑ جاتی اس پر اور وہ پکڑی جاتی۔ اگر وہ مشرقی جرمنی والوں کے ہاتھ چڑھتی تو یہ مناسب نہ ہوتا حالانکہ اس نے اور سارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ آخر میں وہ ایوا کو پروفیسر بلوباخ کے سپرد کر دیں گے۔ پروفیسر کو جب معلوم ہو گا کہ یہ عورت ایوا براؤن ہے تو وہ کتنا حیران ہو گا اس کا وہ تصور کر سکتے تھے۔
مگر فی الحال صورت حال اس کے لئے مایوس کن تھی وہ یہاں کھڑا ہو کر ایوا کے نظر آنے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ایک اور اہم معاملے سے متعلق جاننا تھا۔ اسرائیلیوں نے ساتویں بنکر میں موجود نازیوں کو اپنے منصوبے کے مطابق ختم کر دیا تھا یا نہیں۔ یہ سوال احمد کے لئے تکلیف دہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ قتل عام ہو وہ مجرم تھے تو وہ

انہیں قانون کے .... حکام کے حوالے کر دینا چاہتا تھا۔ یہ حق کسی کو نہیں تھا کہ ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں جانوروں کی طرح کاٹ کر رکھ دیا جائے۔ اسے استعمال کئے جانے کا توہین آمیز احساس ستا رہا تھا۔ یہودیوں نے اسے اور سارہ کو کس طرح استعمال کیا تھا.... وہ بھی مذموم ترین مقاصد کے لئے اور وہ اس کے جواب میں کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے ان کے پاس مہلت ہوتی تو وہ کم از کم مشرقی جرمنی کے حکام کو مطلع کر دیتے لیکن اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ٹہلتا ہوا گیٹ کے آفیسر انچارج کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ میجر جانز تھا۔ خاصا مہذب آدمی تھا اور اس کے ساتھ ہمیشہ اچھی طرح پیش آتا تھا۔ میجر جانز نے اسے آتے دیکھا تو اپنی کار بائیں لئے خود بھی اس کی طرف بڑھنے لگا۔

احمد کی ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کا دماغ ٹھیک طرح کام نہیں کر رہا ہے۔ اس نے سارہ کو اصرار کر کے اپنی کار میں بھیجا تھا اور اب اسے خود کار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ خود کیفے ولف پہنچنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

"میں اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہا تھا لیکن اسے کام ختم کرنے میں دیر ہو رہی ہے اور میں انتظار نہیں کر سکتا" اس نے کہا "میجر.... آپ میرے لئے ٹیکسی منگوا سکتے ہیں۔ یہ وقت تو بے تکا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ کہیں نہ کہیں ٹیکسی ضرور مل جائے گی"۔

"کیوں نہیں"۔ میجر بولا "میں اپنے کسی آدمی سے پلاسٹ ہوٹل فون کرا دیتا ہوں۔ یہاں اچھی خاصی ٹیکسیاں مغربی برلن کی ہوتی ہیں' جنہیں واپسی کے پسنجر کی تلاش ہوتی ہے"۔ میجر جانز نے اشارے سے اپنے ایک گارڈ کو بلایا اور اسے فون کر کے ٹیکسی طلب کرنے کی ہدایت دی۔

احمد نے شکریہ ادا کیا اور پھر جنگلے کے پاس ٹہلنے لگا لیکن ایوا کہیں نظر نہیں آئی۔ اچانک میجر جانز اس کے پاس چلا آیا۔ "ٹیکسی پندرہ منٹ میں پہنچ جائے گی"۔ اس نے بتایا۔

"میں بہت شکر گذار ہوں"۔

میجر جانز نے اسے بہت غور سے دیکھا "اور سب خیریت تو ہے نا؟"

"جی ہاں' شکریہ"۔ احمد نے کہا لیکن اسے یقین نہیں تھا کہ اس نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ کچھ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ دل پر .... ضمیر پر موجود بوجھ اسے پریشان کر رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے موساد والوں سے مدد نہ لی ہوتی تو نازی اسے اور سارہ کو ختم کر دیتے وہ انہیں کبھی نہیں چھوڑتے لیکن پھر بھی مجرموں کو سزائے موت دینے کا اختیار عام لوگوں کو نہیں ہوتا۔

--------*

سارہ' احمد کی کار میں مغربی برلن کی طرف جا رہی تھی۔ چیک پوائنٹ چارلی پر اسے کافی دیر لگی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ وقت بہت بے تکا تھا۔ بہرحال اسے کلیرنس مل گئی اور اب وہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے اس تاخیر کی تلافی کر رہی تھی۔

الیکانسٹر پلاٹز پہنچ کر وہ پارکنگ کے لئے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اس کے ذہن پر ایک ہی بوجھ تھا۔ کیا یہودیوں نے نازیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہو گا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ مشرقی برلن میں احمد جاہ بھی دل اور ضمیر پر یہی بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔

--------*

مغربی برلن کے نیچے ہٹلر کے خفیہ بنکر میں سرگرمی شروع ہو رہی تھی! ہٹلر کے بیڈ روم کا دروازہ بہت آہستگی سے کھل رہا تھا! ایک پُر گوشت ہاتھ نے دروازے کو مزید دھکیلا۔ وہ ولف گینگ شمٹ تھا۔ اس کا سر خون میں بھیگا ہوا تھا۔ وہ گھسٹتے ہوئے باہر آ رہا تھا۔

ہوش آتے ہی اس نے اس یاد کرنے کی کوشش کی کہ کیا ہوا تھا۔ وہ ایوا کی خیریت دریافت کرنے اور سارہ رحمان کی خبر لینے کی نیت سے بنکر واپس آیا تھا۔ سارہ رحمان اسے وہاں نظر نہیں آئی۔ جہاں وہ اسے چھوڑ گیا تھا...... یعنی کاؤچ پر۔ وہ اسے چیک کرنے کے لئے ایوا کے بیڈ روم میں گیا۔ وہاں بساط ہی الٹی ہوئی تھی۔ ایوا بیڈ پر بندھی لیٹی تھی اور وہ احمد جاہ بھی وہاں موجود تھا۔

پھر اس کے اور احمد جاہ کے درمیان لڑائی ہوئی۔ جانے کیسے احمد جاہ نے اسے بے ہوش کر دیا۔ اس کا دکھتا ہوا سر بتا رہا تھا کہ احمد نے کسی بہت بھاری چیز سے اس کے سر پر کئی وار کئے تھے اگر وہ جاندار نہ ہوتا تو شاید اس وقت زندہ نہ ہوتا۔

وہ خاصی جدوجہد کے بعد اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوا۔ اسے بہت زیادہ کمزوری محسوس ہو رہی تھی وہ ڈگمگاتا ہوا ایوا کے بیڈ روم کی طرف بڑھا ایوا وہاں موجود نہ تھی۔ بیڈ خالی تھا احمد جاہ بھی کہیں نظر نہیں آیا۔ شمٹ بے جان ٹانگوں سے سٹنگ

روم کی طرف بڑھا۔ سٹنگ روم بھی خالی تھا۔ فرش پر اسے اپنا ریوالور پڑا نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے۔ ممکن ہے' احمد نے ایوا کو یرغمال بنا لیا ہو۔ اسے باہر لے گیا ہو ویسے ہی جیسے وہ بنکر میں آیا ہو گا۔ کچھ بھی ہو۔ اب یہ طے تھا کہ ان کی اس زیر زمین پناہ گاہ کا راز کھل گیا ہے اور اب وہ سب خطرے میں ہیں۔

شمٹ نے معقولیت سے سوچنے کی کوشش کی۔ یہ امکان تو نہیں تھا کہ احمد نے پولیس میں رپورٹ کی ہو گی۔ پولیس چیف سے تو وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ کر نکلا تھا۔ تو پھر؟ ممکن ہے' اس نے برلن میں موجود اتحادیوں کے کمانڈر سے رابطہ کیا ہو۔ بنکر کا راز بتا کر ان سے فوجی مدد طلب کی ہو۔

اس خیال نے شمٹ کے دل میں امید کی کرن جگا دی۔ وہ چاروں طاقتوں کو جانتا تھا۔ کوئی معاملہ کتنا ہی سنگین ہو' وہ تیزی سے حرکت میں آنے کے قابل نہیں تھے وہ تو ہمیشہ سرخ فیتے میں الجھے رہتے تھے اور پھر احمد جاہ انہیں جو کہانی سنائے گا' وہ تو ویسے بھی طلسم ہوش ربا معلوم ہو گی انہیں۔

یعنی امید افزا صورت حال تھی۔

اس کے سر میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ شمٹ نے خود سے بحث جاری رکھنے کی کوشش کی۔ اگرچہ سر کی صورت حال کے پیش نظر یہ مشکل کام تھا۔ اس نے سوچا' احمد جاہ مدد حاصل کرنے گیا ہو گا تو یقیناً اس نے اپنے ساتھیوں کو کیفے ولف پر نظر رکھنے کی ہدایت کی ہو گی لیکن ان کی تعداد کم ہے۔ ان پر با آسانی قابو پایا جا سکتا ہے۔

شمٹ نے فیصلہ کیا کہ ابھی فرار ممکن ہے۔ اسے گارڈز کو اور یہاں موجود لوگوں کو الرٹ کرنا ہو گا۔ یہ لوگ پوری طرح مسلح ہیں ان کے پاس مشین گنیں ہیں' اور نیل راکٹ لانچر ہیں۔ یہ بہ آسانی لڑ بھڑ کر بنکر سے نکل سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ چند روز اِدھر اُدھر چھپے رہیں گے ..... منتشر ہو کر۔

شمٹ نے سوچا' یہی ایک خیال قابل عمل ہے۔ ابھی وقت تھا۔ اب بھی یہ جنگ جیتی جا سکتی تھی۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا سٹنگ روم سے نکلا' استقبالیہ سے گزرا اور سوئٹ سے باہر آ گیا۔ وہ کارنر سے گھوم کر راہداری میں آیا۔ کچھ دور اسے ہٹلر یوتھ کا ایک گارڈ ڈیوٹی پر نظر آیا۔

اس نے اسے آواز دینے کے لئے منہ کھولا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ سب کو خبردار کر دے لیکن اس کے حلق میں پھندا سا لگا۔ دم گھٹنے لگا۔ وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔ اس کے ہاتھ اپنے حلق کی طرف لپکے۔ عجیب سی بو کا احساس ہو رہا تھا اور دم گھٹ رہا تھا آواز جیسے اس کے حلق میں قید ہو گئی تھی اور کوئی اندر بیٹھا جیسے اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اس کا جسم بری طرح لرزنے لگا۔

اس نے پھر چیخ کر سنتری کو آواز دینے کی کوشش کی لیکن وہاں کوئی موجود تھا ہی نہیں۔ دھندلائی ہوئی نظروں سے اس نے دیکھا کہ سنتری زمین پر گرا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساکت ہو گیا۔ شمٹ کو احساس ہوا کہ کوئی بے حد خوفناک بات رونما ہو رہی ہے پھر اس نے فضا میں ناچتے وہ نیلے بخارات دیکھے' جو وینٹی لیٹرز کی طرف سے نیچے آ رہے تھے اور شمٹ سمجھ گیا۔ اس سے زیادہ اسے موقع بھی نہیں ملا۔ وہ گرتا چلا گیا۔ اس نے بڑی بے تابی سے گہری سانس لے کر ہوا پھیپھڑوں میں اتارنے کی کوشش کی مگر وہاں نیلے بخارات کے سوا کچھ تھا ہی نہیں۔

--------*

سارہ اور احمد کو ایک دوسرے میں گم دیکھ کر ایوا چپکے سے کھسک لی تھی۔ صیاد نے اسے موقع دیا تھا تو وہ موقعے سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتی اور اس نے کھسکتے ہوئے وہ فلیش لائٹ بھی اٹھا لی' جو باہر نکلنے کے بعد احمد نے بڑی بے پروائی سے ایک طرف رکھ دی تھی۔ فلیش لائٹ لے کر ایوا اسی گڑھے میں اتر گئی' جہاں کبھی فیورر بنکر کا ایمرجنسی ڈور ہوتا تھا۔

سیڑھیوں کے پاس دبک کر وہ سوچتی رہی' اس کے نکلنے کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ اس وقت مشرقی جرمنی کے سیکیورٹی زون میں ہے' جہاں ہر وقت فوجی پہرہ دیتے ہیں۔

پھر اس نے سازشیوں ..... احمد اور سارہ کی آہٹیں سنی۔ وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ وہ باتیں بھی کر رہے تھے۔ احمد سارہ کو ان کے خفیہ سیاسی منصوبے کے بارے میں بتا رہا تھا۔ ایوا الجھنے لگی کہ احمد کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔ انجکشن لگنے تک تو خود اس نے احمد کو کچھ نہیں بتایا تھا مگر انجکشن لگنے کے بعد کیا ہوا تھا' یہ اسے یاد نہیں تھا۔ ممکن ہے' انہوں نے میز سے کاغذات نکال کر دیکھ لئے ہوں۔

خوفناک بات تو یہ تھی کہ احمد کے بقول اس نے شمٹ پر قابو پالیا تھا اور اس سے خوفناک بات یہ تھی کہ یہودیوں نے بنکر میں زہریلی گیس انڈیلنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ سارہ اور احمد اگرچہ اس اقدام کی مذمت کر رہے تھے لیکن وہ بے بس تھے اور یہ سب انہی کا کیا دھرا تھا۔ انہوں نے اس کا برسوں کا گھر اجاڑ دیا تھا اور اب وہ ظالم یہودی ان بچوں کو ختم کرنے والے تھے' جو اس کے آنجہانی شوہر کی پرستش کرتے تھے ان کے وفادار تھے ایسی وحشت.... ایسا ظلم....

باہر سے کسی نے اس کا نام لیا۔ انہیں اس کے غائب ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ وہ اندھیرے میں خوف سے کانپتی رہی وہ لوگ اندازہ لگالیں گے کہ وہ بنکر میں اتری ہے سیڑھیوں کے پاس کھڑی ہے؟ دوبارہ پکڑے جانے کا خیال کر کے اس پر لرزہ چڑھنے لگا۔ اب اس کی نمائش کی جائے گی؟ اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔ اس کے ساتھ چڑیا گھر کے جانوروں جیسا سلوک کیا جائے گا۔ اس کا محبوب شوہر ہمیشہ سب سے زیادہ اس بات سے ڈرتا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گا۔

پھر اوپر کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ مطمئن ہیں کہ وہ یہاں سے نہیں نکل سکتی۔ لڑکی کیفے ولف جا رہی تھی اور وہ لڑکا احمد یہیں منڈلاتے رہنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

ایوا اندھیرے میں سمٹی بیٹھی رہی اس میں ہلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ وہ لوگ چلے گئے تھے مگر وہ اب بھی خود کو محفوظ نہیں سمجھ رہی تھی اور وہ سوچنا بھی چاہتی تھی۔ وہ فکرمند تھی۔ لیکن پارٹی کے مستقبل کے لئے نہیں۔ شمٹ کے لئے بھی نہیں' جو اس کے شوہر کا جانشین تھا۔ ان لوگوں کے لیے بھی نہیں' جو ان کے آئیڈیلز کے وفادار تھے وہ تو سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔

اس کے دماغ پر ایک اور بات چھائی ہوئی تھی!

یہودیوں نے اس کا چالیس سال کا گھر اجاڑ دیا تھا۔ اس کے بچوں کو مار دیا تھا اور زہریلی گیس کا اثر ختم ہونے کے بعد وہ اس مقدس مقام کو اپنے ناپاک پیروں سے روندیں گے۔ وہاں دندناتے پھریں گے۔ یہ خیال اس کے لئے بے حد روح فرسا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ سرنگ سے گزر کر خفیہ بنکر میں پہنچے اور اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے مگر وہ جانتی تھی کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب تک تو وہ سب ہلاک کئے جا چکے ہوں گے۔ وہ خوبصورت زیر زمین گھر اب ایک مقبرہ بن چکا ہو گا۔

اس کا جسم سرد پڑنے لگا۔ اتنے بڑے زیاں کے احساس نے اسے شل کر کے رکھ دیا پھر اچانک اسے خیال آیا کہ وہ کیا کر سکتی ہے۔ کیا کیا جانا چاہئے۔ ہاں .... کچھ کیا جا سکتا ہے اور اسے یاد تھا کہ وہ کیسے کرنا ہو گا۔

یہ یاد آتے ہی اس کے کندھے سیدھے ہو گئے اور وہ تن کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے شوہر نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ کبھی زندہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ "میری جان" اس نے کہا تھا "اگر ہم زندہ پکڑے گئے تو وہ ہمیں روس کے چڑیا گھر میں پنجروں میں رکھیں گے۔ یہ توہین میں مرنے کے بعد بھی برداشت نہیں کر سکتا" اور وہ بہت ہوشیار تھا۔ اس نے سب کو دھوکا دے دیا۔ وہ مطمئن ہو گئے کہ ہٹلر اور ایوا مر چکے ہیں اور وہ اپنے بنکر میں نیورمبرگ میں چلائے جانے والے مقدمات کی تفصیل اخبارات میں پڑھتے رہے۔ ہٹلر کو ان کمزور لوگوں سے بڑی نفرت محسوس ہوتی تھی' جو دشمنوں سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور کیسی عجیب بات تھی کہ جس کو غدار سمجھ کر وہ نفرت کرتا تھا' آخر میں اسے سراہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ہرمن گورنگ۔ موٹے گورنگ نے وفاداری ثابت کی تھی .... بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے پھانسی کے پھندے کو محروم رکھا تھا۔ وہ حوصلہ مند تھا اس نے خودکشی کرلی تھی۔

وہ تصور میں دیکھ رہی تھی۔ مہلک گیس صاف ہونے کے بعد وہ اندر جائیں گے۔ ہاں مڑی تڑی لاشیں انہیں ملیں گی اور وہ تمام کاغذات پر .... نہ ختم ہونے والی جنگ کے لیے جمع کئے جانے والے ہتھیاروں پر' اس کے معزز شوہر کی راکھ پر قابض ہو جائیں گے۔ یہ تو بے حرمتی ہے۔ وہ سب کچھ روند ڈالیں گے۔ انہیں اس کی ڈائری بھی مل جائے گی۔ اس کے تمام راز انہیں معلوم ہو جائیں گے۔ انہیں کلارا کا پتا معلوم ہو جائے گا۔ وہ اس تک پہنچ جائیں گے۔

اور وہ اپنی جھوٹی تاریخ بھی درست کرلیں گے۔ وہ ان سب کو تماشا بنا دیں گے۔

اور اسے یاد آگیا تھا کہ اس کے شوہر نے ایسی صورت حال کے لیے کیا بندوبست کر رکھا تھا۔ یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

ہاں .... اسی فیورر بنکر میں قیام کے آخری ہفتے میں اس نے اسے دو خفیہ لیورز کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ ایک جیسے دو لیور تھے۔ ان سے ہیوی ڈیوٹی وائر منسلک تھے' جو خفیہ فرش کے نیچے جاتے تھے۔ ایک لیور کو فیورر بنکر کے نچلے حصے میں موجود ایک اور لیور سے

ایکٹی ویٹ کیا جا سکتا تھا اور دوسرا لیور کیفے ولف میں تھا۔ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ایکٹی ویٹ کر دیا جاتا تو خفیہ بنکر کے پرخچے اڑ جاتے۔

اور اب تو بنکر میں زہریلی گیس بھری ہو گی۔ ایوا نے سوچا۔ اب تو دھماکا اور شدید ہو گا.... ایسا کہ کچھ بھی نہیں بچے گا۔

اس کے شوہر نے تباہی کا یہ سامان کیا تھا تو اس کی منطق بے حد سادہ تھی۔ اگر روسی توقع سے پہلے فیورر بنکر پہنچ گئے تو خفیہ بنکر کو اڑایا جا سکے گا۔ یوں دنیا کو بھی یہ علم نہیں ہو گا کہ ہٹلر بچ کر فرار ہونا چاہتا تھا۔ خفیہ بنکر نہ رہتا تو وہ اور ایوا بہادری سے خود اپنی جان لے لیتے۔ کیفے ولف والا لیور بھی ضروری تھا۔ اگر وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے اور بعد میں کبھی کسی کو خفیہ بنکر کا پتہ چل جاتا' تب بھی اسے تباہ کیا جا سکتا تھا۔

ہٹلر کو تماشا بننا بھی قبول نہیں تھا۔

اور .... ایوا نے سوچا.... یہ تو مجھے بھی قبول نہیں ہے۔ مجھے ہٹلر کی خواہش کی تکمیل کرنی ہے۔ سب سے اہم بات یہی ہے۔

اس کے شوہر نے جنگ ختم ہونے سے ذرا پہلے اسے سب کچھ دکھایا اور تفصیل سے سمجھایا تھا۔ اس نے یہ کام فوج کے ایک الیکٹریشن سے کرایا تھا پھر اس الیکٹریشن کو ختم کرا دیا گیا تھا۔ اب وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ لیور کہاں دیکھا تھا اس نے۔ وہ چالیس سال پرانی بات تھی۔ وہ ذہن پر زور دیتی رہی .... ان لمحوں کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

ہاں .... وہ لیور نچلے بنکر کے انجینئرز روم میں تھا' جہاں وہ ڈیزل موٹر لگی تھی' جس کی مدد سے بنکر کو ہوا فراہم کی جاتی تھی۔ انجینئر جوہانز اس وقت سو رہا تھا' جب ہٹلر اسے انجینئرنگ روم میں لے کر گیا تھا۔ "ایفی .... میں تمہیں دو چیزیں دکھانا چاہتا ہوں"۔ اس کے شوہر نے کہا تھا "یہ کاؤنٹر پر جو چیز دیکھ رہی ہو' یہ ایمرجنسی بریک ہے۔ اگر مجھ پر قاتلانہ حملہ ہو تو تم اسے اوپر کر دینا۔ ہر دروازہ بند ہو جائے گا اور یہ بنکر سیل ہو جائے گا لیکن اس سے زیادہ اہم ایک اور چیز ہے۔ فرش کے نیچے" اس نے جھک کر کنکریٹ کا ایک بلاک اٹھایا۔ وہاں خلا میں سرخ رنگ کا ایک سوئچ نصب تھا۔ "یہ خصوصی لیور ہے' جو انتہائی ضرورت کی صورت میں استعمال کیا جائے گا۔ یہ خفیہ بنکر کو تباہ کر دے گا۔ ایفی .... اسے ہمیشہ یاد رکھنا"۔

اور برسوں کے بعد بھی ایوا کو وہ لیور یاد تھا۔

وہ سیڑھیاں اتر کر نچلے حصے میں چلی گئی۔ اب سب کچھ اسے یاد آ گیا تھا تو وہ آنکھیں بند کر کے بھی مطلوبہ مقام تک پہنچ سکتی تھی۔ نیچے پہنچ کر وہ اپنے پرانے سوئٹ کی طرف مڑنے کی بجائے راہداری میں سیدھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اسے اس چھوٹے سے گھٹے گھٹے کمرے کا دروازہ نظر آ گیا۔

وہ کمرے میں گئی اور فلیش لائٹ کی روشنی میں فرش کا جائزہ لینے لگی۔ آخر کار اسے کنکریٹ کا وہ بلاک نظر آ گیا۔ اس نے اسے کناروں سے تھام کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن بلاک بہت بھاری تھا۔ اس کوشش میں اس کا ایک ناخن ٹوٹ گیا پھر دوسرا ناخن ٹوٹا۔ اتنا عرصہ گزر گیا تھا۔ بلاک اپنی جگہ جم گیا تھا۔

آخر کار بلاک ہلنے لگا۔ اس نے جھک کر اسے ہٹایا اور سیدھی کھڑی ہو کر اپنی سانسیں درست کرنے لگی۔ وہ ہانپ گئی تھی۔

پھر اس نے فلیش لائٹ کا رخ خلا کی طرف کیا۔ سرخ سوئچ اب بھی موجود تھا۔ خصوصی لیور!

ایک لمحے کو بھی ہچکچائے بغیر وہ جھکی اور اس نے سوئچ کو نیچے کرنے کی کوشش کی۔ سوئچ نے حرکت ضرور کی لیکن وہ اسے نیچے نہ کر سکی۔ سوئچ جام ہو رہا تھا۔ اس نے دوبارہ زور لگایا۔ سوئچ نیچے ہوا۔ کلک کی آواز سنائی دی۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ سسٹم ابھی بھی کام کر رہا ہے اور ایکٹی ویٹ ہو گیا ہے۔

وہ جانتی تھی کہ نتیجہ دو منٹ بعد نکلے گا۔

فلیش لائٹ ہاتھ میں لیے وہ جھپٹ کر اٹھی اور کاریڈور میں دوڑتی چلی گئی۔ اس نے سیڑھیاں بھی یوں چڑھیں' جیسے اس کے تعاقب میں بلائیں لگی ہوں۔

وہ ایمرجنسی ڈور تک پہنچی تھی کہ اسے زبردست گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ ساتھ ہی اس کے قدموں تلے زمین لرزنے لگی۔ دھماکا ہوا تو وہ گر گئی۔ اس کے سامنے سے دیوار برلن یوں پھٹی جیسے کوئی بہت بڑا آتش فشاں پھٹا ہو۔ آگ کی ایک چادر .... سرخ سا پردہ ہزاروں فٹ اوپر تک .... آسمان تک تن گیا۔ پھر دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور وہ دھماکے اتنے شدید تھے کہ ایوا روسیوں کے توپ خانے کی گولہ باری بھی بھول گئی۔ یہ دھماکے اس سے ہزاروں گنا طاقت ور تھے۔

یہاں فرنٹیئر زون میں اور دور مغربی برلن میں جہنم کے دروازے کھل گئے تھے۔

ایوا کے سامنے ہوا گہرے سیاہ دھوئیں سے بوجھل تھی۔ مٹی اور کنکروں کی بارش ہو رہی تھی۔ ایوا نے اپنی آنکھوں کو بچانے کے لیے سر گھمایا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ دیر تک وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے رہی لیکن اس کا دل مسرت سے معمور تھا۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔ کوئی تماشا نہیں ہو گا.... نہ اب نہ کبھی۔

پھر دور سے اس نے سائرن کی آوازیں سنیں تو وہ باہر نکلی۔ اوپر آسمان ایک بہت بڑے انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔ اس نے فلیش لائٹ پھینک دی اور گلابی اجالے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتی رہی پھر جو کچھ وہ دیکھنا چاہتی تھی' اسے نظر آ گیا اور وہ اس طرف بڑھ گئی۔

وہ دیوار برلن کے شکستہ حصے کی طرف پہنچی۔ وہاں دیوار میں اتنا بڑا سوراخ تھا کہ ٹینک بھی پار کر سکتا تھا۔ ایوا کھڑی فاتحانہ نظروں سے اس سوراخ کو دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ سچ مچ زندہ دل بیوہ بن گئی ہے۔ اس کے تمام دوست' اس کے محبوب شوہر کے تمام چاہنے والے مٹ چکے تھے۔ زمین کی گہرائی میں ٹنوں ملبے کے نیچے سکون کی نیند سو رہے تھے مگر وہ زندہ تھی۔

پھر اسے خیال آیا کہ وہ بالکل اکیلی نہیں ہے۔

وہ ٹوٹی ہوا دیوار سے گزری اور مشرقی برلن کے سیکیورٹی زون سے مغربی برلن میں داخل ہو گئی۔

سائرن کی آوازیں بہت بلند ہو گئی تھیں۔ ایوا براؤن چلتی رہی.... چلتی گئی۔

------*

تیس بیک اسٹراس پر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا تو ایوا نے سکون کی سانس لی۔ دروازہ وہیل چیئر پر بیٹھی لیزل نے کھولا تھا۔ ایوا لڑکھڑاتے قدموں سے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی۔ لیزل اسے گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ایوا.... اس وقت یہاں.... اور اس حال میں....؟"

ایوا کو خیال ہی نہیں تھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس نے لیزل پر جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا "سب کچھ تباہ ہو گیا۔ دشمنوں کو ہمارے متعلق معلوم ہو گیا تھا...."

"دشمنوں کو؟"

"وہ غیر ملکی' جو ہمارے پیچھے پڑے ہوئے تھے؟"

"لیکن کیسے؟"

"یہ تفصیل بتانے کا وقت نہیں۔ ہمارا ایک ایک آدمی ختم ہو چکا ہے۔ میں بڑی مشکل سے بچ کر نکلی ہوں۔ اس سے پہلے کہ انہیں ہمارے متعلق معلوم ہو' ہمیں نکل لینا چاہئے"۔

"نکل لینا چاہئے؟" لیزل کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"ایک منٹ بھی ضائع نہ کرو۔ میں ٹیکسی نیچے رکوا کر آئی ہوں۔ ہم مینوف جائیں گے۔ تم چل سکتی ہو کھڑی ہو کر؟"

"چھڑی کی مدد سے چل سکتی ہوں"۔ لیزل ہچکچائی "ایوا.... کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ ہم یہاں نہیں رہ سکتے"۔

"لیکن شٹ؟ وہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی مر چکا ہے۔ بس اب ہم رہ گئے ہیں"۔ ایوا نے اِدھر اُدھر دیکھا "کلارا کہاں ہے؟ اور وہ فرانز.... وہ بھی موجود ہے کیا؟"

"فرانز تو آج جلدی چلا گیا۔ کلارا کچن میں ہے۔ ناشتا بنا رہی ہے"۔ لیزل نے بتایا۔ پھر پریشانی سے پوچھا "کلارا کا کیا بنے گا؟"

"وہ تمہارے ساتھ ہی جائے گی"۔ ایوا نے ہچکچائے بغیر کہا۔

"وہ انکار کر دے گی۔ ہم اسے قائل نہیں کر سکتے"۔

"ہم اسے سب کچھ بتا دیں گے۔ اسے سمجھائیں گے ہم"۔

"یہ کیسے ممکن ہے ایوا؟"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسے سب کچھ بتانا پڑے گا۔ ہمیں فوراً نکلنا ہے یہاں سے"۔

"ٹھیک ہے ایوا' لیکن بہتر ہو گا کہ میں اسے سمجھاؤں۔ لیزل نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "میں کچن میں جاتی ہوں۔ آہ.... کیسا شاک لگے گا بچی کو...."

"یہ ضروری ہے لیزل"۔

"میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتی رہی۔ لیکن خیر...."

"چاہو تو میں بات کرلوں اس سے"۔ ایوا نے کچن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں .... یہ تم مجھ پر چھوڑ دو"۔ لیزل نے وہیل چیئر کا رخ تبدیل کیا۔ "تم میرے بیڈ روم میں جا کر پیکنگ شروع کر دو"۔

"یہ سب نہیں ہو گا لیزل۔ بس ہمیں ایک بیگ چاہئے .... رقم کے لیے۔ رقم محفوظ ہے نا؟"

"ہاں' نچلی دراز میں ہے۔ وہیں پاسپورٹ بھی ہیں"۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ رقم ہو گی تو سب کچھ خرید لیا جائے گا"۔ ایوا نے کہا۔ "تمہیں یقین ہے لیزل کہ تم کلارا کو سنبھال لو گی؟"

"میں .... میں کہہ نہیں سکتی"۔

ایوا اسے وہیل چیئر میں کچن کی طرف جاتے دیکھتی رہی پھر وہ خود لیزل کے بیڈ روم کی طرف چل دی۔

بیڈ سائیڈ کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے وہ الماری کی طرف لپکی' اس نے بیگ نکالا اور اسے بیڈ پر اچھال دیا پھر وہ ڈریسر کی طرف بڑھی اور اس کی نچلی دراز کھولی۔ سوئیٹروں کے نیچے رقم کے باکس رکھے تھے۔ اس نے رقم کو بیگ میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ بیگ بھر گیا تو اس نے اسے بند کر کے لاک کر دیا۔

اسی وقت اسے کچن کی طرف سے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کلارا پر نظر ڈالی۔ ابھی صرف چند منٹ گزرے تھے۔ اس نے بیڈ سے بیگ اٹھایا ہی تھا کہ قدموں کی آہٹ سنائی دی پھر کلارا نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ وہ کمرے میں چلی آئی۔

ایک لمحے کو ایوا کو کلارا پر ترس آنے لگا۔ "کلارا' مائی ڈیئر۔ آئی ایم سوری .... ویری ویری سوری .... "

"یہ مذاق ہے .... ہے نا .... بے رحمانہ مذاق"۔ کلارا نے بوجھل آواز میں کہا۔

"نہیں ڈارلنگ .... یہ سچ ہے .... " ایوا بانہیں پھیلائے اس کی طرف بڑھی۔

لیکن کلارا تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔ "آپ میری ماں نہیں ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس پر یقین نہیں کر سکتی"۔

"میں تمہاری ماں ہوں"۔ ایوا نے ہموار لہجے میں کہا۔ "اور وہ تمہارا باپ تھا"۔

"ناممکن۔ آپ پاگل ہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے"۔

"یہ سچ ہے کلارا ڈارلنگ۔ تم میری اور فیورر کی بیٹی ہو"۔

"یہ تو میں مر جاؤں تب بھی قبول نہیں کروں گی۔ میں اور اس عفریت کی .... اس درندے کی بیٹی؟"

ایوا بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اس نے پوری قوت سے کلارا کے رخسار پر تھپڑ مارا۔ "تمہیں جرأت کیسے ہوئی"۔ وہ چلائی۔ "میں یہ برداشت نہیں کروں گی کہ تم اتنی بدتمیزی سے اس کے متعلق بات کرو۔ نہ آج' نہ آئندہ کبھی"۔

کلارا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔

وہ نہ دلاسا دینے کا وقت تھا' نہ بچی کو سمجھانے اور اس کے نظریات تبدیل کرنے کا۔ وہ تو بس وقتِ عمل تھا۔ چنانچہ ایوا نے بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کلارا .... ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ وہ کسی بھی لمحے ہم تک پہنچ سکتے ہیں"۔

"نہیں .... میں نہیں جاؤں گی"۔ کلارا نے سسکتے ہوئے کہا۔ "فرانز .... میری زندگی .... "

"تم اب یہاں نہیں رہ سکتیں۔ ہمیں نکل جانا چاہئے .... فوراً"۔

"کلارا .... تم ان کے ہتھے چڑھنا چاہتی ہو۔ چلو .... جیسا میں کہتی ہوں' ویسا ہی کرو"۔

کلارا اب ہسٹریائی انداز میں رو رہی تھی۔

--------*

اسٹریس مین اسٹراس کی طرف جاتے ہوئے احمد جاہ تھکن سے نڈھال تھا۔ وہ مسلسل حرکت میں رہا تھا۔ پہلے ایک تھکا دینے والا دن' پھر پاگل کر دینے والی مصروف رات اور اب یہ صبح۔ اس دوران اسے ایک منٹ کے لئے بھی آرام کا موقع نہیں ملا تھا اور اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ توانائی سے بالکل محروم ہو چکا ہے۔

مطلع ابر آلود تھا۔ اس کے نتیجے میں دن کا اجالا بھی سرمئی سا لگ رہا تھا۔ یعنی ماحول بھی اس کے اندر کی فضا سے ہم آہنگ تھا مگر منزل کے قریب پہنچتے پہنچتے اسے احساس ہوا کہ آسمان پر بادل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دھوئیں کی دبیز چادر ہے۔ اس کے اندر تجسس جاگ اٹھا اور وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اسے خیال آیا کہ اس کا تعلق ضرور اس دھماکے سے ہے' جو اس نے چیک پوائنٹ چارلی سے ذرا پیچھے سنا تھا اور اس کے بعد مہیب شعلوں کو آسمان کی

طرف لپکتے دیکھا تھا۔

پھر ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار کم کر دی۔ بائیں جانب بلڈنگوں کے اوپر سے' کافی دور پہاڑ جیسے شعلے اٹھتے نظر آ رہے تھے۔ ایسے شعلے وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ وہ جان گیا کہ وہ معمولی آگ نہیں ہے۔ وہ گیس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی آگ تھی۔

پھر ایک دم اس کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ وہ سارہ کی طرف سے فکر مند ہو گیا۔ اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا اور پیدل ہی الیکانسٹرپلائز کی طرف بھاگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کیا ہوا ہے۔ خفیہ بنکر زہریلی گیس سے بھرا ہوا تھا پھر وہاں کسی وجہ سے دھماکا ہو گیا ہو گا۔ کسی طرح بنکر تباہ ہو گیا ہو گا۔ اب وہاں کچھ بھی نہیں رہا ہو گا.... سوائے ایک بہت بڑے گڑھے کے۔

آگے بہت بڑا ہجوم تھا۔ وہ لوگوں کو ہٹاتا دھکیلتا آگے بڑھتا رہا۔ بالآخر اسے سارہ کھڑی نظر آ گئی۔ اس کے ساتھ کیرخوف بھی تھا۔ اس نے سارہ کا ہاتھ تھاما۔ سارہ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

"آ گئے تم؟"

"ہاں.... یہ سب کیا ہے؟"

"پتا نہیں۔ بس ایک دھماکا ہوا اور سب کچھ ختم ہو گیا۔ موساد کے تمام ایجنٹ کیفے ولف میں تھے۔ وہ بنکر میں اترنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ ان میں سے بھی کوئی نہیں بچا۔

احمد جاہ کو لگا کہ اس کے سینے پر رکھا کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا ہے۔

"ٹووا اور گولڈنگ بھی اندر تھے"۔ کیرخوف نے بتایا۔

"جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔ احمد نے بڑے سکون سے کہا۔

"میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے"۔ کیرخوف نے بتایا۔ "اور انہیں اتنا بڑا فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ بے ہوشی کی گیس استعمال کرنے کے بعد انہیں اتحادیوں کے کمانڈر کو مطلع کرنا چاہیے لیکن ان پر تو دیوانگی سوار ہو گئی تھی۔ میں نے انہیں یہ بھی سمجھایا کہ یوں تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے مگر انہوں نے کوئی پروا نہیں کی۔ تب بڑی دشواریوں سے میں نے مشرقی جرمنی میں سارہ سے رابطہ کیا۔ کئی فون کرنا پڑے مجھے۔ شکر ہے کہ تم بروقت نکل آئے"۔

احمد نے دل میں سوچا' دیوانگی کا علاج دیوانگی نے ہی کر دیا۔ دو وحشتیں آپس میں

ٹکرائیں اور فنا ہو گئیں.... خس کم جہاں پاک!

"میرا خیال ہے' گیس سے بھرے بنکر میں کسی نے سگریٹ جلانے کی حماقت کی ہو گی"۔ سارہ نے کہا۔

"ناممکن ہے"۔ احمد نے کہا۔ "کسی کو اتنی مہلت نہیں مل سکتی تھی"۔

"ٹھیک کہتے ہو"۔ سارہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔ "پھر نہ جانے کیسے یہ سب کچھ ہوا ہو گا"۔

احمد فائر انجن سے آگے تک دیکھتا رہا۔ کیفے ولف سے لے کر دیوار برلن تک کچھ بھی سلامت نہیں بچا تھا۔ دیوار کا ایک حصہ اڑ گیا تھا۔ وہ سوراخ کم از کم چالیس گز چوڑا تھا اور وہاں سے مشرقی جرمنی کا سیکیورٹی زون صاف نظر آ رہا تھا۔

احمد نے سارہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔ "اگر کوئی وہاں موجود ہو تو کتنی آسانی سے اس طرف آ سکتا ہے"۔

"تمہارا مطلب ہے.... ایوا براؤن؟"

"کیوں نہیں"۔ احمد نے کہا۔ پھر اس نے کیرخوف کا ہاتھ تھام لیا۔ "نکولس.... کلارا فینگ کہاں رہتی ہے؟"

"نیس بیک اسٹراس پر.... کوڈیم کے قریب"۔

"تو اب وقت ضائع مت کرو۔ چلو.... کلارا کے اپارٹمنٹ۔ ایوا یقیناً وہیں ہو گی"۔

--------*

نکولس کیرخوف نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا پھر وہ تینوں دروازہ پیٹنے چلے گئے۔

کافی دیر تک دروازہ نہیں کھلا لیکن اندر کی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اپارٹمنٹ خالی نہیں ہے۔

بالآخر دروازہ کھل گیا۔

وہ گول کندھوں والا دراز قد آدمی تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح خمیدہ تھی۔ بال سیاہ تھے۔ آنکھوں پر دبیز شیشوں والا چشمہ تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے۔

کیرخوف نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ فرانز فینگ ہیں.... کلارا فینگ کے شوہر؟"

اس شخص نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ لیکن وہ یقینی طور پر شاک کی حالت میں تھا۔

"کلارا کہاں ہے؟ ہمیں اس سے بات کرنی ہے"۔

فرانز خالی خالی نظروں سے کیرخوف کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ "آپ نے بہت دیر کر دی"۔ اس نے کہا اور پلٹ کر اپارٹمنٹ میں چلا گیا۔

احمد نے قدم آگے بڑھایا۔ سارہ اور کیرخوف اس کے پیچھے تھے۔ وہ سٹنگ روم میں داخل ہو گئے تھے۔ فرانز فینگ چند لمحے ان کی طرف پیٹھ کیے کھڑا رہا پھر وہ ایک کرسی پر ڈھے سا گیا۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ احمد اس کے پاس گیا اور جیب سے رومال نکال کر اسے دیا۔

"ہم نے بہت دیر کر دی سے کیا مطلب ہے آپ کا؟" احمد نے پوچھا۔

"وہ مر چکی ہے"۔ فرانز نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "میں اسکول سے آیا تو وہ بیڈ روم میں تھی.... اور مر چکی تھی۔ اس نے خودکشی کر لی"۔

"خودکشی؟ لیکن کیوں؟"

فرانز نے کوئی جواب نہیں دیا۔

احمد اس کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "شاید میں تمہیں وجہ بتا سکتا ہوں۔ بلکہ شاید ہم سبھی کو وجہ معلوم ہے اس کی خودکشی کی"۔ اس نے کہا۔ "اس کی ماں اس سے ملنے آئی تھی"۔ اس نے چند لمحے توقف کیا "اس کی ماں.... ایوا براؤن ہٹلر"۔

احمد کو غور سے دیکھتے ہوئے فرانز نے رومال سے اپنی آنکھیں اور رخسار پونچھے۔ "ہاں.... اس کی ماں ایوا براؤن"۔ وہ بڑبڑایا۔ "یہی ہوا تھا"۔

"تمہیں کیسے پتا چلا فرانز؟"

"کلارا نے ڈریسر پر میرے لیے رقعہ چھوڑا تھا"۔

"رقعہ ہے تمہارے پاس؟"

"میں نے پھاڑ کر ٹائلٹ میں بہا دیا تھا اسے"۔

"تمہیں مضمون یاد ہے اس کا؟"

فرانز نے سر جھکا لیا اور فرش کو گھورنے لگا۔ احمد اس کی طرف جھک گیا۔ فرانز گھٹی گھٹی آواز میں بول رہا تھا۔ "ایوا براؤن یہاں بڑی افراتفری میں آئی تھی۔ اس نے کلارا کو بتایا کہ درحقیقت وہ اس کی ماں ہے اور اس کا باپ.... " فرانز سے ہٹلر کا نام نہیں لیا گیا۔ ".... لیزل نے ہر بات کی تصدیق کر دی۔ ایوا نے بتایا کہ انہیں فوری طور پر یہاں

سے نکلنا ہے اور کلارا کو ان کے ساتھ جانا ہے۔ بے چاری کلارا.... میری کلارا.... "

"اور کیا لکھا تھا اس نے؟"

"ایوا اور لیزل اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھیں لیکن کلارا کی ہسٹریائی کیفیت ان کے لیے پریشان کن تھی۔ انہیں ڈر تھا کہ اس کی وجہ سے وہ بھی نہ پکڑی جائیں۔ انہوں نے کلارا سے کہا وہ خود کو سنبھالے.... اور جب حالت بہتر ہو جائے تو ایک خاص مقام پر ان سے آ کر ملے۔ کلارا نے اس مقام کے متعلق نہیں لکھا۔ انہوں نے کلارا سے کہا کہ اگر وہ ان کے پاس نہیں آئی تو دنیا اس کا جینا دوبھر کر دے گی۔ اس لیے اب اس کا جینا مرنا ان کے ساتھ ہے۔ کلارا نے لکھا تھا.... ایوا نے کہا کہ میرے والد زندہ ہوتے تو وہ مجھ سے یہی مطالبہ کرتے۔ وہ مجھے کبھی تماشا نہ بننے دیتے۔ ایوا نے کہا کہ مجھے دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہیے.... پھر کلارا نے لکھا کہ ایوا اور لیزل چلی گئیں اور وہ اکیلی رہ گئی۔ وہ کہیں جانا نہیں چاہتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ جانا ہی پڑے گا۔ اس نے رقعے میں لکھا.... فرانز' مجھے افسوس ہے۔ میں شرمندہ ہوں تم سے لیکن کبھی نہ کبھی سب کو پتا چل جائے گا کہ میں ہٹلر کی بیٹی ہوں اور میں تمہیں پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ میں اپنے اور تمہارے بچے کو عذاب ناک زندگی نہیں دینا چاہتی۔ اس لیے میں جا رہی ہوں۔ میں ہمیشہ تم سے محبت کرتی رہوں گی"۔ فرانز بار بار سر جھٹک رہا تھا۔ "بے چاری کلارا.... میں بھی اس سے محبت کرتا تھا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میری محبت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کا کیا قصور تھا۔ وہ تو مظلوم تھی.... اور میں اس سے محبت کرتا تھا.... ہمیشہ کرتا رہوں گا"۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا اور سسکنے لگا۔

احمد ہل کر رہ گیا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "فرانز.... ڈاکٹر یہاں موجود ہے؟"

فرانز نے راہداری کی طرف اشارہ کیا۔

ڈاکٹر راہداری کے پہلے بیڈ روم میں موجود تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی احمد کو کڑوے باداموں کی بو محسوس ہوئی۔ ڈاکٹر رومال منہ پر رکھے رپورٹ لکھنے میں مصروف تھا۔ بیڈ پر لاش پڑی تھی۔ اسے چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔

"ڈاکٹر.... " احمد نے پکارا۔

بوڑھے ڈاکٹر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں فرانز کا دوست ہوں ڈاکٹر۔ میرا خیال ہے' اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔

اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے"۔

ڈاکٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "قدرتی بات ہے۔ اتنا بڑا صدمہ ہے اس کے لیے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی اسے دیکھتا ہوں"۔ اس کی نظریں لاش کی طرف اٹھ گئیں۔

"بہت ہی افسوس ناک المیہ ہے"۔

"خودکشی کا کیس ہے؟" احمد نے پوچھا۔

"سو فی صد"۔

"کیسے؟"

"سائنائیڈ کا کیپسول .... یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیپسول اسے کہاں سے مل گیا"۔

لیکن احمد سمجھ سکتا تھا۔ کلارا نے اپنے رقعے میں بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا لیکن احمد تصور میں دیکھ رہا تھا .... ایوا کلارا کو کیپسول دے رہی تھی۔ "اگر تم ہمارے ساتھ نہیں چلنا چاہتیں تو یہ ہے تمہارے مسائل کا حل۔ تمہارے باپ کی آخری خواہش تھی کہ دنیا کو ہم میں سے کسی کا تماشا بنانے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ کیا تم اس کی خواہش پوری نہیں کرو گی؟ کیا تم داغ دار زندگی گزارنا چاہتی ہو .... مکروہ اور بدصورت!"

وہ بدنصیب فرانز فینگ کو اکیلا چھوڑ کر اپارٹمنٹ سے نکل آئے۔

--------*

یہ اگلی صبح کی بات ہے۔ دھوپ نکل رہی تھی۔ وہ ایک خوشگوار دن تھا۔ سارہ اور احمد ہاتھ میں ہاتھ ڈالے یوروپا سینٹر کی عمارت میں کھڑے برلن کو الوداعی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دیوار کے قریب سے اب بھی ہلکا سا دھواں اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ ٹیئر گارٹن کا ہرا بھرا جنگل بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

بے شک برلن بہت خوبصورت شہر تھا لیکن اس میں دہشتیں بھی تھیں۔ گزشتہ روز ایک دہشت کو دور کر دیا گیا تھا۔ برلن کو ایک ممکنہ خطرے سے محفوظ کر دیا گیا تھا لیکن احمد کو شک تھا کہ برلن کبھی دوسری جنگ عظیم سے پہلے والا برلن نہیں بن سکے گا۔

"چلو' اتنا تو ہوا کہ تمہیں ہٹلر کی اسٹوری کا حقیقی اختتام مل گیا۔ اب تم دنیا کو بتا سکتی ہو کہ سچ کیا تھا"۔ احمد نے سارہ سے کہا۔

"سچ؟" سارہ چند لمحے سوچتی رہی۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ دنیا کو کبھی حقیقت معلوم ہو سکے گی۔ میں کوئی فکشن رائٹر نہیں ہوں' تاریخ داں ہوں۔ وہی کچھ لکھوں گی' جو ثابت کر سکوں اور اب میرے پاس ثبوت کیا رہ گیا ہے؟ کیا میں ثابت کر سکتی ہوں کہ تم نے اور میں نے ایوا براؤن کو دیکھا تھا .... اس سے بات کی تھی؟ کیا میں ثابت کر سکتی ہوں کہ وہ جعلی نہیں' اصلی ایوا براؤن تھی؟"

"لیکن خفیہ بنکر؟"

سارہ نے اداسی سے نفی میں سر ہلایا۔ "دنیا کے لیے وہ بنکر نہیں ہے۔ نہ ایسے کسی بنکر کا وجود تھا۔ بس زمین میں ایک بہت بڑا .... بہت گہرا گڑھا ہے۔ لاشیں' تمام شہادتیں .... ہر چیز کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ سب کچھ جل گیا ہے۔ سب کچھ مٹ چکا ہے۔ دنیا میں ایک ہستی ایسی ہے' جو ہر سچ کو سچ ثابت کر سکتی ہے۔ اور وہ ہے ایوا براؤن' لیکن وہ غائب ہو چکی ہے"۔ وہ چند لمحے سوچتی رہی۔ "اب وہ ہمیں کہاں ملے گی۔ یہ ناممکن ہے احمد"۔

"وہ موجود ہے"۔ احمد نے کہا۔ "لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی کو کبھی مل سکے گی"۔

سارہ نیچے بچھے ہوئے برلن کو دیکھتی رہی پھر بولی۔ "وہ زندہ دل بیوہ کہلاتی تھی۔ اس کی ہٹلر کی زندگی میں شمولیت کے بعد اس کے دوست اسے اسی نام سے پکارتے تھے۔ اس لیے کہ وہ زیادہ تر تنہا رہتی تھی"۔ اس نے کچھ توقف کیا۔ "اور وہ اب بھی اکیلی ہے .... اپنے اسرار کے ساتھ .... اور شاید مرتے دم تک وہ اکیلی ہی رہے گی۔ زندہ دل بیوہ!"

"تو تمہیں کچھ بھی نہیں ملا؟" احمد کے لہجے میں افسردگی تھی۔

سارہ نے چونک کر اسے غور سے دیکھا۔ "نہیں' اب ایسا بھی نہیں"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور احمد جاو کا ہاتھ تھام لیا۔

ختم شدہ